

مُعْجَمُ الْقُرْآنِ

ڈاکٹر غلام جیلانی برق

معجم القرآن

ان تمام معجموں کو ایک ہی قوام میں شامل اور نامہ کن چھپائی مقالات
میں لکھ کر قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہاں سے پھر ہر کتاب سے



ڈاکٹر غلام حیدر مدنی

مکتبہ دارالکتاب

الفیصل

مُجْمَعُ الْقُرْآنِ

اُن تمام انبیاء۔ ملوک۔ اقوام۔ اشخاص اور ماکن پہ تحقیقی مقالات
جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔ یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے

ڈاکٹر غلام جیلانی برقی

ناشران تاجران کتب

عربی شریعت اور دیوار لاهور

الفیصل

297.12204 Barq. Dr. Ghulam Gilani
Mojam-ul-Quran/ Dr. Ghulam Gilani
Barq.- Lahore: Al-Faisal Nashran, 2012.
344p.

I. Mazameen-e-Quran I. Title.

ISBN 969-503-859-X

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

ستمبر 2012ء

محمد فیصل نے

آر۔ آر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت:- 500 روپے

AI-FAISAL NASHRAN

Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore, Pakistan
Phone: 042-7230777 & 042-7231387
http: www.alfaisalpublishers.com
e.mail: alfaisalpublisher@yahoo.com

اختصارات

حوالوں کے سلسلے میں ہم نے بعض اختصارات سے کام لیا ہے۔ جن کی تشریح یہ ہے:-

- ۱۔ ارض : ارض القرآن۔ سید سلیمان ندوی۔
- ۲۔ اعلام : اعلام القرآن۔ مولانا عبد الماجد دریابادی۔
- ۳۔ باڈ : بائبل۔ ڈکشنری۔
- ۴۔ برطانیکا : انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔
- ۵۔ پیپلز : پیپلز بائبل انسائیکلو پیڈیا۔
- ۶۔ دماپ : دائرہ معارف اسلامیہ۔ پنجاب یونیورسٹی۔
- ۷۔ ڈاب : ڈکشنری آف دی بائبل
- ۸۔ ڈاس : ڈکشنری آف اسلام
- ۹۔ شاس : شارٹ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔
- ۱۰۔ قصص : قصص الانبیاء۔ حفظ الرحمن سیوہاروی۔
- ۱۱۔ کامٹن : کامٹن انسائیکلو پیڈیا۔
- ۱۲۔ کانس : کانسز انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔
- ۱۳۔ لقر : لغات القرآن۔ عبدالرشید نعمانی۔
- ۱۴۔ معجم : معجم البلدان۔ یاقوت حموی۔
- ۱۵۔ منتہی : منتہی الارب۔

فہرست

61	۲۳۔ اسحاق (نیز دیکھیے "ابراہیم")	13	۱۔ حرف اول
64	۲۴۔ اسرائیل (نیز دیکھیے "بنو اسرائیل")		۲
67	۲۵۔ اسماعیل (نیز دیکھیے "ابراہیم")		
70	۲۶۔ اسماعیل حسی	19	۲۔ آدم
71	۲۷۔ اصحاب الاعدود	24	۳۔ آزر
72	۲۸۔ اصحاب الاعراف		
72	۲۹۔ اصحاب الایکۃ		
73	۳۰۔ اصحاب الحجر	24	۴۔ ابراہیم (نیز دیکھیے اسماعیل واسحاق)
74	۳۱۔ اصحاب الریس	25	۵۔ ابلیس (شیطان)
76	۳۲۔ اصحاب السبت	36	۶۔ ابن مریم (دیکھیے "عیسیٰ")
77	۳۳۔ اصحاب السفینہ	36	۷۔ ابن نوح
78	۳۴۔ اصحاب الفیل (ابرهہ)	37	۸۔ ابن آدم (ہابیل وقابیل)
79	۳۵۔ اصحاب القرینہ	38	۹۔ ابولہب (نیز دیکھیے "حمالۃ الخطب")
80	۳۶۔ اصحاب الکھف و الرقیم	40	۱۰۔ ابویہ (یعقوب و راحیل)
84	۳۷۔ اعراب	41	۱۱۔ احبار و رہبان
85	۳۸۔ الاعلیٰ (عبداللہ بن مکتوم)	42	۱۲۔ اُحد
85	۳۹۔ الذی آتیناہ آیاتنا	43	۱۳۔ احقاف
87	۴۰۔ الذی توتی کبرہ (واقعہ اقل)	43	۱۴۔ احمد (محمد)
88	۴۱۔ الذی حاج ابراہیم (شاہ پابل نرود)	44	۱۵۔ اخاعاد (دیکھیے "ہود")
90	۴۲۔ الذی مر علی قرینہ (عزیز)	45	۱۶۔ اختک۔ اخت موسیٰ
94	۴۳۔ اللہ	46	۱۷۔ اخت ہارون (مریم)
96	۴۴۔ الواح موسیٰ	48	۱۸۔ اخوان یوسف (بنو اسرائیل)
97	۴۵۔ الیاس (الیاسین)	48	۱۹۔ اورلیس
99	۴۶۔ الیج	50	۲۰۔ ادنی الارض۔ (روم)
101	۴۷۔ امام حسین	52	۲۱۔ ارم ذات العمداد (عاز و اولیٰ)
101	۴۸۔ امراۃ تمککم۔ (بلقیس)	57	۲۲۔ ازواج النبی (نساء النبی)

الف

	103	۴۹۔ امراۃ زکریا (یشیع)
ت	103	۵۰۔ امراۃ العزیز (زلیخا)
143	104	۵۱۔ امراۃ عمران (والدۃ مریم)
145	105	۵۲۔ امراۃ فرعون
146	106	۵۳۔ ام موسیٰ
148	107	۵۴۔ انجیل
	110	۵۵۔ اہل البیت
ث	111	۵۶۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)
148	115	۵۷۔ ایوب
149		۷۷۔ ثانی اثین
150		۷۸۔ ثلثۃ الذین خلفوا
		۷۹۔ شمود یا عادیثانیہ
		ب
	118	۵۸۔ بابل
	121	۵۹۔ البحر (فلزم) (نیز دیکھیے بنو اسرائیل)
151	122	۶۰۔ بحیرہ
153	122	۶۱۔ بدر
153	123	۶۲۔ برزخ
154	123	۶۳۔ بروج
155	124	۶۴۔ بعض أزواجہ (عائشہ و حفصہ)
156	125	۶۵۔ بغل
158	127	۶۶۔ بکۃ (ملہ)
	129	۶۷۔ البلد (بکۃ)
ح	130	۶۸۔ بنو اسرائیل (نیز دیکھیے اسرائیل)
159	139	۶۹۔ بیت اللہ الحرام (کعبہ)
159	142	۷۰۔ بیت العتیق (دیکھیے بیت الحرام)
159	142	۷۱۔ بیع
160	142	۷۲۔ بین النہرین
161		۹۱۔ حواری
163		۹۲۔ حور

خ

۹۳۔ خجواہن دیارِ ہم

۹۴۔ خلیل (ابراہیم)

و

۹۵۔ دانیہ الارض

۹۶۔ داؤد (نیرویکھیے زبور)

ز

۹۷۔ ذوالقرنین

۹۸۔ ذوالکفل

۹۹۔ ذوالنون (صاحب الخوت)

ر

۱۰۰۔ رزقہ

۱۰۱۔ رس (اصحاب الرس)

۱۰۲۔ الروح الامین

۱۰۳۔ روح القدس

۱۰۴۔ روم

۱۰۵۔ رهبان

ز

۱۰۶۔ زبور (دیکھیے داؤد)

۱۰۷۔ زکریا

۱۰۸۔ زینون

۱۰۹۔ زید

س

188

163۔ ۱۱۰۔ سائبہ

188

164۔ ۱۱۱۔ سامری

190

۱۱۲۔ سبا

193

۱۱۳۔ سدرۃ المنتهی

194

164۔ ۱۱۴۔ سلیمان

197

165۔ ۱۱۵۔ سواع

198

۱۱۶۔ سبل عزم

200

۱۱۷۔ سینا

ش

169

176

178

118

۱۱۸۔ الشجرہ

119

۱۱۹۔ شعری

204

۱۲۰۔ شعیب

207

۱۲۱۔ الشجر الحرام

207

۱۲۲۔ شیطان

ص

207

۱۲۳۔ صابین

209

۱۲۴۔ صاحب الخوت

209

۱۲۵۔ صابجہ

211

۱۲۶۔ صالح

212

۱۲۷۔ صلیب اولی

214

۱۲۸۔ الصخرہ

217

۱۲۹۔ صفا و مرۃ

217

۱۳۰۔ صلوات

218

۱۳۱۔ صوامع

ض

١٣٢- ضيف ابراهيم

ط

١٣٣- طاعوت

١٣٣- طألوت

١٣٥- طوئى

١٣٦- طور

ظ

١٣٧- الظلة

ع

١٣٨- عاد

١٣٩- عبدأ! من عبادنا

١٤٠- عجز (زوجه لوط)

١٤١- عربى (زبان)

١٤٢- عربى (عرب كا اسم نسبت)

١٤٣- عرفات

١٤٤- عرم

١٤٥- عروئى

١٤٦- عزيه

١٤٧- عزيز (مصر)

١٤٨- عمران

١٤٩- عيسى

غ

238

218- ١٥٠- الغار

ف

238

219- ١٥١- فاه

238

219- ١٥٢- فاهها

238

220- ١٥٣- فرعون

241

22١- ١٥٣- فرقان

ق

241

222- ١٥٥- قارون

243

١٥٦- قرآن

249- ١٥٧- القرية التى امطرت مطر السوء

250- ١٥٨- القرية التى كانت حاضرة البحر

251

223- ١٥٩- قريتين

252

223- ١٦٠- قریش

ك

254

229- ١٦١- كعبه

ل

258

232- ١٦٢- لات

259

232- ١٦٣- لقمان

264

233- ١٦٣- لوط

266

234- ١٦٥- ليلة القدر

م

و

	268	۱۶۶۔ یابو ج (یابو ج)
322	272	۱۶۷۔ ماروت (ہاروت)
322	275	۱۶۸۔ مجمع البحرین
	275	۱۶۹۔ مجوس
	278	۱۷۰۔ محمد صلعم
323	293	۱۷۱۔ مدین
323	294	۱۷۲۔ مدینہ
324	296	۱۷۳۔ مرقہ
325	297	۱۷۴۔ مریم
	300	۱۷۵۔ مسجد اقصیٰ
	303	۱۷۶۔ مسجد حرام
	307	۱۷۷۔ مصر
326	308	۱۷۸۔ مشعر حرام
326	310	۱۷۹۔ مقام ابراہیم
326	311	۱۸۰۔ مکہ
329	311	۱۸۱۔ مناة
331	312	۱۸۲۔ موسیٰ
332		ن
332	318	۱۸۳۔ نساء النبی
338	318	۱۸۴۔ نسر
338	318	۱۸۵۔ نصاریٰ
338	318	۱۸۶۔ نوح



بِسْمِہِ سُبْحَانَهُ

حرفِ اوّل

آج سے کچھ عرصہ پہلے مجھے ایک پادری کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اس کی مختصر سی ذاتی لائبریری کا جائزہ لیا تو اس میں آٹھ ایسے ضخیم معاجم (انسائیکلو پیڈیا ز) نظر آئے جن میں بائبل کے تین ہزار سے زائد اشخاص و مقامات پر تحقیقی مقالات تھے۔ اس کے بعد میں اس کھوج میں لگ گیا کہ کیا پچھلے چودہ سو سال میں علمائے اسلام نے قرآن پر بھی کوئی ایسا مہم تیار کیا تھا؟ میں نے حاجی خلیفہ کی کشف الظنون، ابن ندیم کی الفہرست، جمیل بیگ کی عقود الجواہر اور دیگر متعدد فہارس کو با معائنہ نظر دیکھا لیکن ایسی کوئی کتاب نظر نہ آئی۔ اگر کسی نے کوئی لکھی بھی تھی تو وہ آج کہیں موجود نہیں۔

قیاس یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے قرآن مقدس کے حروف (اب ت ث ۔۔۔۔۔) پر بھی متعدد کتابیں لکھ ڈالی تھیں۔ مثلاً

- ۱۔ کتاب الباءات (قرآن میں ہ کی تعداد وغیرہ)
- از : عبدالواحد بن عمر بن محمد بن ابی ہاشم بغدادی (۳۴۹ھ)
- ۲۔ کتاب الیاءات۔ ایضاً
- ۳۔ کتاب فی النقط۔ (قرآن کے نقطوں پر)
- ابن الانباری: محمد بن قاسم (۳۲۸ھ)
- ۴۔ ایضاً - محمد بن عیسیٰ بغدادی (معاصر حسن بن علی)
- ۵۔ ایضاً - سہیل بن محمد ابو حاتم السجستانی (۲۵۵ھ)
- ۶۔ کتاب اللامات - داؤد بن ابی طیب۔
- ۷۔ ایضاً - ابن الانباری (۳۲۸ھ)
- ۸۔ ایضاً - اخفش نحوی بصری (۲۱۵ھ)
- ۹۔ ایضاً - محمد بن سعید (فہرست ص ۳۲-۳۳)

قرآن کے اعجاز۔ اختلافات قرأت۔ اختلاف مصاحف۔ متشابہات۔ نسخ و منسوخ اور ترتیب نزول پر بیسیوں کتابوں میں بحث کی تھی۔ ان لوگوں نے قرآن کے اشخاص و اماکن پر بھی کوئی نہ کوئی کتاب لکھی ہوگی۔ لیکن

افسوس کہ مجھے اس کا نام تک نہیں مل سکا۔ صرف اردو میں دو کتابیں ملی ہیں:-

اول: مولانا عبد الماجد دریا بادی کی ”اعلام القرآن“۔

یہ صرف اعلام پر ہے۔ اس میں اماکن کا ذکر موجود نہیں۔ یہ کوئی ڈیڑھ سو صفحات کا ایک رسالہ ہے۔ جو

بھارت کی مطبوعات میں سے ہے۔ اور پاکستان میں نہیں ملتا۔

دوم: سید سلیمان ندوی کی ”ارض القرآن“

یہ فاضلانہ کتاب علمائے مغرب کی تلاش و تحقیق کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ صرف مقامات قرآن پر

روشنی ڈالتی ہے۔ اور اعلام سے بحث نہیں کرتی۔

ان حالات میں ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت تھی۔ جو قرآن کے اشخاص و اماکن دونوں پر تاریخ۔

کتبات اور نئے انکشافات کی روشنی میں بحث کرے۔ یہ کتاب اسی ضرورت کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ چونکہ عربی۔

انگریزی۔ اور فارسی میں اس موضوع پر کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ اس لیے یہ طلبائے قرآن کے لیے خواہ وہ ایران و

عراق میں ہوں یا انگلستان میں، مفید ثابت ہوگی۔ اور وہ ضخیم تواریخ و تفاسیر کی ورق گردانی سے بچ جائیں گے۔

مآخذ

گو علمائے اسلام نے اس موضوع پر کوئی الگ کتاب نہیں لکھی۔ تاہم انہوں نے کتب تواریخ۔ تفاسیر اور

معاجم بلدان میں قرآن کے تمام اشخاص و مقامات پر ضمناً روشنی ڈالی ہے۔

مقامات پر بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:-

- ۱۔ کتاب البلدان۔ ہشام بن محمد کلبی (۲۰۶ھ)
- ۲۔ کتاب جزیرۃ العرب۔ ابوسعید اسمعی (۲۱۳ھ)
- ۳۔ کتاب السیاح والجمال والارضین۔ سعدان بن مبارک (تقریباً ۳۰۰ھ)
- ۴۔ کتاب المناہل والقری۔ ابوسعید حسن السکری (۳۰۰ھ)
- ۵۔ صفیۃ جزیرۃ العرب۔ ابن حاتمک ہمدانی (۳۲۰ھ)
- ۶۔ کتاب البدع والاخبار۔ ابو یزید بلخی (۳۳۰ھ)
- ۷۔ کتاب جزیرۃ العرب۔ ابوسعید حسن البصرانی (۳۶۸ھ)
- ۸۔ کتاب الاودیۃ والجمال۔ حسن بن محمد الخالغ (۳۸۰ھ)
- ۹۔ کتاب الامکنۃ۔ محمود بن عمر زنجشیری (۵۳۸ھ)
- ۱۰۔ مرصع الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع۔ سیوطی (۹۱۰ھ)

- ۱۱۔ کتاب المسالك والممالك۔ ابن حجر دازیہ (۲۵۰ھ)
- ۱۲۔ کتاب البلدان۔ ابن فقیہہ ہمدانی (۲۹۰ھ)
- ۱۳۔ ایضاً۔ ابن واضح یعقوبی (۳۰۰ھ)
- ۱۴۔ کتاب المسالك والممالك۔ فضطری (۳۴۰ھ)
- ۱۵۔ مروج الذهب۔ مسعودی (۳۴۶ھ)
- ۱۶۔ کتاب المسالك والممالك۔ ابن حوقل (۳۶۲ھ)
- ۱۷۔ معجم البلدان۔ یاقوت حموی (۶۲۵ھ)
- ۱۸۔ آثار البلاد۔ زکریا قزوینی (پ۔ ۶۷۴ھ)
- ۱۹۔ نوبۃ المشتاق فی اختراق الآفاق۔ اوربکی (۵۳۵ھ)
- ۲۰۔ تقویم البلدان۔ ابوالفدا (۷۳۲ھ)

اشخاص قرآن کا ذکر مختلف تفاسیر و تواتار میں ملتا ہے۔ یہ کتابیں یا تو کم ہو چکی ہیں اور یا اس قدر مہنگی ہیں کہ انہیں خریدنا کارے دارو۔ بہر حال جن تفاسیر نے ان اشخاص پر قدرے تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:-

- ۱۔ تفسیر : ابن عباس (۶۸ھ)
- ۲۔ تفسیر : امام مالک (۱۷۹ھ)
- ۳۔ تفسیر : اسحاق بن ابراہیم عرف ابن راہویہ (۲۳۸ھ)
- ۴۔ تفسیر : محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم مصری (۲۶۸ھ)
- ۵۔ تفسیر : امام قس بن مخلد اندلسی (۲۷۶ھ)
- ۶۔ تفسیر : محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ)
- ۷۔ تفسیر : ابو بکر محمد بن القاسم الانباری (۳۲۸ھ)
- ۸۔ تفسیر : احمد بن محمد بن سعید نیشاپوری (۳۵۳ھ)
- ۹۔ تفسیر : ابو القاسم بن احمد بن ایوب الطبرانی (۳۶۵ھ)
- ۱۰۔ تفسیر : نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی (۳۹۳ھ)

- ۱۱۔ تفسیر : خلف بن احمد سیستانی (۳۹۵ھ)
- ۱۲۔ تفسیر : ابواسحاق احمد بن ابراہیم نیشاپوری
- ۱۳۔ تفسیر : مکی بن ابی طالب القیس القیری (۴۳۷ھ)
- ۱۴۔ تفسیر : عبداللہ بن محمد اجمانی البروی (۴۸۱ھ)
- ۱۵۔ تفسیر : راغب اصفہانی (۵۰۲ھ)
- ۱۶۔ تفسیر : اسماعیل بن محمد اصفہانی (۵۳۵ھ)
- ۱۷۔ تفسیر : فخر الرازی (۶۰۶ھ)
- ۱۸۔ تفسیر : ابن الجوزی بغدادی (۵۹۷ھ)
- ۱۹۔ تفسیر : شیخ ابن العربی (۶۳۸ھ)
- ۲۰۔ تفسیر : شمس الدین الجوزی (۶۵۳ھ)
- ۲۱۔ تفسیر : ابن نقیب مقدسی (۶۶۸ھ)
- ۲۲۔ تفسیر : امام ابن تیمیہ حنبل (۷۲۸ھ)
- ۲۳۔ تفسیر : علامہ علی بن عبدالکافی السبکی (۷۵۶ھ)
- ۲۴۔ تفسیر : حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابوالفدا دمشقی عرف ابن کثیر (۷۷۴ھ)
- ۲۵۔ تفسیر : جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
- ۲۶۔ تفسیر : (روح المعانی) : علامہ آلوسی (۱۲۷۰ھ)
- ۲۷۔ تفسیر : (النار) : علامہ رشید رضا (۱۹۵۰ء کے قریب)
- ۲۸۔ تفسیر : (الجواہر) : علامہ جوہری طسٹاوی (۱۹۶۲ء کے قریب)
- ۲۹۔ تفسیر : (حکفانی) : مولانا عبدالحق دہلوی (۱۳۳۵ھ)
- ۳۰۔ تفسیر : (تفہیم القرآن) : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

عربی۔ فارسی اور اردو تفاسیر کی تعداد تین ہزار سے متجاوز ہے۔ آج سے سو سال پہلے کی تفاسیر عصر رواں کے محقق کو مطمئن نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ وہ ان کتبہات۔ ظروف اور آلات سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں۔ جو پچھلی صدی کے آواخر اور بیسویں صدی میں یمن۔ مدائن صالح۔ بابل۔ نیطوی اور مدین کی کھدائیوں سے برآمد ہوئے ہیں۔

کچھ ایسی تفاسیر بھی دیکھنے میں آئیں جن کی بعض تصریحات غلط تھیں۔ مثلاً صاحب جلالین داستان موسیٰ کے ضمن میں حتیٰ ابلیغ مجمع البحرین (کہف) کے تحت لکھتے ہیں کہ مجمع البحرین سے مراد بحر روم اور بحر ایران کا مقام اتصال ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ بحر روم ساحل شام و فلسطین پہ ختم ہو جاتا ہے اور بحر فارس بصرہ سے شروع ہو کر جنوب میں بحر ہند سے جا ملتا ہے۔ ان دونوں میں ۸۰۰ میل کی خشکی حائل ہے اور ان میں کبھی رابطہ نہیں تھا۔

اسی طرح کی ایک لغزش مولانا حفظ الرحمن سہاروی سے حضرت یونسؑ کے متعلق ہوئی ہے۔ آپ قصص القرآن (ج ۲ ص ۱۹۷) میں فرماتے ہیں کہ حضرت یونسؑ کی کشتی دریائے فرات میں جا رہی تھی کہ ملاحوں نے انہیں دریا میں پھینک دیا اور انہیں ایک مچھلی نگل گئی۔ بحریات (آیات) کے ماہرین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ آدمی کو نگل جانے والی مچھلی صرف ایک ہی ہے یعنی شارک۔ یہ گہرے سمندروں میں ہوتی ہے اور دریاؤں کی تنگنا میں نہیں سما سکتی۔

یا قوت حموی، معجم البلدان (ج ۵ ص ۵۰۰) میں لکھتے ہیں کہ موسیٰؑ کی وہ چٹان، جہاں خادم موسیٰؑ کی مچھلی سرک کر سمندر میں چلی گئی تھی۔ شیروان میں ہے۔ شیروان ارمینیا کا ایک شہر نیز ضلع ہے۔ جو بالو کے مغرب میں واقع ہے یہ مدین اور صحرائے میہ (جہاں موسیٰؑ چالیس سال رہے تھے) سے گیارہ سو میل دور ہے۔ بائبل (خروج) نے حیات موسیٰؑ کا ایک ایک واقعہ قلم بند کیا ہے۔ لیکن اس میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے کبھی شیروان کا بھی سفر کیا تھا۔ اس سفر کی کسی اور مآخذ سے بھی تصدیق نہیں ہوتی۔

بعض علماء نے اشخاص پر الگ کتابیں بھی لکھی تھیں۔ مثلاً:-

- ۱۔ قصص الانبیاء - امام علی بن حمزہ الکسائی
- ۲۔ قصص الانبیاء - سہل بن عبد اللہ التستری
- ۳۔ قصص الانبیاء - محمد بن عبد الملک السجی الحرانی
- ۴۔ قصص القرآن - مولانا حفظ الرحمن سیوہارونی
- ۵۔ کتاب الہدیٰ - مولانا محمد یعقوب حسن
- ۶۔ تاریخ انبیاء - علی شیر نوائی
- ۷۔ انبیاء قرآن - محمد جمیل احمد
- ۸۔ انوار انبیاء - کتاب منزل - لاہور

ہمارے چار ہزار مؤرخین نے بھی قرآن کے کچھ اشخاص و مقامات کا ضمناً ذکر کیا ہے۔ ان میں سرفہرست ابن جریر۔ ابن الجوزی۔ ابن خلدون۔ ابن کثیر۔ ابن خلکان۔ الخطیب بغدادی۔ ابن ہشام۔ البلاذری۔ سیوطی۔ ذہبی۔

ابو حنیفہ۔ دیناوری۔ واقدی اور ابن سعد ہیں۔

چونکہ قرآن و بائبل کے متعدد نام مشترک ہیں اور علمائے مغرب نے بائبل کے اشخاص و اماکن پر ۸/۷ محققانہ معاجم لکھے ہیں۔ اس لیے میں نے ان معاجم نیز بائبل سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

میں نے اس کتاب میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ ورنہ اگر بات کو طول دیتا۔ تو یہ کئی جلدوں میں پھیل جاتی اور اوسط وسائل کے لوگ اسے نہ خرید سکتے۔

مجھے اپنی خوش بختی پہ تازہ ہے کہ میں قرآن حکیم کے رجال و اماکن پہ پہلی کتاب پیش کر رہا ہوں۔ دُعا ہے کہ اللہ اسے قبولیت عامہ کے شرف سے نوازے اور مجھ خطا کار کی نجات کا وسیلہ بنائے۔ آمین۔

برق۔ کیمبل پور

۲۸۔ جنوری ۱۹۷۳ء

اتوار۔ ۲۲۔ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ آدم

یہ لفظ عبرانی ہے یا عربی؟ اس کا فیصلہ آج تک نہیں ہو سکا۔ عبرانی ہونے کی صورت میں یہ اَدَامَہ سے مشتق سمجھا جائے گا۔ جس کے معنی ہیں:۔ زمین اور گندی رنگ۔
اگر یہ عربی الاصل ہو تو "ادم" سے مشتق ہوگا۔ جس کے مختلف مشتقات سے اس کے مفہوم کی تعیین ہو سکتی ہے۔

اَدِيم : سطح زمین۔

اَدَمَہ : جلد کی ظاہر و باطن۔

اِدَام : سالن۔ چٹنی۔ سرکہ وغیرہ۔

اِدَامَہ : قرابت۔ وسیلہ۔ گندی رنگت۔

اُدُمہ : امام۔ پیشوا۔

اَدَم : نوع انسان کا باپ۔ پہلا آدمی۔

حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا رنگ گندی تھا۔ آپ خدا و انسان کے درمیان پیغام رسانی کا ایک وسیلہ تھے۔ نوع انسان کے امام اور کائنات کا خُسن تھے۔ کچھ ظاہر تھے، اور کچھ باطن۔ اس لیے آپ کا موزوں ترین نام آدمؑ ہی ہو سکتا تھا۔

بعض روایات کے مطابق جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدمؑ لُکا میں گرے تھے اور حضرت حواؑ (جَدۃ = وادی) میں۔ یہ دو سو برس تک روتے، توبہ کرتے اور ایک دوسرے کو ڈھونڈتے رہتے۔ بالآخر ان کی ملاقات مکہ کے قریب ایک پہاڑ میں ہوئی۔ جبرئیل نے ان کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔ حضرت آدمؑ نے حواؑ کو اور حواؑ نے حضرت آدمؑ کو پہچان لیا۔

(عَوْرَہ = اس نے اسے پہچان لیا)

اور اسی مناسبت سے پہاڑ کا نام عَوْرَہ پڑ گیا۔ اسے عرفات بھی کہتے ہیں۔

(ذاس ص ۱۰)

مشہور ہے کہ حضرت آدمؑ کی عمر ۹۶۰ برس تھی۔ ان کی وفات ایک جمعہ کو واقع ہوئی۔ مکہ کے ایک پہاڑ بوقیس

کے دامن میں دفن ہوئے اور بعد از طوفان نوح آپ کی میت یروشلم میں منتقل کر دی گئی۔

(شاس۔ ص ۱۳-۱۴)

کمپینین (ص ۱۸۲) میں لکھا ہے کہ:-

”آپ کی تخلیق ۴۰۰۴ ق م میں ہوئی تھی۔“

تورات (پیدائش ۵/۲) میں ہے کہ:-

”اللہ نے مرد اور عورت کو پیدا کر کے ان کا نام آدم رکھ دیا۔“

مطلب یہ کہ آدم کسی خاص مرد کا نام نہیں۔ بلکہ نوع انسان کا مشترک نام ہے۔ ہر انسان آدمی (آدم) ہے۔

خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

آدم قرآن میں

قرآن میں حضرت آدم کا ذکر ۲۶ بار ہوا ہے۔ سب سے پہلے سورہ بقرہ میں۔ جب اللہ نے حضرت آدم کو

خلیفہ بنانا چاہا۔ تو فرشتوں نے اعتراض کیا اور ابلیس نے سجدے سے انکار۔

ساتھ ہی جنت سے خروج آدم کی تفصیل دی:-

☆ (بقرہ ۳۰-۳۹)

☆ اعراف (۱۱-۲۶)

☆ سورہ بنی اسرائیل (۶۱-۶۵)

☆ سورہ کہف (۵۰) اور

☆ طہ (۱۱۶)

میں انہی یا ان میں سے بعض تفصیل کو دہرایا گیا ہے۔

آدم بائبل میں

تورات میں ہے کہ:-

خداوند نے مٹی سے انسان کو بنایا۔ اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم بھونکا..... خداوند نے مشرق کی طرف

عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا..... پھر عدن کے ایک دریا باغ کو سیراب کرنے

کے لیے آیا، اور چار ندیوں میں بٹ گیا۔ یعنی

عدن سے مراد عموماً دجلہ و فرات کا دوا بہ لیا جاتا ہے۔ بعض اس کی حد و مغرب میں دریائے نیل اور مشرق میں چینوں سے

ذاب۔ ص ۱۵۸)

سکوں تک لے جاتے ہیں۔

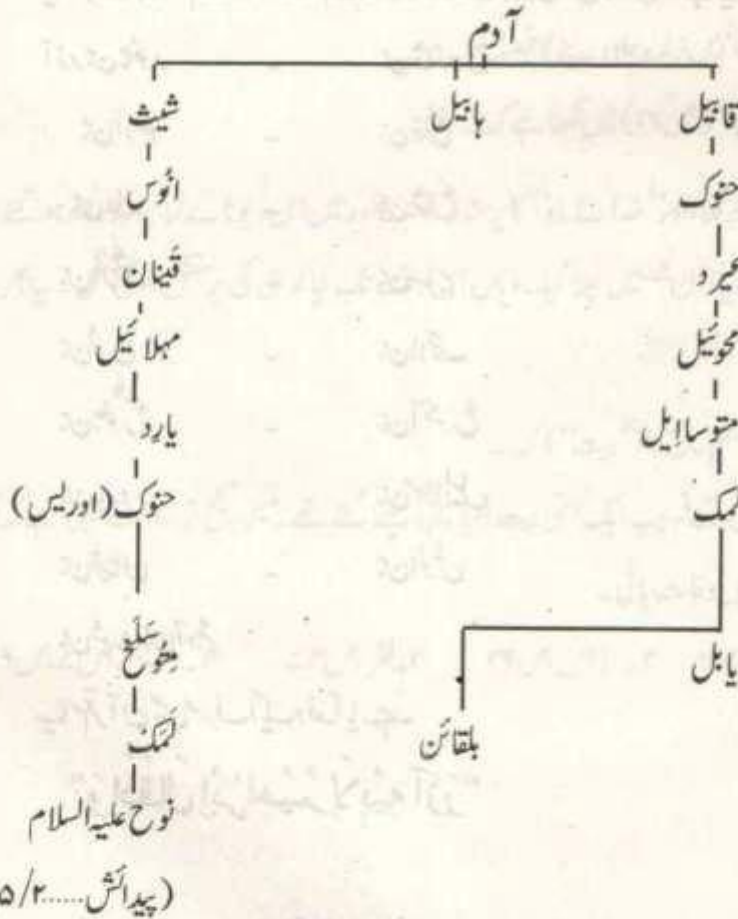
☆ سیوں ☆ جیوں

☆ دجلہ اور ☆ فرات

خداوند نے آدم کو حکم دیا کہ تو باغ کا ہر پھل کھا سکتا ہے۔ لیکن نیک و بد کی پہچان والے درخت کے قریب نہ جانا..... پھر خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور اس کی پسلی سے اس کی بیوی نکالی..... یہ لوگ شیطان کے فریب میں آکر شجر ممنوعہ کا پھل کھا بیٹھے۔ اور اللہ نے انہیں باغ عدن سے نکال دیا۔ جب یہ دوبارہ ایک دوسرے سے ملے۔ تو ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ ان میں سے قاتیل۔ ہاتیل اور شیث بہت مشہور ہیں۔

حضرت آدمؑ سے آگے اس کی اولاد یوں چلی:-

آدم کی اولاد نوح تک



سید احمد خاں (۱۸۹۸ء) قصہ آدم کو ایک تمثیل قرار دیتے ہیں۔ برہنگی کو بدی اور لباس کو نیکی کا استعارہ

سمجھتے ہیں۔

مصر کے مشہور عالم و مفسر محمد عبدہ (۱۹۰۵ء) جنت سے آرام و راحت، شجر ممنوعہ سے بدی اور خروج از جنت

سے وہ حالات۔ کیفیات اور تغیرات مراد لیتے ہیں۔ جن سے ہر آدمی کو گزرنا پڑتا ہے۔ آپ نے اس داستان سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ انسان بالطبع مائل الی الخیر ہے اور اس راہ کو وہ اسی وقت چھوڑتا ہے۔ جب شیطان کے بہکادے میں آجائے۔

(دماپ ج۔ ۱ ص ۲۶)

مآخذ: ۱۔ قرآن حکیم ۲۔ ڈاس ص ۱۰ ۳۔ شاس ص ۱۳ ۴۔ بائبل (پیدائش)

۵۔ دماپ ج۔ ۱ ص ۲۶

۳۔ آزر

یہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام ہے۔ تورات کے مطابق اس کا شجرہ نسب یہ ہے:-

آزر بن ناخور - بن شازوح

بن ارفعو - بن فالغ

بن علیہ - بن شالح

بن ارفخشذ - بن سام

بن نوح - بن لائک

بن متوخ - بن اتخوخ

بن یارو - بن مہلائیل

بن قینان - بن اثوش

بن شیت بن آدم

یہ نام قرآن میں صرف ایک دفعہ آیا ہے۔

”وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ“

(انعام۔ ۷۴)

آزر کی تاریخ ولادت کے متعلق تاریخ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثریت کا خیال یہ ہے کہ یہ ۲۲۳۵ ق م میں پیدا ہوا تھا اور ۲۰۲۵ ق م میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۲۱۰ برس تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ نخور ۲۔ حاران ۳۔ ابراہیم اور

حضرت ابراہیم سب سے چھوٹے تھے۔ یہ ۲۱۶ ق م میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت آزر کی عمر ۷۵ برس تھی۔

تورات میں آزر کا نام تارج دیا ہوا ہے۔ فلسطین کے ایک مسیحی مورخ یوسی بی یس (۲۰۱۱-۲۰۳۵ء) نے اسے کہیں آثر اور کہیں ہاتھر لکھا ہے۔ اور یہودی ایک مقدس کتاب تالمود میں اسے زارہ کہا گیا ہے۔

آزر اور میں پیدا ہوا تھا۔ یہ شہر بصرہ اور ساموہ کے عین وسط میں لب فرات واقع تھا۔ یہ صدیوں تابید رہا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں یہ پھر کہیں سے نکل آیا ہے۔ اب وہاں کچھ نئی آبادی بھی ہو گئی ہے اور دنیا کے نقشے میں یہ نام دوبارہ راہ پا گیا ہے۔

آزر بُت پرست بھی تھا اور بُت ساز و بُت فروش بھی۔ یہ کالڈیہ کے بادشاہ نمرود کی فوج میں ایک اچھے عہدے پر فائز تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ ایک مذہبی رہنما تھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے جنوں کے خلاف بولنا شروع کیا تو آزر نے انہیں بارہا دھمکایا۔ جب ایک روز حضرت ابراہیمؑ نے بڑے معبد میں داخل ہو کر سارے بُت توڑ ڈالے تو بادشاہ نے آزر کے مشورے سے انہیں زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا۔

”عہدِ تورات“ کی کہانی“ (ص ۱۶) میں لکھا ہے کہ:-

آزر ایک آسودہ حال تاجر تھا، اور ”خداے ماہ“ کا پرستار۔ جب اور میں اس دیوتا کے تمام مندر بند ہو گئے اور لوگ کسی اور خدا کو پوجنے لگے تو یہ حران میں چلا گیا۔ وہاں اس وقت تک چاند ہی کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ ہجرت غالباً ۲۱۲۰ ق م میں ہوئی تھی۔

یا قوت حموی لکھتے ہیں (معجم۔ ج ۲۔ ”بیت“) کہ:-

آزر اور سے نکل کر دمشق کے قریب ایک بستی بیت لبیا میں چلے گئے تھے۔ لیکن صحیح تر روایت یہی ہے کہ اور کے بعد وہ حران میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

مآخذ: ۱۔ شاس، ص ۴۹، ص ۱۵۴ ۲۔ ڈاس، ص ۲۹ ۳۔ لقر، ص ۷۳ ۴۔ اعلام، ص ۷، ص ۱۶

۵۔ معجم، ج ۷۔

۱۔ پورا نام ہے:- ”دی سنوری آف دی بائبل ورلڈ“ مصنف کا نام نیلسن پچر ہے۔

۲۔ حران کبھی شام میں واقع تھا لیکن آج کل (۱۹۷۲ء) یہ یمنی ٹرکی کا حصہ ہے۔ حلب سے اندازاً سو میل شمال مشرق اور غر ف سے ۲۵ میل جنوب میں۔

الف

۴۔ ابراہیمؑ

حضرت ابراہیم کا نام قرآن میں ۶۶ دفعہ آیا ہے۔ کہیں آپ کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ کہ وہ موحّد۔ منتخب۔ ہدایت یافتہ۔ آمر بالمعروف۔ امام الہدیٰ صلوٰۃ و زکوٰۃ کے پابند اور حلیم و صابر تھے۔ کہیں آپ کے بڑے بڑے کارناموں کا ذکر ہے۔ مثلاً کہ:-

۱۔ آپ نے نمرود کے خلاف جہاد کیا۔ نمرود نے آپ کو آگ میں پھینک دیا لیکن آگ گلزار بن گئی۔ (انبیاء۔ ۶۹)

۲۔ کہ ایک دن جب لوگ کسی تقریب کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ شہر کے سب سے بڑے بُت کدے میں داخل ہو گئے اور تمام بُت توڑ ڈالے۔ (انبیاء۔ ۶۳)

۳۔ کہ ایک مرتبہ آپ نے خدا کے متعلق نمرود سے بحث کی اور اسے لا جواب کر دیا۔ (بقرہ۔ ۲۵۸)

۴۔ کہ آپ کی التماس پر اللہ نے چار ذبح شدہ پرندوں کو زندہ کیا۔ (بقرہ۔ ۲۶۰)

۵۔ کہ آپ کو پہلے ایک ستارے، پھر چاند اور بالآخر سورج پہ خدا ہونے کا گمان گزرا۔ لیکن جب یہ ڈوب گئے، تو کہا:-

”لَا أُحِبُّ الْاٰفِلٰیْنِ“

کہ۔ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۶۔ کہ آپ نے خدائی ارشاد کی تعمیل میں اپنی ایک زوجہ حضرت ہاجرہ اور اس کے معصوم بچے اسماعیل کو ایک ویران وادی میں چھوڑ دیا تھا۔ جہاں نہ آبادی تھی، نہ پانی۔

رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادِیْ غَمِیْمٍ ذِیْ زُرْعٍ۔ (ابراہیم۔ ۳۷)

(اے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک ویران وادی میں بسادی ہے)

۱۔ جب تجھے اسماعیل کی ایزیاں رگڑنے سے پانی نکل آیا تو معا بعد وہاں بنو جرہم کا ایک قافلہ آ گیا جو پانی دیکھ کر وہیں رُک گیا اور مکہ کے پہلے مکان بھی تھے۔ (تاریخ مکہ: ص ۲۲)

۷۔ کہ آپ نے کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ط (بقرہ-۱۲۷)

(یاد کرو۔ جب ابراہیم و اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے)

یہ جس پتھر پہ چڑھ کر دیواریں بناتے تھے۔ وہ آج بھی موجود ہے اور مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔

۸۔ کہ آپ نے اللہ سے اشارہ پا کر اپنے فرزند اسماعیل (تورات میں اسحاق) کو ذبح کرنا چاہا تھا۔

(صافات-۱۰۲-۱۱۰)

مولدِ ابراہیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کالڈیہ کے ایک شہر اور میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ شہر صدیوں زیر زمین رہنے کے بعد اب پھر نکل آیا ہے۔ یہ بھرہ سے کوئی سو میل مغرب میں فرات کے کنارے نصیریہ کے آمنے سامنے واقع ہے۔

یا قوت حموی (معجم: ج-۷) لکھتا ہے کہ:

”آپ کا مولد کوئی رہی تھا۔“

ممکن ہے کہ یہ اور ہی کا دوسرا نام ہو۔

یا قوت نے چار دیگر شہروں یعنی:-

۱۔ برزہ (معجم: ج-۲ ص ۷۴)

۲۔ فدان

۳۔ شہر آباد (بہ لب فرات۔ معجم: ج-۵) اور

۴۔ ورکاء (معجم: ج-۸)

کو بھی مولدِ ابراہیم قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک آدمی کے چھ مولد نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہمیں تورات کے بیان کو ترجیح دینا پڑے گی۔ جس میں اللہ ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

”میں خداوند ہوں۔ جو تجھے کس دیوں (کالڈیہ والوں) کے اور سے نکال لایا کہ تجھ کو یہ ملک میراث میں

دوں۔“ (پیدائش ۱۵/۸)

۱۔ نذرہ: عراق کا ایک شہر۔

۲۔ شام میں حران کے قریب ایک گاؤں۔ (معجم: ج-۶)

تاریخ ولادت ابراہیمؑ

ابراہیم علیہ السلام کب پیدا ہوئے تھے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے علمائے یہود و نصاریٰ صدیوں سے مصروف تحقیق ہیں۔ لیکن آج تک وہ کسی متفقہ نتیجے پہ نہیں پہنچ سکے۔ ملاحظہ ہو یہ جدول:-

واقعہ	یہود کی تحقیق	ل	پ	س	۴	۵	۶
	کلیمن	پوسٹیکس	بیڈ	اشر	ہیلر	بینگل	
طوفان نوح	۲۱۰۶ ق م	۲۳۷۵ ق م	۲۹۵۹ ق م	۳۵۴۴ ق م	۳۳۳۹ ق م	۳۱۵۳ ق م	
ولادت ابراہیم	۱۸۱۳ ق م	۲۳۲۶ ق م	۲۰۱۶ ق م	۳۲۵۲ ق م	۱۹۹۶ ق م	۲۱۵۳ ق م	کسین
مصر سے	۱۳۰۸ ق م	۱۵۹۳ ق م	۱۵۱۲ ق م	۱۴۹۹ ق م	۱۴۹۱ ق م	۱۶۴۸ ق م	ص
اسرائیل کا	۸۳۳ ق م	۱۰۸۷ ق م	۱۰۳۲ ق م	۱۰۰۹ ق م	۱۰۱۲ ق م	۱۰۱۲ ق م	۱۸۲
خروج							
مسجد اقصیٰ کی							
تعمیر کا آغاز							

پینلز انسائیکلو پیڈیا میں ہے کہ نئی کھدائیوں اور تازہ دریافت شدہ کتبوں کی وجہ سے واقعات کی تاریخیں بدل رہی ہیں۔ پہلے طوفان نوح کی تاریخ ۳۸۰۰ ق م سمجھی جاتی تھی۔ اور اب ۲۳۴۸ ق م ہے۔ پہلے ابراہیمؑ کی تاریخ ولادت ۳۰۰۰ ق م تھی۔ اور اب ۱۹۹۶ ق م۔

(پینلز - ص ۴۸۷)

۱	Clemens Alexanderinus (۱۵۰-۲۱۵ء) یونان کا ایک عیسائی عالم دینیات اور محقق۔
۲	EUSEBIUS (۲۶۰-۳۳۰ء) ایشیائے صغیر کے ایک شہر قیساریہ کا بپ۔ مؤرخ۔ محقق اور تاریخ نویس
۳	BEDE (۶۷۲-۷۳۵ء) شمالی انگلستان کے ایک شہر ویٹر ماڈتھ کا رہنے والا اور "تاریخ کلیسائے انگلستان" کا مصنف۔
۴	USSHER JAMES (۱۵۸۱-۱۶۵۶ء) آئرلینڈ کا ایک محقق پادری۔
۵	HALES JOHN (۱۵۸۳-۱۶۵۶ء) انگلستان کے ایک شہر ہاتھ (ہڈسل کے جنوب میں) کا ایک مذہبی عالم و محقق۔
۶	BENGAL JOHANN (۱۶۸۷-۱۷۵۳ء) جرمنی کا ایک فاضل جس نے یونانی انجیل کا ایک نسخہ بڑی محنت سے مدون کیا تھا۔

حال ہی میں ایک محققانہ کتاب ”عہد بائبل کی کہانی“ شائع ہوئی ہے۔ اس میں درج ہے کہ آزر نے اُور سے ۲۰۰۰ ق م میں ہجرت کی تھی۔ (ص ۱۶)

اگر ہجرت کے وقت ابراہیم کی عمر چالیس کے قریب ہو۔ تو اس کی ولادت ۱۹۶۰ ق م میں بنتی ہے۔ ان تفصیل سے واضح ہے۔ کہ ابراہیم کی تاریخ ولادت کی تعیین آسان نہیں۔ البتہ نئے محققین عموماً ۱۹۹۶ ق م کو ترجیح دیتے ہیں۔

شجرہ ابراہیم کی شہادت

تورات کی رو سے حضرت ابراہیم کا شجرہ نسب یہ ہے:-

ابراہیم بن آزر بن ناخور بن مروح۔ بن اَرثو بن فلج بن عبر بن شالخ بن ارثشد بن سام بن نوح بن لمک بن شٹوخ بن آخوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن اَنوش بن شیث بن آدم۔ (پیدائش۔ باب ۱۰۔ ۱۱)

ابراہیم اور آدم کے درمیان ۱۹ پشتیں تھیں۔ اگر ایک پشت اوسطاً پچاس سال میں ختم ہو۔ تو ۱۹ پشتوں کے لیے اندازاً ایک ہزار سال چاہیے۔ اس حساب سے حضرت ابراہیم کی ولادت ۳۰۰۰ ق م میں بنتی ہے۔ جو لوگ حضرت ابراہیم کو ۱۹۹۶ ق م کی پیدائش ٹھہراتے ہیں۔ وہ آدم و ابراہیم کے درمیان ہر پشت کو سو سال کا قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی مؤرخ اس سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ اگر تورات کا شجرہ نسب صحیح ہے تو پھر حضرت ابراہیم کی ولادت اندازاً ۳۰۰۰ ق م میں تسلیم کرنا پڑے گی۔

ابراہیم کی ولادت

فرعون کی طرح نمرود کو بھی اس کے کاہنوں نے بتایا تھا کہ ایک بچہ بڑا ہو کر اسے تباہ کر دے گا۔ چنانچہ اس نے تمام بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جب ابراہیم کی ولادت کا وقت قریب آیا۔ تو اس کی والدہ اوشہ ایک غار میں جا چھپی۔ اور ابراہیم کی ولادت وہیں ہوئی۔ یہ برسوں غار میں رہا۔ جب باہر آیا اور اسے ایک معبود کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو پہلے ایک ستارے اور پھر ماہ و خورشید کو خدا سمجھا۔ اور جب وہ ڈوب گئے۔ تو اس نے اعلان کیا کہ:-

”خالق ارض و سما ہی قابل پرستش ہے۔“

ازواج ابراہیم

حضرت ابراہیم کی پہلی بیوی کا نام سارہ تھا۔ یہ حضرت ابراہیم کے بھائی حاران کی بیٹی۔ لوٹ کی بہن اور ابراہیم کی بھتیجی تھی۔ شریعت ابراہیمی میں غالباً بھتیجی محرمات میں شامل نہ تھی۔ حاران کی دو بیٹیاں تھیں۔ اسکاہ (سارہ) اور ملخا۔ سارہ کی شادی ابراہیم سے ہوئی اور ملخا کی نخور (برادر ابراہیم) سے۔ (پیدائش ۱۱/۲۹)

جب برسوں تک سارہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ تو حضرت ابراہیم نے سارہ کے اصرار پر اس کی مصری لونڈی

ہاجرہ سے شادی کر لی۔

”اور وہ حاملہ ہوئی..... اور اپنی بی بی (سارہ) کو حقیر سمجھنے لگی..... سارہ اس پر سختی کرنے لگی۔ یہ اس کے پاس سے بھاگ گئی۔ اور وہ خداوند کے فرشتے کو بیاباں میں پانی کے ایک چشمے کے پاس نظر آئی۔ لیکن فرشتے کے کہنے پر گھر میں واپس آ گئی۔“ (ملخص۔ پیدائش ۱۶/۴-۱۵)

ویران وادی میں

اسماعیل کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر چھیالیس برس تھی۔ (پیدائش ۱۶/۱۶)

چودہ سال بعد سارہ کے بطن سے اسحاق پیدا ہوا۔ جب اسحاق قدرے بڑا ہوا۔ تو دونوں نے بات بات پر الجھنا شروع کر دیا۔ اس پر سارہ نے اصرار کیا۔ کہ ہاجرہ اس کے گھر سے چلی جائے۔ چنانچہ خدا سے اشارہ پا کر حضرت ابراہیم اسے ایک ویران وادی میں لے گئے۔ وہاں ایک درخت کے نیچے انہیں چھوڑ کر خود واپس چلے گئے۔ جب ماں بیٹے کو پیاس نے ستایا۔ اور اسماعیل اضطراب سے ایزیاں رگڑنے لگے۔ تو ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑی۔ اللہ نے اس کی فریاد سنی۔

”اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا۔ اپنی مشک پانی سے بھری۔ اور بچے کو پانی پلایا۔ خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ وہ بڑا ہوا تو بیاباں میں رہنے لگا اور تیرا انداز بنا۔ اور وہ فاران کے بیاباں میں رہتا تھا۔“

(پیدائش ۲۱/۱۹-۲۰)

تورات کہتی ہے کہ ہاجرہ کا ٹھکانہ اور وہ کنواں بئر شیبہ Beer Sheba میں تھا۔

(پیدائش ۲۱/۱۳)

آئیے دیکھیں۔ کہ اس قول کی حقیقت کیا ہے۔ یہاں دو لفظ تحقیق طلب ہیں۔ فاران اور بئر شیبہ۔ شارحین

تورات کہتے ہیں کہ:-

فاران سے مراد دشت حیمہ (صحرائے سینا) ہے اور بئر شیبہ جنوبی فلسطین کا ایک شہر ہے۔

(ڈا ب ص ۴۹۳)

لیکن وہ اس چیز کو بھول جاتے ہیں۔ کہ فاران جبال سحکہ کا نام بھی ہے اور خود مکہ کا بھی رہا شیبہ تو وہ بقول

یا قوت حموی (معجم۔ ج ۵ ص ۳۱۸) مکہ کا ایک پہاڑ تھا۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ ہاجرہ و اسماعیل کا قیام مکہ والے فاران میں اس مقام پر ہوا تھا۔ جہاں چاہ زمزم ہے تو اسلامی و عیسائی تاریخ کے دھارے مل جاتے ہیں۔ اور صحیح تحقیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تاریخ اقوام میں تطبیق پیدا کی جائے۔

فاران: یعنی من أسماء مكة وقيل هو اسم لجبال مكة (یا قوت: معجم۔ ج ۲ ص ۳۲۳)

جب ۱۲ سال کی عمر میں حضرت سارہ کی وفات ہو گئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قطور اسے شادی کر لی۔ اس سے چھ بیٹے پیدا ہوئے:-

- ۱۔ زمران ۲۔ یقشان ۳۔ مدان
۴۔ مدین ۵۔ اشباق اور ۶۔ شوخ (پیدائش ۲۵-۱-۳)

یا قوت لکھتا ہے کہ:-

ہاجرہ مصر کے ایک شہرام العرب میں پیدا ہوئی تھیں۔ (معجم۔ ج۔ ۱)

ایک اور جگہ کہا ہے کہ:-

وہ یاق میں رہتی تھیں۔ (معجم۔ ج۔ ۸۔ ”یاق“)

ابراہیم کے سفر

آزر اوسط درجے کا ایک تاجر اور چاندیو تاجر کا بچاری تھا۔ جب اُور میں چاندی پرستش ختم ہو گئی تو یہ چھ سو میل شمال کی طرف حران میں چلا گیا۔ جہاں ماہ پرستی ابھی باقی تھی۔

”تاریخ (آزر) سے حاران، ابراہیم اور خور پیدا ہوئے تھے اور حاران سے لوط پیدا ہوا۔ حاران کی وفات اُور ہی میں ہو گئی تھی۔ اس کے بعد تاریخ (آزر)، ابراہیم۔ اس کی بیوی سارہ اور حاران کے بیٹے لوط کو لے کر حاران (حران) میں چلا گیا۔ اوروہیں رہنے لگا۔ جب اس کی عمر دوسو پانچ برس کی ہوئی۔ تو وہ حاران ہی میں وفات پا گیا۔“ (مخلص۔ پیدائش ۱۱/۲۷-۳۲)

یہاں یہ ذکر نا مناسب نہ ہوگا کہ ابراہیم کا چھوٹا بھائی خور اپنے وطن (اُور) ہی میں رہ گیا تھا۔ اس کے بارہ بیٹے تھے۔ جنہیں مورخ نے کوئی اہمیت نہیں دی اور وہ گمنامی کے اندھیروں میں ڈوب گئے۔

(ذاب ص ۳۴۰)

بعد از آزر

آزر کی وفات کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر پچتر سال تھی۔

انہیں اللہ نے حکم دیا کہ:-

”باپ کے گھر سے نکل اور اس ملک میں جا۔ جو میں تجھے دکھاؤں گا۔ میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ اور

برکت دوں گا۔“ (پیدائش ۱۲/۲-۱۳)

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط کو لے کر کنعان (فلسطین) کی طرف چل دیے۔ اور بحیرہ گلیلی کے جنوب میں ایک پہاڑی مورہ کے دامن میں جا اترے۔ چونکہ فلسطین قحط کی گرفت میں تھا۔ اس لیے یہ مصر کو روانہ ہو گئے۔ چونکہ حضرت سارہ نہایت حسین خاتون تھی۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے اس سے کہا کہ اگر کوئی تم سے پوچھے کہ تم کون ہو۔ تو کہہ دینا کہ میں ابراہیم کی بہن ہوں۔ یہ اس لیے کہ فرعون حسین عورتوں کو چھین کر ان کے شوہروں کو قتل کر دیتا تھا۔ لیکن بھائیوں کو کچھ نہیں کہتا تھا۔ یہ واقعہ اسی طرح ہوا اور سارہ فرعون کے ہاں پہنچ گئی۔ فرعون نے ابراہیم کو بے اندازہ مال۔ مویشی دے کر خوشحال کر دیا۔ لیکن وہاں سارہ نے اصل بات بتا دی۔ اس پر فرعون سخت ناراض ہوا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو مصر سے نکال دیا۔ لیکن مال۔ مویشی سے تعرض نہ کیا۔

(پیدائش ۱۲/۱۹-۲۰)

چنانچہ یہ لوگ منزل بہ منزل وسطی فلسطین میں بیت ایل^۱ اور آئی^۲ کے درمیان جا ٹھہرے۔ چونکہ ان کے ریوڑ بہت زیادہ تھے۔ اور وہاں گھاس کے ذخائر کم تھے۔ اس لیے ابراہیمؑ اور لوط نے ایک دوسرے سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا۔ حضرت لوط جارڈن کے سبزہ زاروں میں چلے گئے۔

اور حضرت ابراہیمؑ خمر دوں کے پاس ایک مقام صمرے میں جا ٹھہرے۔

جارڈن کے لوگ شاہ ایلام کے باج گزار تھے۔ انہوں نے بغاوت کر دی اور جنگ چھڑ گئی انہیں شکست ہوئی۔ فاتح اپنے ہمراہ بے شمار مال۔ مویشی اور قیدی لے گئے۔ جن میں لوط اور اس کا خاندان بھی شامل تھا۔ جب یہ خبر حضرت ابراہیمؑ تک پہنچی تو وہ اپنے ۳۱۸ ملازموں (پیدائش ۱۲/۱۳) کو لے کر حملہ آوروں کے تعاقب میں گئے اور انہیں دمشق کے پاس جالیا۔ ان پہ شیون مارا۔ وہ گھبرا کر بھاگ نکلے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے قیدیوں کو چھڑا لائے۔ اور انہیں دوبارہ جارڈن میں بھیج دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کو کنعان میں رہتے دس سال ہو چکے تھے۔ اور آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس پر سارہ و ابراہیم علیہ السلام دونوں دل گرفتہ رہتے تھے۔ آخر حضرت مبارک نے اصرار کیا کہ حضرت ابراہیمؑ اولاد کی خاطر اس کی کنیز ہاجرہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔

”آپ نے سارہ کی بات مان لی۔۔۔۔۔ اور ہاجرہ حاملہ ہو گئی۔۔۔۔۔ جب اسماعیل پیدا ہوا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام چھیالیس برس کے تھے۔“ (پیدائش ۱۶)

۱۔ بیت ایل:۔۔۔۔۔ یروشلم سے ۱۳ میل شمال میں ایک شہر ہے۔

۲۔ آئی:۔۔۔۔۔ بیت ایل سے ۵/۶ میل مشرق میں واقع تھا۔

۳۔ عراق کے مشرق اور ایران کے مغرب میں ایک علاقہ۔

جب تیرہ برس بعد قوم لوط کی بستیاں تباہ ہو گئیں۔ تو ابراہیمؑ جنوب کی طرف چل دیے۔ جرار (غارہ کے جنوب میں ایک شہر) میں پہنچے۔ تو وہاں کے بادشاہ ابلی ملک نے سارہ کو دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ:

”یہ کون ہے؟“

آپ نے کہا:

”یہ میری بہن ہے۔“

چنانچہ شاہ نے اسے اپنے ہاں رکھ لیا۔ لیکن ایک فرشتے نے بادشاہ کو خواب میں بتایا کہ یہ شوہر والی ہے۔ اس کے قریب نہ جانا۔ (پیدائش ۲۰/۷-۸)

بادشاہ نے قلیل کی۔ سارہ کو واپس کر دیا۔ اور ابراہیمؑ کو بے اندازہ دولت دے کر رخصت کر دیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی عمر سو برس ہوئی۔ تو حضرت سارہ کے ہاں اسحاق پیدا ہوئے۔

(پیدائش ۲۱/۵)

جب لیڈ آٹھ۔ دس سال کا ہوا تو اللہ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ:

”تو اپنے بیٹے اسحاق کو لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا۔ اسے سو نقشِ بقربانی کے طور پر چڑھا۔ (پیدائش ۲۲/۱-۳)

سرزمین موریاہ کہاں واقع تھی؟ اس کے متعلق اختلاف ہے۔

ایک گروہ کے ہاں یہ وہی نقطہ زمین ہے۔ جس میں جبل سمورہ (یوروشلم سے ساٹھ میل شمال میں) واقع تھا۔ اور دوسرے کے ہاں جبل موریا سے مراد وہ پہاڑی ہے جس پر حضرت سلیمانؑ نے مسجد اقصیٰ کی بنا ڈالی تھی۔

(ڈاب۔ ص ۳۲۸)

اللہ نے اسحاق (یا اسماعیل) کو ذبح ہونے سے بچالیا۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ کچھ مدت کے لیے بَر شیبہ میں جا ٹھہرے۔ یہاں بَر شیبہ سے مراد غالباً مکہ کا چاہ بَنو مزم ہے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیل کے

ہمارے مفسرین دھڑلہ مٹانے کی متفہم رائے یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے قربانی کے لیے اسماعیل کو پیش کیا تھا لیکن تورات کہتی ہے کہ وہ اسحاق تھا۔ رہا قرآن تو اس میں صرف اتنا ہی ہے کہ جب وہ چٹے چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو اللہ نے اُسے قربان کرنے کا حکم دے دیا۔ بچے کا نام مذکور نہیں۔

اسلامی روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے کعبہ کے قریب بُنی میں اسماعیلؑ کی قربانی دی تھی۔

جبل سمورہ اس نام کے دو پہاڑ تھے۔ ایک یوروشلم سے ساٹھ میل شمال میں اور دوسرا کعبہ کے قریب جسے آج کل مُزدہ کہتے ہیں۔

اس کی تائید زبور کی ایک آیت سے ہوتی ہے:

”مبارک ہیں وہ جو ادنیٰ مکہ سے گزرتے وقت وہاں کنواں بنا گئے۔“ (زبور ۶/۸۴)

ساتھ (جو اس وقت تک ۲۵/۲۷ سال کے ہو چکے تھے) مل کر کعبہ کی تعمیر کی۔ پھر آپ حبرون کو لوٹ گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت سارہ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابراہیمؑ نے اسے حبرون کے ایک کھیت کے کنارے مکفیلہ کے غار میں دفن کر دیا۔ یہ قبرستان جہاں بعد میں خود ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ علیہم السلام دفن ہوئے تھے۔ آج بھی موجود ہے۔ اور خلیل کہلاتا ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ ۷۵ برس کے ہوئے تو ان کی وفات ہو گئی اور انہیں حبرون میں سارہ کے پاس دفن کر دیا گیا۔ (ذاب۔ ص ۱۳)

یا قوت اور سوانح ابراہیمؑ

یا قوت حموی نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق کچھ نئی باتیں کہہ دی ہیں۔ مثلاً کہ: دمشق کے قریب ایک مقام بیت لہیا میں آزر بت تراشتے اور ابراہیمؑ فروخت کرتے تھے۔ (معجم۔ جلد دوم) یہ بات بوجہ غلط ہے۔

- اول: جس ابراہیمؑ کو کالدیہ میں بہ جرم بت شکنی آگ میں پھینکا گیا تھا۔ وہ بعد میں بت فروش کیسے بن سکتا ہے۔
دوم: کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی کہ آزر حران سے کہیں اور گئے ہوں۔
سوم: بائبل کی لغات میں بیت لہیا نام کا کوئی مقام نہیں ملتا۔ (معجم۔ ج ۳)
حلب کے متعلق یا قوت لکھتے ہیں کہ یہ حلب حلبا سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں دودھ دوہنا۔ چونکہ اس بستی میں حضرت ابراہیمؑ بکریوں کا دودھ دوہتے تھے۔ اس لیے اس کا نام حلب رکھ دیا گیا۔
سوال یہ ہے کہ کیا حلب میں حضرت ابراہیمؑ کے قیام کی کوئی تاریخی شہادت موجود ہے؟

۳۔ معجم۔ ج ۶۔ ”قدان“

۲۔ بائبل

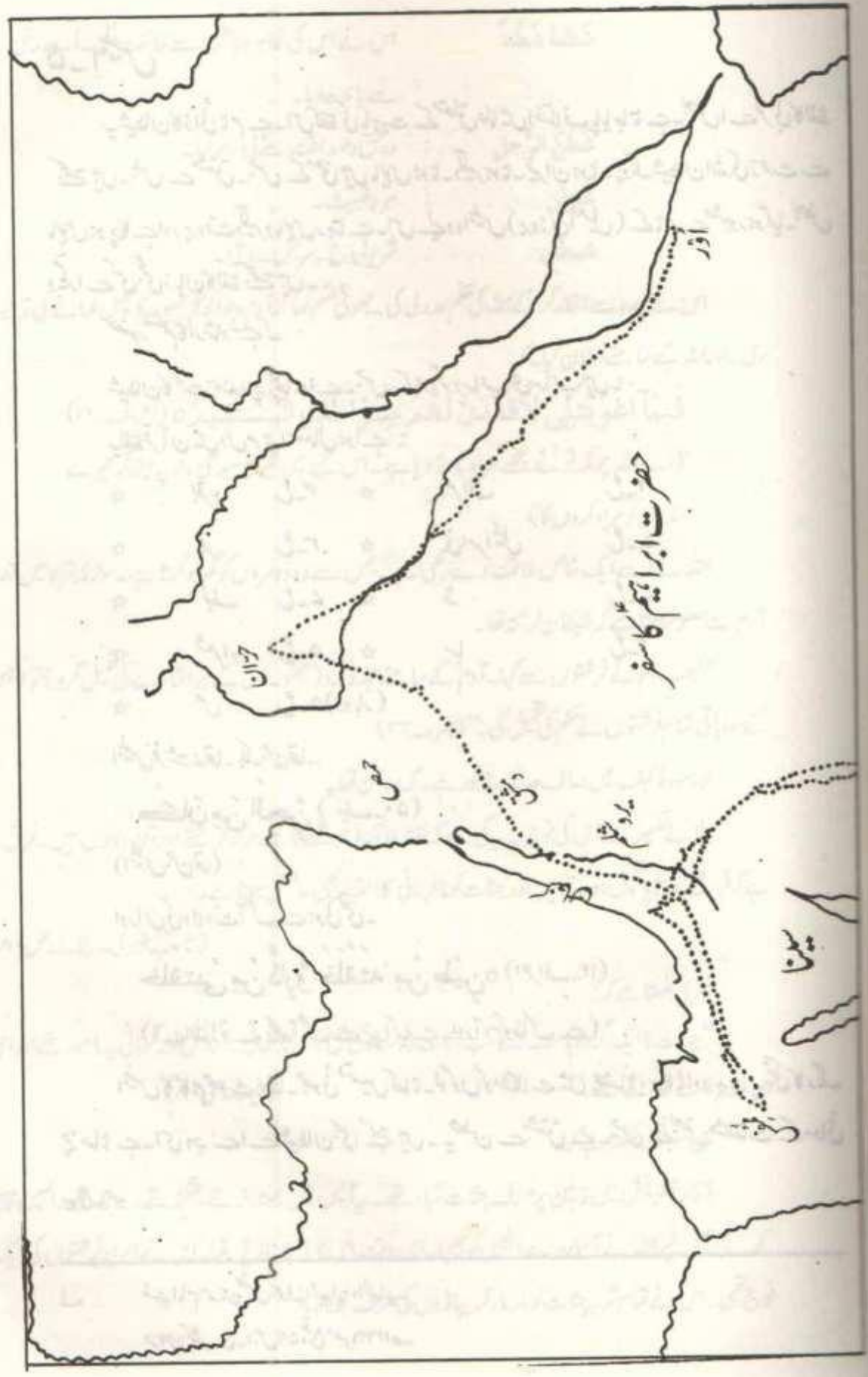
۱۔ قرآن حکیم

۶۔ ذاب ص ۳۳۰

۵۔ پیپلز ص ۲۸۷

۴۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا

۷۔ کتاب الہدیٰ۔ ۳۸۱



۵۔ ابلیس

یہ شیطان کا ذاتی نام ہے۔ اس لفظ کی ماہیت کے متعلق علما میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اسے عربی کا لفظ سمجھتے ہیں۔ بس سے مشتق۔ جس کے معنی ہیں مایوس ہونا۔ دلگیر ہونا۔ حیران ہونا۔ چونکہ شیطان اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے اور ہر وقت دلگیر و مایوس رہتا ہے۔ اس لیے وہ ابلیس (بروزنِ افعیل) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بعض دیگر اسے کسی عجمی زبان کا لفظ سمجھتے ہیں۔

حضور صلعم کا ارشاد ہے کہ:

شیطان کا تخت سمندر پر بچھا ہوا ہے۔ جس کے ارد گرد سانپ ہی سانپ ہیں۔

یہ لفظ قرآن میں دس مرتباً استعمال ہوا ہے:-

☆	بقرہ	ع-۴	☆	اعراف	ع-۲
☆	حجر	ع-۳	☆	بنی اسرائیل	ع-۷
☆	کہف	ع-۷	☆	طہ	ع-۷
☆	شعراء	ع-۵	☆	سبا	ع-۲
☆	ص	ع-۵ (دو بار)			

ابلیس فرشتہ نہ تھا۔ بلکہ جن تھا۔

كَانَ مِنَ الْجِنَّ (کہف-۵۰)

(ابلیس جن تھا)

اور اس کی ولادت آگ سے ہوئی تھی۔

خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (اعراف-۱۲)

(اے اللہ! تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور آدم کو خاک سے)

ابلیس کا کام جھوٹ بولنا۔ جھوٹی قسمیں کھانا۔ لوگوں کو مشکلات میں پھنسانا، بہکانا اور بدی پر نیکی کا رنگ

چڑھانا ہے۔ اسی وجہ سے اسے شیطان بھی کہتے ہیں۔ یہ شطن سے مشتق ہے۔ جس کے بعض مشتقات کے معانی

یہ ہیں:-

شَطَنُ الشَّيْطَانِ : اس نے اس کی ظاہر و باطن سے مخالفت کی۔ اُسے رسی

سے باندھ دیا۔

شَطَنَ الرَّجُلُ : وہ حق و صداقت سے دُور ہو گیا۔

شَايِطِن

: مروءت خیز۔

شیطان

: شریر روح۔ سرکش۔ باغی۔

اس نے سجدہ سے انکار کر کے اللہ کی حکم عدولی کی۔ جھوٹی قسم کھا کر آدم و حوا کو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کی ترغیب دی۔ اور اللہ کے سامنے اعلان کیا۔ کہ:

فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (اعراف-۱۶)

(اے اللہ چونکہ تو نے مجھے گمراہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے میں تیری سیدھی راہ پہ بیٹھ کر تیرے

بندوں کو گمراہ کروں گا)

اللہ نے اسے ایک خاص طاقت دے رکھی ہے۔ جس سے وہ دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ سورہ بقرہ میں قصہ آدم سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان فرشتہ تھا۔

”جب ہم نے فرشتوں سے کہا۔ آدم کے سامنے سجدہ کرو (جھکو۔ اس کے ہر اشارے کی تعمیل کرو) تو ابلیس کے سوا باقی تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی۔“ (بقرہ-۳۴)

اور سورہ کہف میں صاف صاف مذکور ہے۔ کہ وہ جن تھا۔

علمائے تفسیر نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ لفظ ملائکہ (فرشتے) سے مراد فرشتے اور جن دونوں ہیں۔ فرق یہ ہے کہ فرشتے سر تا پا تعمیل ہوتے ہیں اور جنات کو تا فرمانی کا اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔

(تاریخ طبری۔ ج-۱۔ ص ۸۰)

طبری لکھتا ہے کہ:

”جنات کا ایک گروہ یا سب کے سب جنات (جنت کی جمع) کی باغبانی۔ آرائش اور نگرانی پہ مامور تھے اور اسی

(ایضاً۔ ص ۸۰)

وجہ سے جنات کہلاتے تھے۔“

یہی مصنف لکھتا ہے کہ:

آغاز آفرینش میں زمین پر صرف جنات آباد تھے۔ یہ آپس میں ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ انہیں قابو کرنے کے لیے اللہ نے آسمان سے ابلیس کو بھیجا۔ اس وقت اس کا نام عزازیل تھا۔ اس کے ہمراہ فرشتوں کی ایک فوج تھی۔ اس نے تمام شریر جنات کو مار مار کر پہاڑوں کی طرف بھگا دیا۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ:

زمین پر خالص فرشتوں کی فوج آئی تھی۔ اور اس وقت ابلیس زمین پہ رہتا تھا۔ اور شرانگیزی کرتا تھا۔ چنانچہ فرشتے اُسے رسیوں میں جکڑ کر آسمانوں میں لے گئے۔ اس وقت یہ نوجوان تھا۔ جب وہاں اس کے اطوار ٹھیک ہو گئے۔ تو اللہ نے اسے جنات کا جج بنا کر زمین پر بھیج دیا۔ یہاں یہ ایک ہزار سال رہا۔ ان دنوں یہ الحارث اور الحکم کے نام سے معروف تھا۔ جب اللہ نے زمین پر ایک نئی مخلوق کو اپنا خلیفہ بنانا چاہا۔ تو اسے بھی آسمان پہ طلب کیا۔ اور آدم کو پیدا کرنے کے بعد سب کو اس کے سامنے سجدے کا حکم دیا۔ اس نے انکار کیا۔ تو نہ صرف ملعون و مردود بن گیا۔ بلکہ اس وقت سے ابلیس کہلانے لگا۔

مآخذ: ۱۔ شمس ص ۱۴۵، ۲۔ ذاس ص ۸۴، ۳۔ طبری ج ۱ ص ۸۰-۸۳، ۴۔ اعلام ص ۲۰، ۵۔ البدایہ والنہایہ ص ۵۹

۶۔ ابن مریم

(دیکھیے۔ عیسیٰ)

۷۔ ابن نوح

قرآن میں ہے کہ:

جب طوفان نوح آیا۔ اور نوح علیہ السلام اپنے پیروؤں، گھر والوں، جانوروں، موشیوں اور پرندوں کے ہمراہ کشتی میں سوار ہو گئے۔ تو ان کے ایک نافرمان بیٹے نے سوار ہونے سے انکار کر دیا۔ اس پر:-

”نوح نے اپنے بیٹے کو، جو الگ کھڑا تھا، آواز دی کہ اے بیٹے! آؤ۔ ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ اور نافرمانی نہ کرو۔ کہنے لگا۔ میں پہاڑ پہ چڑھ کر طوفان سے بچ جاؤں گا۔ فرمایا۔ آج اللہ کے عذاب سے وہی بچ سکتا ہے۔ جس پر وہ رحم کرے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان ایک لہر حائل ہو گئی اور وہ ڈوب گیا۔“ (ہود: ۴۳-۴۴)

ہمارے مفسرین لکھتے ہیں کہ اس بیٹے کا نام کنعان تھا۔

لیکن تو رات کہتی ہے کہ کنعان نوح کا پوتا اور حام کا بیٹا تھا۔

”حام کے چار بیٹے تھے۔ کوش۔ مصرانیم۔ قوط اور کنعان۔“ (پیدائش۔ ۶/۱۰)

کنعان طوفان کے بعد بھی زندہ رہا۔ اس کے ہاں گیارہ بیٹے ہوئے۔ یعنی:-

صیدا۔ حث۔ یبوسی وغیرہ

جو بحر شام کے ساحل پر لبنان سے غازہ تک پھیل گئے تھے۔ (پیدائش۔ ۱۵/۱۰۔ ۱۶)
 تو پھر وہ سوال ہنوز حل طلب ہے کہ ڈوبنے والے کا نام کیا تھا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ نوح کے چار بیٹے فرض کیے جائیں۔ جن میں سے ایک ڈوب گیا۔ یا پوتے (کنعان بن حام) کو بھی بیٹوں میں شامل سمجھا جائے۔
 مآخذ:- ۱۔ قرآن، ۲۔ ہابیل

۸۔ اپنے آدم

(آدم کے دو بیٹے ہابیل وقائیل)

”اے رسول! انہیں آدم کے دو بیٹوں کی کہانی سناؤ۔ دونوں نے قربانی پیش کی۔ ایک کی قبول ہو گئی اور دوسرے (قائیل) کی مسترد۔ اس نے اسے دھمکایا۔ کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ اللہ صرف نیک لوگوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے۔ اگر تم مجھ پہ ہاتھ اٹھاؤ گے۔ تو میں تم سے نہیں لڑوں گا۔ کہ میں رب کائنات سے ڈرتا ہوں۔ میرا منصوبہ یہ ہے۔ کہ تم میرے قتل کا گناہ اپنے دیگر گناہوں میں شامل کر کے جہنم میں پہنچ جاؤ۔ اور ظالموں کی جزا یہی ہے۔ پس اس کا دل بھائی کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ بالآخر اسے مار ڈالا۔ اور یوں وہ زیاں کار بن گیا۔ پھر اللہ نے اسے یہ سمجھانے کے لیے کہ لاش کو کہاں چھپائے۔ ایک کو ابھیجا۔ جس نے زمین کو کرید (اور کوئی چیز وہاں دبا دی)۔ قائیل کہنے لگا۔ اے کاش کہ میں کوئے جتنی عقل رکھتا۔ تو بھائی کی لاش کو دبا دیتا۔ اور یوں وہ اپنے کیے پہ شیمان ہو گیا۔“ (مائدہ ۲۷-۳۱)

تورات نے اس واقعہ کی چند اور تفصیل بھی بتائی ہیں۔ مثلاً:-

”ہابیل بھیڑ بکری کا چرواہا تھا اور قائن (قائیل) کسان تھا..... قائن اپنے کھیت کے حاصل میں سے ہدیہ لایا اور ہابیل اپنی پلٹھی اور موٹی بھیڑ بکریوں سے..... جب وہ دونوں کھیت میں تھے۔ تو یوں ہوا کہ قائن اپنے بھائی ہابیل پہ اٹھا اور اسے مار ڈالا..... تب خداوند نے قائن سے کہا۔ کہ اب تو زمین سے لعنتی ہوا..... تو زمین پر پریشان و آوارہ ہوگا..... سو قائن خداوند کے حضور سے نکل گیا۔ اور عدن کی پورب طرف ٹوڈی سرزمین میں جا رہا۔“ (پیدائش: باب ۴)

شارٹرانسائیکلو پیڈیا آف اسلام (ص ۱۱۵) نے چند حوالوں سے لکھا ہے کہ:-

حضرت آدم کی اولاد جوڑے جوڑے (بہن بھائیوں کا جوڑا) پیدا ہوتی تھی۔ اور کوئی بھائی اپنے جوڑے کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ وہ کسی ایسی بہن سے شادی کر سکتا تھا۔ جو کسی اور بھائی کے ہمراہ پیدا ہوئی۔ چونکہ قائیل کی بہن (توأم) ہابیل کی بہن سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس لیے اس نے اپنی بہن سے شادی کرنا چاہی۔

جس میں ہانبل مزاحم ہوا۔ جب یہ جھگڑا بڑھ گیا۔ تو دونوں نے قربانی دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آسمان سے ایک آگ اتری۔ وہ ہانبل کی قربانی کو تو جلا گئی۔ لیکن قاتیل کے نذرانے کے نزدیک تک نہ گئی۔ اس پر قاتیل نے ہانبل کو مار ڈالا۔ اس وقت ہانبل کی عمر بائیس سال تھی۔ وہ بھائی کی لاش کو سال بھر پیٹھ پہ اٹھائے پھرا۔ اور سوچ نہ سکا۔ کہ اسے کہاں پھینکے۔ بالآخر اس نے ایک مقام پر دو کوڑوں کو لڑتے دیکھا۔ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ اور پھر زمین میں دبا دیا۔ چنانچہ قاتیل نے بھی ہانبل کو دفن کر دیا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بعض سنن میں حضور صلعم کی یہ حدیث درج ہے کہ:-

جب بھی دنیا میں کوئی آدمی قتل کرتا ہے۔ تو اس کے گناہ کی سزا قاتیل کو بھی ملتی ہے۔

یا قوت حموی معجم البلدان (ج۔ ۷، "قاسیون") میں لکھتے ہیں کہ:

قاتیل نے ہانبل کو دمشق کے قریب جبل قاسیون کے ایک غار میں قتل کیا تھا۔

مآخذ:- ۱- شمس:- ص ۱۱۵، ۲- لقر:- ص ۱۲، ۳- ڈاس:- ص ۲، ۴- معجم البلدان:- ج۔ ۷

۹۔ ابولہب

(نیز دیکھیے۔ حملاء الخطب)

ابولہب عبد العزیٰ بن عبد المطلب حضور صلعم کا چچا تھا جس کا اونچا قد، بھاری جسم اور اس قدر مشتعل مزاج کہ لوگ اسے بولہب (شعلوں کا باپ) کہتے تھے۔

"ڈکٹری آف اسلام" (ص ۸) میں درج ہے کہ:

یہ لقب اسے خود حضور صلعم یا وحی نے دیا تھا۔

تمام تفاسیر، نیز بخاری میں یہ واقعہ دیا ہوا ہے۔ کہ جب یہ آیت:-

وَإِذْ رُعَشِيرُكَ الْأَقْرَبِينَ لَا (شعراء: ۲۱۳)

(اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ)

نازل ہوئی۔ تو آپ نے کوہ صفا پہ چڑھ کر بلند آواز سے قریش کی تمام شاخوں کو بلایا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے۔ تو فرمایا:

إِنِّي فَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيِ عَذَابٍ شَدِيدٍ

(کہ آنے والے شدید عذاب سے ڈرو)

اس پر عبد العزیٰ نے کہا:

تَبَالَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ. الْهَذَا جَمَعْتَنَا.

(تم پر دن بھر پھٹکار رہے۔ کیا تم نے اس بات کے لیے ہمیں جمع کیا تھا؟)

اس واقعہ کے معا بعد یہ سورۃ نازل ہوئی:-

تَبْتُ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبْتُ مَا آغْنِي عَنْهُ مَالُهُ وَمَا
كَسَبْتُ سَيَصْلَى نَارًا إِذْ ذَاتَ لَهَبٍ ۚ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ
الْحَطَبِ ۚ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

(ابولہب کے دونوں ہاتھ بے کار ہو گئے اور وہ خود بھی تباہ ہوا۔ اسے اس کی دولت تباہی سے
نہ بچا سکی۔ وہ بہت جلد اپنی فتنہ پسند بیوی سمیت بھڑکتی ہوئی آگ میں جلے گا۔ اور کھجور کی
چھال کی رسی اس کی بیوی کی گردن میں ہوگی۔)

”حَمَّالَةَ الْحَطَبِ“ کے لفظی معنی ہیں ”ایندھن اٹھانے والا“ مراد مقبذ۔ غماز، اور لگائی بجھائی کرنے والا۔
پنجابی زبان کا ایک محاورہ ”تیلی لگانا“ بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ ابولہب کی بیوی جنگل سے خاردار
شاخیں پیٹھ پہ اٹھالاتی اور حضور صلعم کی راہ میں بچھا دیتی تھی۔ اس لیے اس محاورے کا استعمال لفظاً بھی صحیح ہے۔
اس آیت کے تحت تفسیر جلالین کے حاشیہ (کمالین ص ۵۰۶) پر حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے منقول ہے کہ:
ابولہب کی بیوی جہنم میں بھی ایندھن اٹھانے کے کام پہ مامور ہے۔

جب ہجری کے دوسرے سال قریش معرکہ بدر کے لیے تیار ہوئے۔ تو اس مہم میں ابولہب خود شامل نہ ہوا۔
(کہتے ہیں کہ ڈر گیا تھا۔ یا بیمار تھا) بلکہ اپنے غلام عاصی سبن ہشام کو اپنی طرف سے بھیجا۔ جب اسے معرکہ بدر کا
انجام معلوم ہوا۔ تو غیظ و غضب سے کھولنے لگا۔ پہلے تو خبر رساں کی پٹائی کی۔ پھر بیمار ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس پر چیچک
کا حملہ ہوا تھا۔ سات دن بعد مر گیا۔ اس کی لاش اس حد تک مسخ ہو چکی تھی کہ اس کے بیٹے بھی اسے چھونے سے
ڈرتے تھے۔ کئی روز تک وہ گلٹی سڑتی رہی اور بالآخر اسے کرائے کے چند حبشیوں نے دفن کیا۔

۱۔ قرآن کا انداز یہ ہے کہ بعض اوقات کسی ایسے واقعہ کے لیے جس کا ظہور مستقبل میں یقینی ہوا افعال ماضی استعمال کرتا ہے۔
مثلاً قیامت کے متعلق:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ. يَا هَذَا يَوْمُ الْفُضْلِ جَمَعْنَاكُمْ

۲۔ حاشیہ نگار سلام اللہ ولہوی (۱۸۱۹ء) تھے (زاہد الحسینی۔ تذکرۃ المفسرین ص ۱۶۲)

۳۔ عاصی ایک آزاد آدمی تھا۔ ایک روز ابولہب سے بڑا کھلیا۔ ساری جائیداد (اپنے آپ سمیت) ہار دی۔ اور ابولہب نے
اسے اپنا غلام بنالیا۔ (شاس ص ۱۱)

اس کا فرزند عتبہ حضور صلعم کا داماد تھا۔ جب حضور صلعم نے نبوت کا اعلان کیا۔ تو اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی۔ اور عیسائیت قبول کر لی۔ کچھ عرصہ بعد یہ شام کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شیر نے اسے چیر پھاڑ ڈالا۔

ایک روایت کے مطابق یہ آٹھویں سال ہجری میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اور ۷۰ء میں وفات پائی تھی۔ لیکن حقیقت غالباً یہی ہے۔ کہ اسلام لانے کا شرف عتبہ کے بھائی کو حاصل ہوا تھا۔ نہ کہ عتبہ کو۔

مآخذ: ۱۔ شام۔ ص ۱۱، ۲۔ کمالین۔ ص ۵۰۶، ۳۔ تذکرۃ المفترین۔ ص ۱۶۲

۱۰۔ اَبُو یَہ (اپنے والدین کو)

مراد: حضرت یوسفؑ کے والدین ہیں۔

جب یوسفؑ کے بھائی مصر میں چوتھی مرتبہ گئے۔ تو ان کے ہمراہ حضرت یعقوبؑ اور ان کی ایک زوجہ بھی تھی۔ حضرت یوسفؑ کی اپنی والدہ راحیل کی وفات اس وقت ہوئی تھی۔ جب حضرت یعقوبؑ حان کو چھوڑ کر حبرون کی طرف جا رہے تھے۔ (دیکھیے ۱۹۹۔ ”یوسف“)

حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پہ بٹھایا۔ بھائیوں کو ارد گرد کھڑا کیا۔ اور پھر سب حضرت یوسفؑ کے سامنے تعظیماً جھک گئے۔

وَرَفَعَ اَبُو یَہ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا۔ (یوسف۔ ۱۰۰)

(یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پہ بٹھایا۔ اور تمام (گیارہ بھائی۔ ماں اور باپ) یوسفؑ کے سامنے سجدے میں گر گئے)

اور ساتھ ہی حضرت یوسفؑ پکارا ٹھے کہ:

”اے محترم باپ! یہ ہے میرے خواب (کہ گیارہ ستارے۔ ایک چاند۔ اور ایک سورج میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔) کی تعبیر۔“

حضرت یوسفؑ کے والد کا نام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم تھا۔ اور والدہ کا راحیل۔ یہ لابن بن بیتوئیل بن نحور بن آزر کی بیٹی تھی۔ اور حضرت یعقوبؑ کی حقیقی ماموں زاد۔ حضرت یعقوبؑ کی والدہ کا نام ربقہ تھا۔ یہ لابن کی بہن اور بیتوئیل کی بیٹی تھی۔ لابن حان میں رہتا تھا۔ جب حضرت یعقوبؑ بھی پھرتے پھرتے حان میں جا نکلے تو شہر کے باہر ایک کنوئیں پر:

”راحیل اپنے باپ کی بھیڑوں کے ساتھ آئی..... جب یعقوبؑ نے اپنے ماموں لابن کی

بٹی راحیل اور اس کے ریوڑ کو دیکھا۔ تو..... یعقوب نے لابن کے گلے کو پانی پلایا..... اور کہا کہ میں تیرے باپ کی برادری میں رقبہ کا فرزند ہوں۔ وہ دوڑی اور اپنے باپ کو اطلاع دی۔“ (پیدائش۔ ۲۹/۹۔ ۲۰)

اس کہانی کا باقی حصہ یوں ہے۔ کہ:

لابن نے حضرت یعقوب کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔ اور کہا کہ اگر تم سات برس تک میرا ریوڑ چراؤ گے۔ تو تمہیں راحیل دے دوں گا۔ جب سات سال گزر گئے۔ تو لابن نے پہلے اسے اپنی لمبوی لڑکی لیاہ دی۔ اور ایک ہفتہ بعد راحیل بھی حوالے کر دی۔ لیاہ سے چھ بچے پیدا ہوئے:

۱۔ روبن ۲۔ شمعون ۳۔ لاوی
۴۔ یہوداہ ۵۔ اشکار اور ۶۔ زبولون
راحیل سے دو:-

۱۔ یوسف اور ۲۔ بن یامین
راحیل کی کنیز (اور یعقوب کی منکوحہ) پلباہ سے دو، یعنی:-

۱۔ دان اور ۲۔ نفتالی
لیاہ کی کنیز زلفہ بھی یعقوب کے نکاح میں تھی۔ اس سے بھی دو بچے پیدا ہوئے:-

۱۔ جد اور ۲۔ اشیر

تو یہ تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے وہ بارہ فرزند جن سے بنو اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے اور وہ اتنے بڑھے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں مصر سے لے کر نکلے۔ تو ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ ہو چکی تھی۔ (کنفی: ۱/۳۶)
مآخذ: ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ بائبل

۱۱۔ احبار و رہبان

سورہ توبہ میں ہے:

اتَّخِذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ

(توبہ: ۳۱)

(اہل کتاب نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے مذہبی رہنماؤں کو خدا بنا لیا ہے)

۱۔ اُس زمانے میں یہ دستور تھا کہ پہلے بڑی لڑکی کی شادی ہوتی تھی، اور بیک وقت دو بہنوں سے بھی نکاح جائز تھا۔ اسی لیے لابن نے پہلے بڑی لڑکی کی شادی کی اور بعد ازاں چھوٹی کی۔ اور دونوں بیک وقت حضرت یعقوب کے نکاح میں رہیں۔

احبار جمع ہے حبس کی۔ جس کے معنی ہیں :- یہود کا مذہبی رہنما۔

اور رہبان راہب کی جمع ہے۔

جس کی تشریح صاحب المنجد نے یوں کی ہے :-

الرَّهْبُ مَنْ اعْتَزَلَ عَنِ النَّاسِ إِلَى ذَيْرٍ طَلَبًا لِلْعِبَادَةِ.

(راہب وہ ہے۔ جو عبادت کے لیے دنیا کو چھوڑ کر کسی معبد میں گوشہ نشین ہو جائے)

آتش پرستوں اور عیسائیوں کے رہنما راہب کہلاتے تھے۔

مآخذ: منتہی الارب و منجد

۱۲۔ اُحُد

گو قرآن میں اُحُد کا ذکر لفظاً نہیں ہوا۔ لیکن سورہ عمران کی آیات ۱۳۹-۱۵۴ میں جس جنگ کا ذکر ہے۔ وہ ہجری کے تیسرے سال اُحُد ہی میں ہوئی تھی۔ آغاز میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور قریش بھاگ نکلے۔ لیکن جب صحابہ کی وہ ٹولی جو جبل الرماۃ پر متعین تھی۔ مال غنیمت کی خاطر نیچے اتر آئی۔ تو خالد بن ولید نے اس مقام پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ اس میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے۔ اور ۷۰ زخمی۔ (بخاری)

افواج کی کیفیت یہ تھی۔ کہ قریش کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک تھی۔ ان میں سات سوزرہ پوش اور دونو گھڑ سوار تھے۔

اسلامی فوج میں صرف سات سو جانباڑ تھے۔ ان میں ایک سوزرہ پوش اور صرف دو یا تین گھڑ سوار تھے۔ یہ پہاڑ مسجد نبوی سے ساڑھے تین میل شمال میں شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی تین میل اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ فرلانگ ہوگی۔ شمالی دامن میں ٹھوس چٹانیں دیوار کی طرح استادہ ہیں اور بچ میں کوئی راستہ موجود نہیں۔

حضور صلعم نے میدان اُحُد میں پہنچ کر شرقی حصے میں پڑاؤ جمایا۔ تاکہ اگلی صبح جب جنگ شروع ہو۔ تو سورج ان کی پشت پر ہو۔ پہاڑ کی ایک چوٹی پر حضور ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو مقرر کیا۔ (اور اسی نسبت سے یہ چوٹی جبل الرماۃ کہلانے لگی) تاکہ دشمن عقب سے نہ آ سکے۔

جب مسلمان مال غنیمت پہ پل پڑے۔ تو کفار نے سنبھالا لے کر ایک زبردست حملہ کیا۔ ایک پتھر حضور صلعم کے روئے انور پر جا لگا۔ آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے۔ اور سامنے کے دانت شہید ہو گئے۔ جب قریش سب کچھ سمیٹ کر واپس چلے گئے۔ تو حضور ﷺ کو صحابہ نے ایک غار میں لٹا دیا۔ جو اُحُد کے شمال مشرقی حصے میں ذرا بلندی

پہ واقع تھی۔ اُحد کے میدان میں حضرت حمزہؓ اور دیگر شہداء کی قبریں آج بھی موجود ہیں۔ وہ گڑھا بھی، جس میں سرورِ کائنات ﷺ زخمی ہو کر گرے تھے۔ اور وہ غار بھی جس میں آپ ﷺ نے آرام فرمایا تھا۔

مآخذ: ۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی۔ ج۔ ۲ ص ۳۱، ۲۔ قرآن حکیم

۱۳۔ اَحْقَاف

اَحْقَاف۔ یہ حَقْف کی جمع ہے۔

معنی:۔ ریت کے لمبے اور ٹیڑھے ٹیلے۔

یہ ان ٹیلوں کا نام تھا۔ جو حضرت موت۔ عُمان اور صحرائے رُبْع الخالی کے مابین واقع تھی۔ قوم عاد انہی ٹیلوں میں رہتی تھی اور حضرت ہود علیہ السلام کا وطن بھی یہی تھا۔

شیخ عبدالوہاب بخاری، قصص الانبیاء میں لکھتے ہیں۔ کہ:-

حضرت موت کے ایک صاحب ثروت سید عبداللہ بن احمد بن یحییٰ علوی جو میرے ملنے والوں میں سے تھے۔ مسکن عاد کی تلاش میں نکلے۔ ان کے ہمراہ اربابِ علم کی ایک جماعت بھی تھی..... انہوں نے ایک مقام پہ کھدائی کی۔ تو وہاں سے سنگِ مرمر کے کچھ برتن برآمد ہوئے۔ جن پر خطِ مسماری میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ یہ لوگ قلیتِ سرمایہ کی وجہ سے کام کو جاری نہ رکھ سکے اور واپس آ گئے۔

مآخذ: ۱۔ معجم البلدان۔ حموی۔ ج۔ اول، ۲۔ لقر۔ ج۔ ۱ ص ۳۷

۱۴۔ اَحْمَدُ ﷺ

(نیز دیکھیے محمد ﷺ)

سورۃ الصف کی چھٹی آیت میں حضرت مسیحؑ کی یہ بشارت ملتی ہے:-

مُبَشِّرًا أَوْ رَسُولًا يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

(میرے بعد ایک ایسا رسول آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا)

آل حضرت صلعم کا ایک نام احمد بھی تھا۔ گو موجود چار انجلیوں (مقرس۔ متی۔ لوقا۔ یوحنا) میں بظاہر ایسی کوئی بشارت موجود نہیں۔ لیکن ہمارے مفسرین انجیل یوحنا کے فارقلیط (ستودہ۔ قابلِ تعریف) سے احمدی مراد لیتے ہیں۔ آرامی زبان میں اس کا ترجمہ مَنہننا ہے۔ جو صوتی لحاظ سے محمد ﷺ کے قریب ہے۔ انجیل یوحنا کی بعض بشارات

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مسیح کا ارشاد ہے:

”لیکن جب وہ مددگار آئے گا۔ جسے میں باپ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجوں گا۔ تو وہ میری گواہی دے گا۔“ (یوحنا: ۱۵/۲۷)

”میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا۔“ (ایضاً: ۱۶/۷)

اناجیل میں کسی آنے والے مددگار۔ ابن آدم اور روح صداقت کے متعلق متعدد بشارات ملتی ہیں۔ جن کی تشریح مسلم اور مسیحی علماء اپنے اپنے عقائد کے مطابق کرتے ہیں۔

لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں ایک اور انجیل برآمد ہوئی ہے۔ جو انجیل برنابا کے نام سے مشہور ہے۔ برنابا بھی حواریوں میں سے ایک تھا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق واضح بشارات موجود ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کو احمد کہا گیا ہے۔

یہ لفظ، حمد سے مشتق ہے۔ اور حمید یا حامد کا اسم تفضیل ہے۔

پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔

”بہت زیادہ قابل تعریف“

اور دوسری صورت میں:-

”خدا کی بہت تعریف کرنے والا“

یہ یاد رہے کہ:

احمد حضور صلعم کا صفاتی نہیں۔ بلکہ ذاتی نام ہے۔

مآخذ: ۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی۔ ج ۲۔ ص ۴۶، ۲۔ انجیل یوحنا۔ باب ۱۳۔ ۱۷،

۳۔ اعلام۔ ص ۲۹،

۱۵۔ اخاعاد

وَإِذْ كُنَّا أَخَاعَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ

(احقاف۔ ۲۱)

(عاد کے بھائی کا ذکر کرو۔ جس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا تھا)

مراد:- حضرت ہود علیہ السلام۔

دیکھیے۔ ۱۹۲۔ ”ہود“

۱۶۔ اُخْتُک

سورۃ ط میں ہے کہ:

جب حضرت موسیٰ کی والدہ نے موسیٰ کو نوکرے میں ڈال کر سپرد دریا کر دیا۔ تو اس کی بہن نوکرے کے ساتھ چل پڑی۔ جب اسے فرعون کی بیوی یا مٹی نے کھول کر دیکھا۔ اور اندر ایک پیارا بچہ پایا۔ تو وہ اسے گھر لے گئی۔ اب منسبت یہ بن گئی۔ کہ بچہ کسی کا دودھ نہ پیتا۔ اتنے میں موسیٰ کی بہن محل میں پہنچ گئی۔

اِذْ تَمْشِيْ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدْلٰكُمْ عَلٰی مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۚ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰی اٰمِلِكَ كَيْ تَقْرَءَ عَيْنُهٗا وَلَا تَحْزَنَ ۚ

(طہ۔ ۴۰)

(اے موسیٰ! وہ وقت یاد کرو۔ جب تمہاری بہن چلتے چلتے فرعون کے محل میں پہنچ گئی۔ اور بچے کو (بھوک سے روتا دیکھ کر) کہنے لگی۔ کہا میں تمہیں ایک ایسی عورت کا پتہ دوں۔ جو اس بچے کو سنبھال سکے۔ اس طرح ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس لوٹا دیا۔ تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس کا غم دور ہو جائے)

تورات میں ہے کہ اس کا نام مریم تھا۔ (خروج ۱۵/۲۰) یہ حضرت موسیٰ سے پندرہ سال بڑی تھی۔ اس کے شوہر کا نام خرتھا۔ (ذاب: ص ۴۱۹)

”ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا اور سب عورتیں دف لیے ناچتی ہوئی اس کے پیچھے چلیں اور مریم ان کے گانے کے جواب میں یوں گاتی تھی۔ کہ خداوند کی حمد و ثنا کرو۔ کہ وہ جلال کے ساتھ فتح مند ہوا ہے۔ اور اس نے گھوڑے کو سوار سمیت سمندر میں ڈال دیا ہے۔“ (خروج: ۱۵/۲۰-۲۱)

ایک مرتبہ حضرت مریم کو اللہ نے سزا بھی دی۔ ہوا یوں کہ:-

”موسیٰ نے ایک کوشی (حبشہ کی) عورت سے شادی کر لی۔ اس پر مریم اور ہارون موسیٰ کی بد

گوئی کرنے لگے..... اس پر مریم کوڑھ سے برف کی مانند سپید ہو گئی۔“

(کنفی: ۱۲/۱-۱۰)

تب حضرت ہارون و موسیٰ دونوں نے گڑ گڑا گڑ گڑا کر اللہ سے دعا کی۔ اور سات دن کے بعد مریم کو شفا ہو گئی۔

(کنفی: ۱۲/۱۵)

مریم کی وفات قیام حبشہ (۳۷-سال) کے آخری مہینوں میں ہوئی تھی۔ اور وہ قاوس میں دفن ہوئی۔

(کنفی: ۲۰/۱)

مآخذ:- ۱- ذاب- ص ۴۱۹، ۲- قرآن حکیم، ۳- بائبل،

۱۷- اُخت ہارون (مریم والدہ عیسیٰ)

جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو اٹھا کر بستی میں واپس آئیں۔ تو لوگوں نے اسے طعنوں سے چھید ڈالا۔ کوئی کیسے تسلیم کرتا کہ ایک دوشیزہ کے بطن سے حضرت عیسیٰ کی ولادت معجزانہ ہوئی تھی۔ طعنوں میں سے ایک یہ تھا:-

يَا لُحْتَ هُرُونْ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَلَنْتِ امْكِ

بَغِيَّةً صُلَ (مریم: ۲۸)

(اے ہارون کی بہن! نہ تو تمہارا باپ برا تھا۔ اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی)

گو تو رات۔ انجیل اور دیگر تورات میں مریم کی بہن بھائیوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ تاہم ممکن ہے کہ مریم کے کسی بھائی کا نام ہارون ہو، یا اللہ نے تقدس کی وجہ سے مریم کو ہارون کی بہن کہہ دیا ہو۔ لوگ عموماً کسی شاہ زور کو رستم کا بھائی اور خنی کو حاتم کا بھائی یا بیٹا کہہ دیتے ہیں۔ عربوں کے محاورے میں اس کے معنی فرزند بھی ہیں۔ یا اخا تمیم اور یا اخا ہاشم کے معنی ہوں گے۔ تمیم دہاشم کے فرزند۔

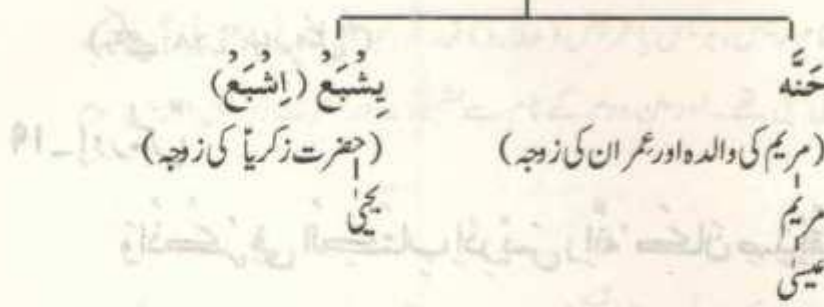
اور اُخت ہارون کا مفہوم ہوگا: ہارون کی بیٹی۔

محققین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ:-

مریم ہارون علیہ السلام کی پشت سے تھی۔

شاس (ص ۳۲۹) میں اس کا شجرہ نسب یوں دیا ہوا ہے:-

فَخُوذْ



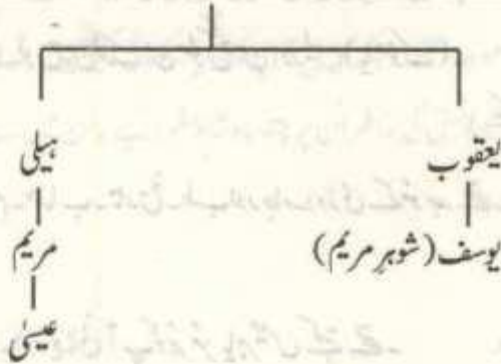
”زکریا کی بیوی ہارون کی اولاد سے تھی۔ اور اس کا نام ”یشبع تھا۔“ (لوقا: ۱/۵)

حیرت ہے۔ کہ شوہر لہمریم یوسف کے نسب نامہ میں۔ جو انجیل متی کے آغاز میں دیا ہوا ہے۔ ہارون کا نام

موجود نہیں۔ حالانکہ یوسف، مریم کا چچا زاد تھا۔

بائبل کی ڈکشنری (ص ۳۵۶۔ ”میری“) میں اس کا نسب نامہ یوں دیا ہوا ہے:-

مَتَّان



مریم کے والد کا نام انجیل میں بیلی اور قرآن میں عمران ہے۔ یہ اختلاف بعض دیگر ناموں میں بھی ملتا ہے۔

مثلاً:- بائبل کے تارح، جیکب، جتھر و اور جان کو قرآن نے آزر۔ یعقوب۔ شعیب اور یحییٰ کہا ہے۔ اور یہی صورت

عمران و بیلی کی ہے۔

نیز دیکھیے: ۱۷۴۔ ”مریم“

مآخذ: ۱۔ شاس ص ۳۲۹، ۲۔ باؤ۔ ص ۳۵۶، ۳۔ متی۔ ۱/۸، ۴۔ لوقا۔ ۱/۸،

۵۔ قرآن مقدس، ۶۔ اعلام۔ ص ۳۲،

انجیل میں درج ہے ”جب مریم کی معنی یوسف سے ہوگئی تو اُن کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے

حاملہ ہوگئی۔ (متی: ۱/۱۸)

۱۸۔ اخوان یوسف

(دیکھیے: ۶۸۔ ”بنو اسرائیل“)

۱۹۔ ادریسؑ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيسَ زَاثَهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝۶۹

(مریم: ۵۶)

(کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے۔ وہ ایک راستہ باز نبی تھا)

بیضاوی لکھتا ہے کہ حضرت ادریس حضرت نوح کے آباء میں سے تھے۔ (بحوالہ ڈاس: ص ۱۹۲)

ڈاب (ص ۱۷۷) میں ہے کہ یہ آدم کی پشت میں سے ساتویں تھے۔ بائبل کے مطابق آپ کا نام حوک تھا۔ شجرہ یہ ہے:-

حوک (ادریس) بن یارد۔ بن مہلائل بن قینان بن ائوس بن ہیث بن آدم۔

یہ حضرت نوح کا پڑدادا تھا۔ نوح بن لمک بن مٹوئح بن ادریس (یا حوک)۔

(دیکھیے۔ پیدائش ۵/۲۱-۲۹)

آپ تحریر (خطاطی)۔ نجوم۔ حساب۔ تاریخ۔ طب اور جامہ دوزی کے موجد تھے۔

(شاس: ص ۱۵۸)

آپ کی عمر ۳۶۵ برس تھی۔ اور یونانی آپ کو ہرمز یا ہرمیس کہتے تھے۔

(ایضاً: ص ۱۵۹)

صحیفہ ادریس

آپ کو ایک صحیفہ بھی ملا تھا۔ جو حبشہ میں آج بھی موجود ہے۔ اور جس کے ایک ترجمہ (بزمان حبشہ) کے تین مخطوطے، انگلستان کے ایک محقق مسٹر بردس، ۱۷۷۳ء میں، انگلستان لے گئے تھے۔ یہ ترجمہ چوتھی صدی عیسوی کے اواخر میں کسی یونانی صحیفے سے ہوا تھا۔ لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ یونانی صحیفہ اصل تھا۔ یا کسی عبرانی کتاب کا ترجمہ۔

(ڈاب: ص ۱۷۷-۱۷۸)

صحیحین میں ہے کہ: جب حضور ﷺ معراج پہ گئے۔ تو آسمان چہارم پر حضرت ادریسؑ سے بھی ملے تھے۔

(بحوالہ لقر۔ ج ۱۔ ص ۵۳)

قفطی لسی تو ضیح

حضرت ادریسؑ کا یونانی نام ارمیس، ہرمیس یا طرمیس (عطارد) تھا۔ اور عبرانی خنوخ یا اخنوخ۔ آپ کے استاد کا نام اغناذیمون تھا۔ یہ بھی نبی تھے۔ اور سین دوم کے نام سے مشہور۔ اور حضرت ادریس اور سین سوم کہلاتے تھے۔

اورین کے معنی ہیں: نیک بخت

علماء کے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ ادریس بابلؑ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور وہیں بڑے ہوئے۔ آپ کو اپنے ایک جد امجد شیث بن آدم کا علم دیا گیا تھا۔

علامہ شہرستانی (۱۱۷۳ء) فرماتے ہیں۔ کہ شیث ہی اغناذیمون تھا۔ جب حضرت ادریس عمر نبوت کو پہنچے۔ تو اللہ نے آپ کو آدم و شیث کی شریعت الہاماً عطا کی۔ لیکن قوم نہ مانی اور آپ بابل کو چھوڑ کر مصر میں نیل کے کنارے جا آباد ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے کچھ پیرو بھی تھے۔ آپ کی وجہ سے وہ مقام یا وادی بابلیمون کے نام سے معروف ہو گئی۔ آپ کے پیروؤں نے جگہ جگہ بستیاں آباد کر لیں۔ جن کی تعداد ۱۸۸ تھی۔

آپ نہ صرف حکمت کے موجد تھے۔ بلکہ یہ چیز آپ کو دیا سکھائی گئی تھی۔ جب آپ کے پیرو دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ تو آپ نے نظم و نسق کی خاطر ان پر چند بادشاہ مقرر کیے۔ ان میں سے چار کے نام یہ ہیں:-

- ۱۔ ایلاؤس
- ۲۔ زؤس
- ۳۔ اسقلیمیوس۔ اور
- ۴۔ زؤس امون یا ایلاؤس امون یا سیلوخس (حکمائے عالم: ص ۱۸)

ادریسؑ کا حلیہ

اونچا قد۔ حسین چہرہ۔ کشادہ جبین۔ گھنی ڈاڑھی۔ فراخ کندھے۔ چوڑا سینہ۔ سیاہ اور روشن آنکھیں۔ رقار و گرفتار میں متانت۔ ہر وقت سوچ میں محو۔ اور دوران کلام آتش شہادت کو بہلاتے رہتے تھے۔ آپ کی خاتم پر یہ الفاظ کندہ تھے:-

۱۔ قفطی: جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف بن ابراہیم بن عبدالواحد الشیبانی القفطی (۵۶۸ھ-۶۴۶ھ) معین مصر کے ایک شہر قفط میں پیدا ہوا تھا۔ موزخ۔ فلسفی اور سیاست دان۔ یاقوت حموی نے معجم فی دباء (ج: ۵ ص ۴۸۴) میں اس کی چودہ تصانیف کے نام دیے ہیں۔ ان میں سے مشہور ترین تاریخ الحکماء ہے جس کا اردو ترجمہ حکمائے عالم کے عنوان سے میں نے کیا تھا۔ نیز تاریخ المین، تاریخ السلجوقیہ وغیرہ۔

۲۔ سریانی زبان میں نہر کو بابل کہتے ہیں چونکہ بابل دونہروں یعنی دجلہ و فرات میں گھر اہوا تھا۔ اس لیے بابل کے نام سے مشہور ہو گیا۔

”کامرانی ایمان و صبر کا نتیجہ ہے۔“

آپ کے کمر بند پہ مرقوم تھا:-

”مذہبی زندگی کی تکمیل جواں مردی کی انتہا ہے۔“

ایک اور کمر بند پہ لکھا تھا:-

”اللہ کے ہاں سب سے بڑی سفارش نیک اعمال ہیں۔“

اقوال ادریسؑ

- ۱۔ اللہ کا شکر یہ ادا کرنا سہل ہے۔ اور لوگوں کا مشکل۔
 - ۲۔ جھوٹے کو قسم نہ دو۔ ورنہ اس کے گناہ میں برابر کے شریک سمجھے جاؤ گے۔
 - ۳۔ علم و حکمت سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ ۴۔ قناعت کو چھوڑنے والا کبھی دولت مند نہیں بن سکتا۔
- ادریسؑ طوفان نوح سے پہلے گزرے تھے۔ ابو معشر بلخی (۳۰۰ھ کے قریب زندہ) لکھتا ہے۔ کہ طوفان نوح کی خبر ادریسؑ ہی نے دی تھی۔ اور عبادت گاہیں بھی آپ ہی نے بنوائی تھیں۔ آپ نے ایسے نقاش خانے تعمیر کرائے تھے۔ جن میں تمام صنعتوں کی تشریح تصاویر سے کی گئی تھی تاکہ طوفان سے مٹ نہ جائیں۔ آپ کی عمر بیاسی سال تھی۔
- مآخذ:- ۱۔ حکمائے عالم۔ ص ۱۸-۲۵، ۲۔ لقر۔ ج۔ ۱ ص ۵۳، ۳۔ ڈاس۔ ص ۱۹۲، ۴۔ شاس۔ ص ۱۵۸، ۵۔ قرآن حکیم، ۶۔ بائبل،

۲۰۔ اَدْنٰی الارض

سورہ روم کی ابتدائی آیات میں قیصر و کسریٰ کی ایک جنگ کا ذکر ہے۔ جو کئی سال تک جاری رہی۔ اور ۶۱۵ء یا ۶۱۷ء میں روم کی شکست پر ختم ہوئی۔ یہ جنگ ”ادنی الارض“ میں ہوئی تھی۔

ادنی کے معنی ہیں: ”قریب ترین“

اور ارض کے معنی ہیں: ”زمین“

صاحب کمالین اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

الْمَرَادُ بِالْأَرْضِ أَرْضُ الرُّومِ وَقَرَّبَهُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى عُدُوِّهِمْ
فَارِسٍ وَالْمَرَادُ بِهِ جَزِيرَةُ ابْنِ عُمَرَ وَقِيلَ الْمَرَادُ قَرَّبَهُ
بِالنِّسْبَةِ إِلَى أَرْضِ الْعَرَبِ بَيْنَ أَذْرَعَاتٍ وَبُصْرَى.

(حاشیہ جلالین ص ۳۳۹)

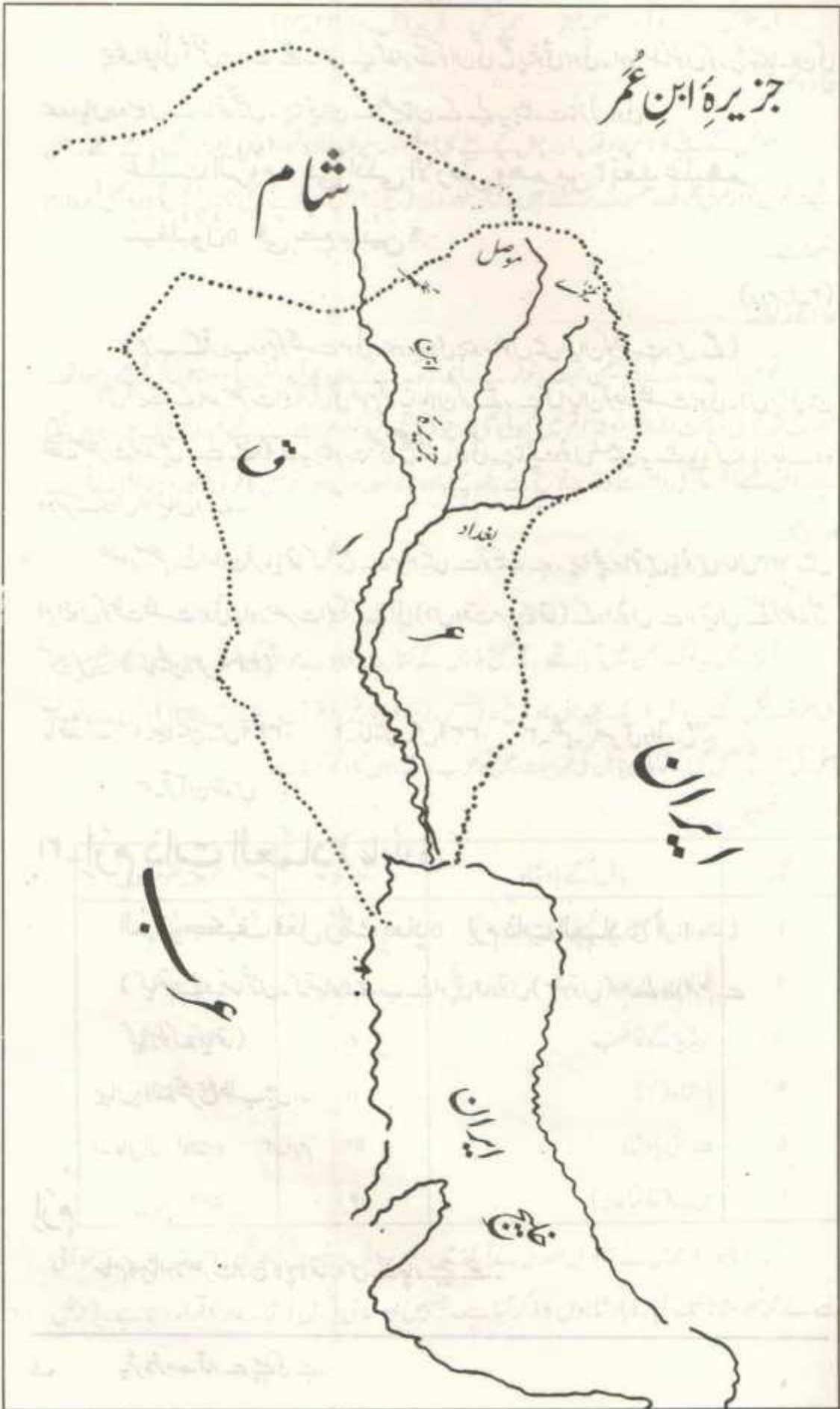
(”ارض“ سے مراد ارض روم ہے۔ اور ”ادنی“ سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جو ایران کے قریب

تھا۔ یعنی جزیرہ ابن عمر۔ ایک اور رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جو عرب کے

قریب تھا۔ مثلاً: اذرعَات (شام کا ایک شہر) اور بُصْرَى (شام) کا درمیانی خطہ)

جزیرہ ابن عمر موصل کے جنوب میں دجلہ و فرات کے درمیانی دو آبے کا نام ہے۔

جزیره ابن عمر



چونکہ ایرانی آتش پرست تھے۔ اس لیے کفار مکہ کو ان کی فتح پر خوشی ہوئی۔ اور مسلمانوں کو رنج پہنچا۔ ان کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ ان کے اطمینان کے لیے یہ بشارت نازل ہوئی:-

غَلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِيْ اَذْنٰى الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْۢ مُّبْعَدٍ غَلِبَهُمْ
سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بَضْعِ سِنِيْنَ ۝

(روم: ۲-۳)

(عرب کے قریب روم کو شکست ہوئی۔ اور یہ رومی چند سالوں میں ایران کو شکست دیں گے)
اس آیت کے بعد حضرت ابو بکرؓ گلی گھوم کر یہ اعلان کرتے رہے کہ ایران کو جلد شکست ہوگی۔ اس پر ابی بن خلف حضرت صدیقؓ سے کہنے لگا کہ یہ بشارت کبھی صحیح نہیں ہوگی۔ چنانچہ دونوں اس میں یہ طے پایا کہ جو ہار جائے وہ دوسرے کو دس اونٹیاں دے۔

حضور صلعم نے اعلان فرمایا تھا کہ بضع سے مراد تین سے نو تک ہے۔ چنانچہ ساتویں یا نویں سال ۶۲۳ء میں ایرانیوں کو سخت شکست ہوئی۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے ابی (اس وقت مرچکا تھا) کے وارثوں سے اونٹیاں لے کر صدقہ کر دیں۔ (کمالین: ص ۳۳۹)

مآخذ:- ۱۔ جلالین۔ ص ۳۳۹، ۲۔ کمالین۔ ص ۳۳۹، ۳۔ معجم۔ "بصری واذرع"،
۴۔ قرآن مقدس

۲۱۔ اِرَمِ ذَاتِ الْعِمَادِ (عَادِ اُولٰٓئِ)

اَلْمُرْتَفَعُ كَيْفَ فَعَلَ رَتُّكَ بَعَادِ ۝ اِرَمِ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ (نجر: ۶-۷)

(کیا تم نے دیکھا نہیں۔ کہ تمہارے رب نے اونچی عمارتوں (ستونوں) والے عادِ اِرم سے کیا سلوک کیا تھا)

یہاں دو لفظ تشریح طلب ہیں:-

۱۔ عاد اور ۲۔ اِرم

اِرم

سام کا بیٹا اور حضرت نوح کا پوتا تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے:-

۱۔ غرض ۲۔ خول ۳۔ جبر ۴۔ مش (پیدائش ۲۳/۱۰-۲۴)

عاد و ثمود

غرض کے بیٹے کا نام عاد تھا۔ اور جبر کے بیٹے کا نام ثمود۔ چونکہ عاد و ثمود دونوں ارم کے پوتے تھے۔ اس لیے دونوں کو ارم کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ ابن خلدون (ج ۲، ص ۷) نے اپنی تاریخ میں ثمود کو بھی ثمود ارم لکھا ہے۔

عاد کا زمانہ

قوم عاد کے زمانے کی تعیین بہت دشوار ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس کا ظہور تقریباً ۲۵۰۰ سال ق م میں ہوا تھا۔ حضرت نوح کی وفات اندازاً ۳۵۰۰ ق م میں ہوئی تھی۔ چونکہ ایک فرد کو قوم بننے کے لیے کم از کم ایک ہزار سال لگتا ہے۔ اس لیے اگر عاد کی ولادت وفات نوح سے کچھ پہلے اور کچھ بعد ہوئی ہو۔ تو اس کا قومی ظہور ۲۵۰۰ ق م کے قریب ہوا ہوگا۔

مساکن عاد

آغاز میں یہ لوگ یمن میں آباد تھے۔ پھر خلیج فارس کے کنارے عراق کی طرف بڑھے۔ پھر شام و مصر کی طرف نکل گئے۔ بابل کا ایک کلدانی مورخ بُروشس (بحوالہ ارض القرآن: ج ۱، ص ۱۳۵) جس نے قدیم بابل کی تاریخ لکھی تھی۔ شاہان بابل کی فہرست میں نو عرب بادشاہوں کا ذکر کرتا ہے۔ تفصیل یہ ہے:-

شمار	بابل کے بادشاہ	تعداد	عرصہ حکومت
۱	طوفان نوح سے پہلے کے بادشاہ	۱۰	نامعلوم
۲	طوفان کے بعد	۸۶	نامعلوم
۳	میڈیا کے غاصب	۸	۲۲۴ سال
۴	بادشاہ (?)	۱۱	۲۴۸ سال
۵	کلدانی بادشاہ	۴۹	۴۵۸ سال
۶	عرب (غالباً عاد)	۹	۲۲۵ سال

آر۔ ڈبلیو۔ ارجس نے بیسویں صدی کے آغاز میں شورو بابل کی تاریخ لکھی تھی۔ اس میں اس نے سموآبی سے لے کر سمنستان تک گیارہ بادشاہوں کا ذکر کیا ہے۔ جنہیں وہ سامی النسل (شاید عاد) قرار دیتا ہے۔ (ارض

القرآن: ج ۱۔ ص ۱۴۲)۔ ان میں مشہور اور اہم ترین حمورابی تھا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کا ہم عصر تھا۔ تورات کا اموراہیل دراصل حمورابی ہی تھا۔ یہ بہت بڑا مقنن تھا۔ اس کے قوانین بابل کے ایک مینار پہ کندہ تھے۔ اور یہ اتنے عمدہ تھے۔ کہ بعض محققین، تورات کے دس احکام کو انہی کا عکس یا چرہ بچھنے لگے۔
راجرس کے مطابق شاہان بابل کی ایک فہرست یہ ہے:-

شمار	بادشاہ	مدت حکومت	از	تا
۱	سموآبی	۱۵ سال	۲۲۵۳	۲۲۴۰ ق م
۲	سمولینو	۳۵ سال	۲۲۴۰	۲۲۰۵ ق م
۳	ذابو	۱۴ سال	۲۲۰۵	۲۱۹۱ ق م
۴	اگلین	۱۸ سال	۲۱۹۱	۲۱۷۳ ق م
۵	سن مہلیط	۳۰ سال	۲۱۷۳	۲۱۴۳ ق م
۶	حمورابی	۵۵ سال	۲۱۴۳	۲۰۸۸ ق م
۷	سموالونا	۵۳ سال	۲۰۸۸	۲۰۳۵ ق م
۸	ابی۔شوع	۸ سال	۲۰۳۵	۲۰۲۷ ق م
۹	عمی۔ستانا	۲۴ سال	۲۰۲۷	۲۰۰۳ ق م
۱۰	عمی۔صادقا	۲۱ سال	۲۰۰۳	۱۹۸۲ ق م
۱۱	سمو۔ستانا	۳۱ سال	۱۹۸۲	۱۹۵۱ ق م

(ارض القرآن: ج ۱۔ ص ۱۴۳)

جب حضرت موسیٰؑ اسرائیل کے ساتھ طور کے قریب ایک مقام رفیدیم میں پہنچے۔ تو عمالقد نے ان پر حملہ کر دیا۔ لیکن شکست کھائی۔ بعد میں انہوں نے کنعانیوں کے ساتھ مل کر دوبارہ حملہ کیا۔ (کنفی: ۱۴/۴۵) اور فتح حاصل کی۔ یہ ایک دفعہ حضرت داؤدؑ (۱۔۱۱ یا ۹۶۰ ق م) سے بھی الجھ پڑے تھے اور ایسے پٹے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔

(یسوئیل: ۳۰/۲۷)

یہ قبائل (عمالقد) عملیق بن لوز بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ لوز ارم کا بھائی اور عاد کے باپ غوض کا چچا تھا۔ دونوں سام کی پشت سے تھے۔ یہ خلیج فارس کے ساحل سے اٹھ کر صحرائے سینا میں گئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ پہلے عاد ہی کہلاتے ہوں۔ اور صحرائے سینا میں پہنچ کر ان کا نام بدل گیا ہو۔

ابن خلدون لکھتا ہے۔ (بحوالہ ارض القرآن: ج۔ ۱ ص ۱۴۷) کہ کسی وقت مصر کے ایک فرعون نے عمالقہ سے فوجی امداد مانگی تھی۔ وہ آئے اور مصر پہ قابض ہو گئے۔
ابن تھیمہ کہتے ہیں:-

فَمِنْهُمْ الْعَمَالِيقُ أَمَرُوا قَوَا فِي الْبُلْدَانِ وَمِنْهُمْ فَرَاغَةُ

مِصْرُ. (کتاب العارف: ص ۱۰)

(ان قبائل میں عمالیق بھی تھے۔ یہ لوگ مختلف ممالک میں پھیل گئے تھے۔ اور مصر کے فرامین بھی انہی میں سے تھے)

ابن خلدون عاد و عمالقہ کا اس طرح ذکر کرتا ہے۔ گویا دونوں کا باہم اتحاد تھا۔ اور دونوں مل کر بابل اور مصر پہ حملہ آور ہوئے تھے۔

إِنَّ قَوْمَ عَادٍ وَالْعَمَالِقَةَ مَلَكَو الْعِرَاقَ

(بحوالہ ارض القرآن: ج۔ ۱ ص ۱۳۳)

(عاد اور عمالقہ عراق کے مالک ہو گئے تھے)

مانی ٹو اسکندریہ کا ایک مؤرخ ہے۔ جس نے ۲۶۰ ق م میں مصر کی ایک تاریخ لکھی تھی۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ مصر کے بادشاہ طیمناؤس کے زمانے میں مشرق کی طرف سے چند شریروں نے مصر میں گھس آئے اور انہوں نے ہمارے ملک پہ قبضہ کر لیا۔ ان کے چند بادشاہوں کے نام یہ ہیں:-

۱۔ سلاطیس۔ عرصہ حکومت ۳۰ سال

۳۔ ابوفیس۔ عرصہ حکومت ۳۶ سال

۲۔ بیون۔ عرصہ حکومت ۴۴ سال

۴۔ ایس۔ عرصہ حکومت ۴۹ سال

یہ عرب تھے۔ جو ۵۱۱ برس تک مصر پہ قابض رہے۔ (ارض: ج۔ ۱ ص ۱۴۹)
بعض روایات عرب میں پہلے فاتح مصر کا نام حذاد ملتا ہے۔ جو یمن سے مصر میں گیا تھا۔ سلاطیس اور حذاد ہم معنی الفاظ ہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ سلاطیس ہی حذاد ہو۔
مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے:

ثُمَّ مَلِكٌ بَعْدَهُ مَلِكٌ آخِرٌ مِّنَ الْعَمَالِقَةِ يُقَالُ لَهُ الرِّيَّانُ بْنُ

الْوَلِيدِ وَهُوَ فِرْعَوْنُ يُوْسُفَ ثُمَّ مَلِكٌ فِرْعَوْنُ مُوسَى.

(ایضاً: ص ۱۵۳)

(اس کے بعد عمالقہ کا ایک اور بادشاہ تخت نشین ہوا۔ جس کا نام ریان بن ولید تھا اور یہ تھا

یوسفؑ کا فرعون..... اور پھر فرعون موسیٰ کا زمانہ آیا

جارج رالنسن، جو اوکسفرڈ میں تاریخ کا پروفیسر تھا اور مصر کی تاریخ قدیم کا مصنف لکھتا ہے:-
 ”مصر پانچ سلطنتوں میں بٹ کر کمزور ہو گیا تھا۔ اس لیے ایک طاقتور دشمن ۲۰۸۰ ق م میں شمال
 مشرق کی طرف سے آیا اور مصر پر چھا گیا..... یہ حملہ آور چرواہے تھے۔ جو شام یا عرب کے
 صحراؤں سے تھے۔“ (ایضاً: ص ۱۵۶)

مصر کے ایک فاضل علامہ رفاعہ بیک فہاوی نے آج سے سو سال پہلے مصر کی ایک تاریخ انوار توفیق الجلیل کے
 نام سے لکھی تھی۔ جو ۱۲۸۵ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ عمالقہ، عرب سامیہ اور مصر کے چرواہے بادشاہ
 ایک ہی تھے۔ (ایضاً: ص ۱۵۷)

عاد اور قرآن

عاد ایک عظیم قوم تھی۔ جو یمن سے بابل اور بابل سے مصر تک چھا گئی تھی۔ کتنے ہی فرعون تھے جو عاد ارم سے
 تعلق رکھتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ ان میں سے بعض اہرام کے بانی بھی ہوں۔

الْمُرْتَضَى كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ إِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۖ (نجر: ۷۶-۷۷)
 (کیا تم نے دیکھا نہیں۔ کہ تمہارے رب نے اونچی عمارات والے عاد ارم سے کیا
 سلوک کیا تھا)

اونچی عمارات سے غالباً اہرام مراد ہیں۔

یا قوت معجم میں لکھتا ہے کہ:

”عاد کے ایک بادشاہ شہدہ نے صنعاء اور حضرموت کے درمیان ایک شہر بنوایا تھا۔ جس کی
 عظیم عمارات میں سنگ مرمر کے بے شمار ستون، چشمے اور باغ تھے۔ اس کا نام ارم تھا۔ جب
 یہ شہر تیار ہو چکا۔ تو شہدہ اپنے تمام امراء و وزراء کے ساتھ اسے دیکھنے کے لیے گیا۔ ناگہاں
 گھٹا چھا گئی۔ اور بادل اس زور سے کڑکا۔ کہ سب ہلاک ہو گئے۔“

(معجم: ج ۱۔ ارم)

سید سلیمان اس روایت کو فرضی قرار دیتے ہیں۔ (ارض: ج ۱۔ ص ۱۶۵)

مساکن عاد کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

وَإِذْ كُنَّا أَخَا عَادٍ ط إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ. (احقاف: ۲۱)

(عاد کے بھائی) کا ذکر چھیڑو۔ جس نے قوم کو ریگستان میں ڈرایا تھا)

اس ریگستان سے عموماً وہ صحرا مراد لیا جاتا ہے۔ جو عمان۔ نجد۔ حضرموت اور نجران کے درمیان واقع ہے۔

آیہ ذیل سے پتہ چلتا ہے۔ کہ عاد کا زمانہ قوم نوح کے معاصر تھا:-

وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْكُمْ بَعْدَ قَوْمِ نُوحٍ. (اعراف: ۶۹)

(یاد کرو۔ کہ اللہ نے قوم نوح کی تباہی کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنادیا تھا)

عادِ اولیٰ

ہمارے مورخین نے عاد کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ عادِ اولیٰ۔ جس کا زمانہ اندازاً ۲۵۰۰ سے ۱۵۰۰ ق م

تک تھا۔ اس کے بعد ثمود کا دور آیا۔ جو حضرت مسیح سے چھ سو یا سات سو سال پہلے ختم ہوا تھا۔ (شاس: ص ۵۹۲)

ثمود کو عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ اندازے یقینی نہیں۔ بلکہ محض قیاسی ہیں۔ جو ضعیف سے تاریخی شواہد کی بناء پر

قائم کیے گئے ہیں۔ عاد کی یہ تقسیم (اولیٰ و ثانیہ) قرآن میں بھی ملتی ہے۔

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادَانَ الْأُولَىٰ وَثَمُودَ ۖ فَمَا أَبْقَىٰ (نجم: ۵۰-۵۱)

(اللہ نے عادِ اولیٰ کو تباہ کیا۔ اور ثمود کو بھی باقی نہ چھوڑا)

کچھ اور تفصیل ۷۹۔ ”ثمود“ کے تحت دیکھیے۔

مآخذ:- ۱۔ ارض القرآن۔ ج ۱، ص ۱۲۹-۱۶۸، ۲۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۳۱۲-۳۳۵،

۳۔ ابن خلدون۔ ج ۲، ص ۷، ۴۔ ابن قتیبہ۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰،

۵۔ رفاعہ بیگ طہاوی۔ انوار توفیق الجلیل، ۶۔ معجم۔ ج ۱، ”ارم“،

۷۔ شاس۔ ص ۵۹۲، ۸۔ قرآن مقدس،

۲۲۔ ازواج النبی (نساء النبی)

حضور صلعم ایک تاریخی شخصیت تھے۔ آپ کے ہر قول و عمل کو ہزاروں راویوں نے نقل کیا ہے۔ لیکن آپ ﷺ

کی ازواج مطہرات کے متعلق روایات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی ان کی تعداد گیارہ، کوئی تیرہ، کوئی پندرہ

اور کوئی زیادہ بتاتا ہے۔ آپ ﷺ کی بارہ ازواج ایسی ہیں، جن کا ذکر اکثر سیرت نگاروں نے کیا ہے۔ ان کے

کوائف درج ذیل ہیں:-

شمار	نام	بیوہ یا باکرہ یا مطلقہ	پہلا شوہر	پہلے شوہر سے اولاد	حضور سے کب نکاح ہوا	اولاد رسول	وفات
۱	خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قسّی		۱۔ ابو ہالہ ۲۔ عتیق بن عائد الکحروی	ہند اور ہالہ ہند	۵۹۵ء اس وقت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی اور حضور ﷺ کی ۲۵ سال	فاطمہ۔ زینب۔ رقیہ۔ اُمّ کلثوم۔ قاسم۔ طیب۔ طاہر اور عبد اللہ	۱۱ رمضان ۱۰ نبوی ۶۲۰ء
۲	سودہ بنت زمرہ بن قیس بن عبد شمس	بیوہ	سکران بن عمرو	عبد الرحمن	۱۰ نبوی	-	۵۴ھ
۳	عائشہ بنت ابی بکر الصديق	باکرہ	-	-	۱۰ نبوی اور رخصت ۲ھ میں	-	۵۷ھ
۴	حفصہ بنت عمر بن خطاب	بیوہ	نخعیس بن حذافہ الکسبی	-	۲ھ	-	۴۵ھ
۵	زینب بنت خزیمہ بن حرث بن عبد اللہ	بیوہ	پہلے یہ طفیل بن حرث کے نکاح میں تھی۔ اس نے طلاق دے دی تو اس کے بھائی عبیدہ بن حرث سے نکاح کر لیا۔ یہ بدر میں شہید ہو گیا	-	۳ھ	-	۴ھ
۶	اُمّ سلمہ بنت سہیل بن مغیرہ	بیوہ	ابو سلمہ بن عبد الاسد	زینب سلمہ - عمر اور درہ	۴ھ	-	۵۹ یا ۶۲ھ

۷	زنیب بنت جش بن زیاب بن نعمر۔ حضور کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی	مطلقہ اسے حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ نے طلاق دی تھی	زید بن حارثہ	علی و امامہ	۵۵	-	۵۲۰
۸	جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار میں قید ہو کر آئی تھیں	غزوہ بنو المصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں	مسافع بن صفوان یا صفوان بن ملک	-	۵۶	-	۵۵۶
۹	ریحانہ بنت زید بن عمرو بن حنظلہ	اسیر جنگ	حکم۔ بنو قریظہ کا ایک یہودی	-	۵۶	-	۵۱۰
۱۰	امّ حبیبہ۔ رملہ بنت ابی سفیان بن حرب	مطلقہ	عبداللہ بن جش یہ حبشہ کی ہجرت میں عیسائی ہو گیا تھا۔ لیکن بیوی مسلمہ ہی رہی	حبیبہ	۵۷	-	۵۳۴
۱۱	صفیہ بنت خنیس بن احطاب	غزوہ خیبر میں قیدی	کنانہ بن ربیع یہ غزوہ خیبر میں قتل ہو گیا تھا	-	۵۷	-	۵۳۶

۱۲	میمونہ بنت حارث بنجیر	بیوہ	ابو زہم بن عبد العزی	-	۵۷	-	۵۳۶
							یا ۵۳۸

سیرت نگاروں نے ازواج کی دو اور اقسام کا بھی ذکر کیا ہے۔

اول: وہ جن سے حضور ﷺ کا نکاح تو ہوا تھا۔ لیکن وہ حرم نبوی میں آباد نہ ہو سکیں۔ ان میں سے بعض کی تو رخصتی ہی نہ ہوئی۔ بعض دیگر حرم نبوی میں تو پہنچیں۔ لیکن کسی جسمانی عیب کی وجہ سے حضور صلعم نے انہیں واپس کر دیا۔ ایک آدھ ایسی بھی تھی۔ جو حضور صلعم کے گھر میں پہنچ کر واپس جانے کے لیے مضطرب ہو گئی اور آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی۔ *

اس سلسلے میں سیرت نگاروں نے بارہ عورتوں کا نام لیا ہے۔ یعنی:-

- ۱- فاطمہ بنت ضحاک الکلابیہ۔ ۲- اسماء بنت النعمان الجونیہ۔
- ۳- قتیبہ بنت قیس۔ ۴- لیلیٰ بنت الخطیم۔
- ۵- سہابہ بنت سفیان۔ ۶- امیمہ بنت شراحیل۔
- ۷- مملیکہ بن کعب اللیشی۔ ۸- ام شریک الازدیہ۔
- ۹- شراف بنت الخلیفہ۔ ۱۰- خولہ بنت ہذیل۔
- ۱۱- عمرہ بنت معاویہ الکندی۔ ۱۲- غفاریہ۔

دوم:- وہ خواتین جنہیں یا تو حضور ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ یا انہوں نے حضور ﷺ کی زوجیت میں آنے کی خواہش کی تھی۔ لیکن نکاح نہ ہو سکا۔ مثلاً:-

- ☆ اُمّ ہانی بنت ابی طالب۔
- ☆ ضباعہ بنت عامر۔
- ☆ صفیہ بنت بشامہ۔
- ☆ جمرہ بنت الحارث۔
- ☆ سودۃ القرشیہ۔

اس سلسلے کی بیشتر روایات غیر یقینی اور اختلافی ہیں۔

مآخذ:- تقارح ص ۹-۱۳

۲۳۔ اسحاق

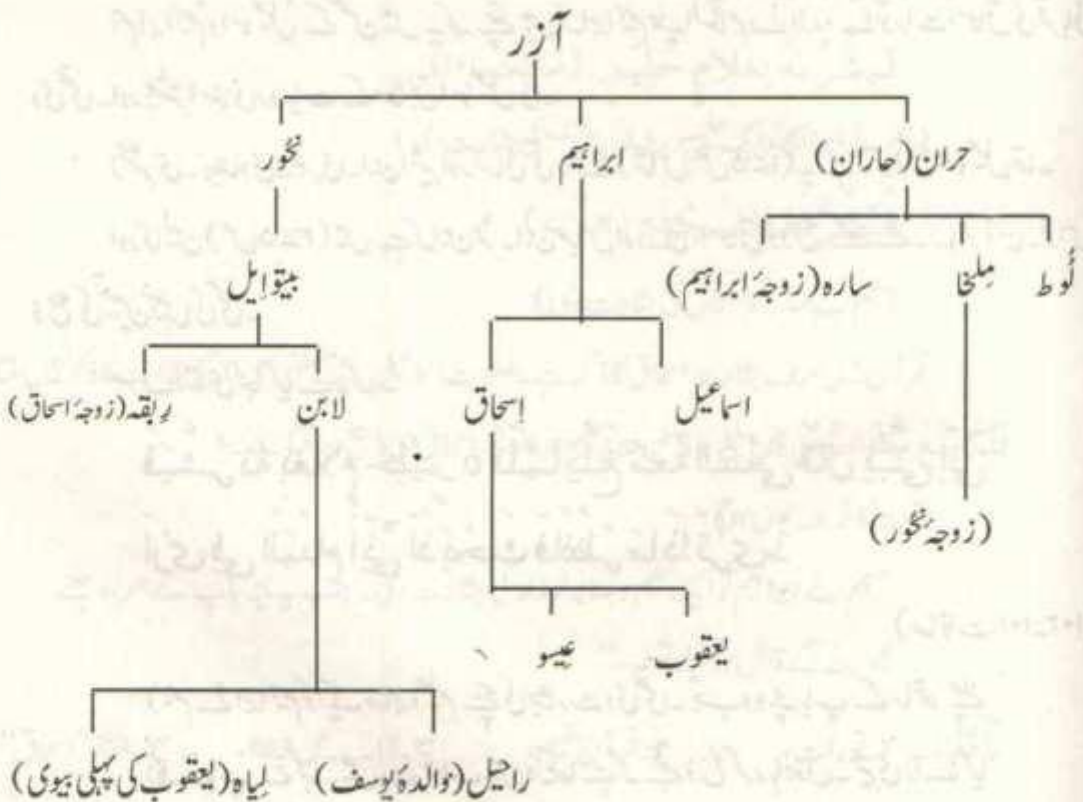
جب حضرت ہاجرہ کے ہاں اسماعیل کی ولادت ہوئی تو حضرت سارہ ملول سی رہنے لگی۔ اس کی عمر نوے برس کے قریب ہو چکی تھی۔ اور حضرت ابراہیم کی ننانوے۔ کہ ایک دن تین فرشتے انسانی صورت میں ان کے ہاں آئے اور دو باتیں کہہ کر چلے گئے:-

اول: کہ سارہ کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا۔

دوم: کہ قوم لوط تباہ ہو جائے گی۔

دونوں پیشگوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ پہلی ۹۔۱۰ ماہ بعد۔ اور دوسری دو چار دن کے اندر۔ حضرت اسحاق کی ولادت ۲۲۵۵ ق م میں ہوئی تھی۔ یہ حرمون میں کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ جب ۳۷ سال کے ہوئے تو حضرت سارہ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت سارہ کی عمر ۱۲۷ برس تھی۔ تین برس بعد حضرت اسحاق کی ربقہ سے شادی ہو گئی۔ یہ بیتو ایل ارامی کی بیٹی اور لابن کی بہن تھی۔ (پیدائش: ۲۰/۲۵)

اس کا شجرہ یہ ہے:-



شادی کے بیسویں سال آپ کے ہاں دو توام بچے پیدا ہوئے۔ یعقوب اور عیسو۔ لفظ یعقوب کے معنی ہیں: ایڑی کو پکڑنے والا۔

بائبل میں ہے۔ کہ جب یعقوب پیدا ہوئے۔ تو اس کا ایک ہاتھ اپنے بھائی عیسو کی ایڑی پر تھا۔
(پیدائش: ۲۵/۲۵-۲۶)

جب یہ عمر کے پچھتر ویں برس کو پہنچے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہو گیا۔ اور دونوں بھائیوں (اسحاق و اسماعیلؑ) نے انہیں مکفیلہ کے غار (حبرون) میں دفن کر دیا۔

جلد ہی ملک میں قحط پڑ گیا اور حضرت اسحاقؑ جرار (غازہ کے جنوب میں ایک ساحلی قصبہ) کو چل دیے۔ وہاں کے بادشاہ ابی ملک نے انہیں مال و دولت سے نوازا۔ وہاں سے نکل کر یہ بیئر شیبہ میں جا ٹھہرے۔ ۱۸۰ برس کی عمر میں (۲۰۷۵ ق م) ان کی وفات ہو گئی اور یعقوب و عیسو نے انہیں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں دفن کر دیا۔
(ذاب: ص ۲۵۹)

ذبح کون تھا؟

ہم ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے ضمن میں یہ کہہ چکے ہیں کہ ابراہیمؑ علیہ السلام نے از روئے تورات اسحاقؑ کی قربانی دی تھی۔ اور بیشتر اسلامی روایات کے مطابق اسماعیلؑ کی۔

زنجری۔ بیضاوی۔ طبری۔ ابن اثیر اور کسائی کی رائے (شاس: ص ۱۷۵) یہ ہے۔ کہ ذبح اسماعیلؑ تھا۔ اور کمالین (ص ۳۷۵) میں ہے کہ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ اور حسنؓ، اسحاقؑ کو ذبح سمجھتے تھے۔ رہا قرآن۔ تو اس ذبح کی تعیین نہیں کی گئی۔

صرف اتنا ہی کہا گیا ہے۔ کہ:-

فَبَشِّرْهُ بِبُحْلٍ ۖ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنِيْ اِنِّىْ
اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ط

(صافات: ۱۰۱-۱۰۲)

(ہم نے ابراہیمؑ کو ایک صابر و حلیم بچے کی بشارت دی تھی۔ جب وہ بچہ باپ کے ساتھ چلنے لگا۔ تو باپ نے کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تیری رائے کیا ہے؟)

سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو کس بچے کی بشارت دی گئی تھی۔ قرآن واضح طور پر حضرت اسحاقؑ کا نام لیتا ہے۔

فَبَشِّرْهُنَّهَا بِاسْحَاقَ. (ہود: ۷۱)

(ہم نے زوجہ ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی)

اور یہ بشارت دینے والے وہ فرشتے تھے۔ جو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے ہاں گئے تھے اور بعد میں حضرت لوطؑ کے پاس۔

تورات میں حضرت اسماعیل کے متعلق بھی ایک جزوی سی بشارت ملتی ہے۔ کہ جب حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئی۔ اور حضرت سارہ نے اسے گھر سے نکال دیا۔ تو وہ بیاباں میں بھٹکنے لگی۔ اس وقت ایک فرشتے نے اسے کہا۔ کہ تو حاملہ ہے۔ تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ (پیدائش: ۱۶/۱۱-۱۲)

لیکن دونوں بشارتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت اسحاق کی ولادت معجزانہ تھی۔ اور اس کی بشارت ایسے والدین کو دی گئی تھی۔ جن میں سے ماں نوے سال کی بائچھ بڑھیا تھی اور والد سو برس کے بوڑھے۔

دوسری طرف حضرت ہاجرہ حاملہ تھی۔ اسے فرشتے نے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ تیرے بطن سے دختر نہیں بلکہ فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ پھر یہ جزوی بشارت بیاباں میں صرف حضرت ہاجرہ کو دی گئی تھی۔ اور حضرت اسحاق کی بشارت دونوں کو۔

فَبَشِّرْهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ. (صافات: ۱۰۱)

(ہم نے ابراہیم کو ایک حلیم و بردبار بیٹے کی بشارت دی)

فَبَشِّرْهُنَّهَا بِاسْحَاقَ. (ہود: ۷۱)

(ہم نے سارہ کو اسحاق کی بشارت دی)

قرآن میں صرف بشارت اسحاق کا ذکر ہے۔ حضرت اسماعیل کے متعلق کسی واضح بشارت کا ذکر نہیں ملتا۔ اگر فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيُ مِیں بَلِغ کا فاعل غلام حلیم ہو۔ تو پھر اسحاق ہی ذبح ہو سکتا ہے۔ آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

”ہم نے ابراہیم کو ایک حلیم و صابر فرزند کی بشارت دی۔ جب یہ بچہ باپ کے ہمراہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ تو.....“

مآخذ: ۱۔ تورات، ۲۔ قرآن حکیم، ۳۔ ڈاب۔ ص ۲۵۹، ۴۔ پیپلز ”اسحاق“،

۵۔ ڈاس۔ ص ۲۱۶، ۶۔ شاس۔ ص ۱۷۵، ۷۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۴۹۲، ۸۔ اعلام۔ ص ۳۷

مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد کی رائے یہ ہے کہ ”غلام حلیم“ سے مراد حضرت اسماعیل تھے۔

۲۴۔ اسرائیل

اسرائیل کے لفظی معنی ہیں: ”خدا کا سپاہی اور پہلوان“

بات یوں ہوئی کہ جب حضرت یعقوبؑ اپنے ماموں اور خسر لابن سے رخصت ہو کر کنعان کی طرف روانہ ہوئے تو راہ میں ایک منزل پر ایک فرشتہ ان کے خیمے میں گھس آیا۔ اور صبح تک ان سے کشتی کرتا رہا۔ لیکن غالب نہ آ سکا۔ صبح کے وقت ”فرشتے نے پوچھا۔ کہ آپ کا نام کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ یعقوب۔ کہا کہ اب سے آپ کا نام اسرائیل ہوگا۔ کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب رہا۔“ (پیدائش: ۲۸/۳۳)

یہ بعد میں اسرائیل کے بارہ قبائل کا قومی نام بن گیا۔ اور اس سلطنت کا بھی۔ جو شمالی فلسطین میں (بائستنائے یہوداہ) قائم ہوئی تھی۔

سلطنت اسرائیل

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک فرزند یہوداہ کی سلطنت بحیرہ مردار اور بحیرہ روم کے درمیان تھی۔ اور باقی دس قبائل کی شمالی فلسطین میں۔

جب حضرت سلیمانؑ (۹۳۵ یا ۹۷۵ ق م) کے ایام رحلت قریب آئے۔ تو آپ نے اپنے دور کے ایک پیغمبر انخی لجاہ کو بلایا۔ اور کہا کہ قبائل اسرائیل کو باہمی تصادم سے بچانے کے لیے سلطنت کو تقسیم کر دیجئے۔ اس نے یہوداہ کو جنوبی صوبے دے دیے۔ اور باقی دس، یعنی:-

۱۔ روبن ۲۔ شمعون ۳۔ نفتالی ۴۔ زبلون ۵۔ اشکار

۶۔ دان ۷۔ جد ۸۔ اشیر ۹۔ ابنائے یوسف (افرائیم و منشی) ۱۰۔ بن یامین کو شمالی۔

رہے بنو لادی تو ان کا کام درس و تبلیغ تھا اور انہیں سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اسرائیل کی سلطنت بیروت سے یوروشلم کے شمال تک تھی۔ اور نیچے بحیرہ شیبہ تک یہوداہ کی۔

اسرائیل کی آبادی چالیس لاکھ کے قریب تھی۔ (ڈاؤب: ص ۲۶۴)

آغاز میں اس کا دار الحکومت شچم (اس کا موجودہ نام نابلس) تھا۔ پھر طرزہ (نابلس کے شمال

میں ایک سرسبز قصبہ) قرار پایا۔ اور عمری (۸۹۷ ق م) نے ساریہ کو منتخب کیا۔ یہ سلطنت ۱۷

۹۷۵ ق م سے ۷۲۱ ق م تک (۲۵۴ سال) زندہ رہی۔ (ڈاؤب: ص ۲۶۴)

سلاطین اسرائیل کی تعداد تیس تھی۔ اور یہوداہ کی انتالیس۔

کمینین (ص ۱۸۳) نے اسرائیل کے انیس اور یہوداہ کے بیس بادشاہوں کے نام دیے ہیں۔

ساتھ سنین جلوس و وفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن یہ تاریخیں یقینی نہیں ہیں۔ صرف اتنا ہی کہہ

سکتے ہیں۔ کہ قریب الصحت ہیں۔

۱۔ سلیمان کے زمانے میں ایک پیغمبر جس کا ذکر ۱۔ سلاطین ۳۱-۳۹ اور ۱۱۱/۶-۱۲ میں آیا ہے۔ (ڈاؤب: ص ۲۴)

۲۔ ۹۵۳ سے ۶۹۹ تک۔ (کمینین: ۱۸۳)

سلاطین اسرائیل

(ان جداول میں کمپنیں (ص ۱۸۳) کی تواریخ دی گئی ہیں)

انگریزی خط میں	نام	سال	شمار
JERO BOAM	جیرو بام	۹۵۳ یا ۹۷۵ ق م	۱
NADAB	نداب	۹۲۷ ق م	۲
BAASHA	باشا	۹۲۵ ق م	۳
ELAH	ایلہ	۹۰۱ ق م	۴
ZIMRI	زمری	۸۹۹ ق م	۵
OMRI	عمری	۹۸۷ ق م	۶
AHAB	احاب	۸۷۵ ق م	۷
AHAZIA	احازیا	۸۵۳ ق م	۸
JEHO RAM	جہورام	۸۵۱ ق م	۹
JEHU	جیہو	۸۴۳ ق م	۱۰
JEHO HAZ	جیہو حاز	- ق م	۱۱
JEHOASH	جہوش	۷۹۹ ق م	۱۲
JEROBOAM.II	جیرو بام - دوم	۷۹۰ ق م	۱۳
ZECHARIAH	زکریا	۷۴۹ ق م	۱۴
SHALLUM	شلموم	۷۲۸ ق م	۱۵
MENAHM	منامیم	۷۲۸ ق م	۱۶
PEKAHIAH	پیکانیا	۷۳۷ ق م	۱۷
PEKAH	پیکاہ	۷۳۵ ق م	۱۸
HOSHEA	ہوشیا	۷۳۳ ق م	۱۹

اس سلسلے کا خاتمہ ۷۲۱ ق م میں ہوا۔

(کمپنیں: ص ۱۸۳)

سلاطین یہوداہ

جس کے ۳۹ بادشاہوں نے ۹۷۵ ق م سے ۵۸۷ ق م تک حکومت کی۔

شمار	سال	نام بادشاہ
۱	۹۷۵ ق م	REHO BOAM رحوبم
۲	۹۵۷ ق م	ABI JAM ابی جم
۳	۹۵۵ ق م	ASA آسا
۴	۹۱۳ ق م	JEHOSHAPHAT جہوش فط
۵	۸۹۳ ق م	JORAM جورام
۶	۸۸۵ ق م	AHAZIAH احازیہ
۷	۸۸۳ ق م	ATHALIAH اثالیہ
۸	۸۷۸ ق م	JOASH جوش
۹	۸۴۱ ق م	AMAZIAH امازیہ
۱۰	۸۱۱ ق م	AZARIAH ازاریہ
۱۱	۷۵۸ ق م	JOTHAM جوٹم
۱۲	۷۲۲ ق م	AHAZ احاز
۱۳	۷۲۶ ق م	HAZEKIAH حزقیاہ
۱۴	۷۲۱ ق م	DO ایضاً
۱۵	۶۹۷ ق م	MANASSEH منسیہ
۱۶	۶۴۲ ق م	AMON امون
۱۷	۶۴۰ ق م	JOSIAH جوسیہ

JEHOAHAZ	جیہوحاز	۶۰۹ ق م	۱۸
JEHOIACHIN	جیہوچن	۵۹۸ ق م	۱۹
ZEDEKIAH	زدکیاہ	۵۹۸ ق م	۲۰

۵۸۷ ق م میں بابل کا بادشاہ بخت نصر یروشلم پہ قابض ہو گیا اور یہ سلطنت ختم ہو گئی۔

قرآن میں بنو اسرائیل کا ذکر تو بار بار آیا ہے۔ لیکن اسرائیل کا ذکر صرف ایک بار ہوا ہے:-

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاَّبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ
اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ۔ (عمران: ۹۳)

(بنو اسرائیل کے لیے تمام کھانے حلال تھے۔ سوائے ان اشیاء کے جو اسرائیل (یعقوب) نے خود اپنے آپ پر حرام کر لی تھیں)

عام مفسرین کا خیال یہ ہے کہ حضرت یعقوب عرق النساء (ٹانگ کا درد) میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور آپ نے تمام بادی اشیاء (مثلاً اونٹ کا گوشت۔ دودھ وغیرہ) ترک کر دی تھیں۔

تورات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مذکور ہے کہ:

ایک رات ایک فرشتہ حضرت یعقوب کے خیمے میں گھس آیا۔ اور یہ دونوں زور آزمائی کرنے لگے۔ یہ سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ اور فرشتہ غالب نہ آ سکا۔ جانے سے پہلے فرشتے نے یعقوب کی ران کو اندر کی طرف سے چھوا۔ اور اس کی کس چڑھ گئی۔“ (پیدائش: ۲۵/۳۲)

باقی تفصیل ۶۸۔ ”بنو اسرائیل“

اور ۱۹۶۔ ”یعقوب“ کے تحت دیکھیے۔

ماخذ:- ۱۔ قرآن مقدس، ۲۔ بائبل، ۳۔ ذاب:- ص ۲۳، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷

کو ناگوار گزرا اور اس نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اسے اس کی ماں سمیت فوراً گھر سے نکال دو۔ حضرت ابراہیمؑ سوچ ہی رہے تھے۔ کہ خدا نے ان سے کہا:

”جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے۔ اس کی بات مان لے۔ کیوں کہ اسحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا۔ اور اس لونڈی (ہاجرہ) کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا۔“

(پیدائش: ۱۲/۱۳-۱۳)

دوسرے دن صبح سویرے حضرت ابراہیمؑ نے پانی کی ایک مشک اور روٹی ہاجرہ کو دی اور اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی۔ اور بئر شیبہ کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی۔ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا۔ تو اس نے بچے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ اور خود رونے لگی۔ اس پر ایک فرشتے نے ہاجرہ کو آواز دی۔ کہ خدا اس لڑکے کو ایک بڑی قوم بنائے گا۔ آنکھیں کھول۔ اور پانی کا کنواں دیکھ۔ (پیدائش: ۱۹/۲۰-۲۱)

جب حضرت اسماعیلؑ بڑا ہوا۔ تو ہاجرہ نے اس کی شادی ایک مصری عورت سے کرادی۔

(پیدائش: ۱۱/۹-۲۱)

اسلامی تاریخ کے مطابق اس کی شادی بنو جرہم (جو کعبہ کے قریب ہی آباد تھے) کی ایک لڑکی سے ہوئی تھی۔ جسے حضرت ابراہیمؑ نے ناپسند کیا۔ اور حضرت اسماعیلؑ نے اسے طلاق دے دی۔ دوسری شادی بھی ایک جرہمی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جسے ابراہیمؑ نے پسند فرمایا۔

(شاس: ص ۱۷۹)

اس لڑکی سے ایک لڑکی اور بارہ بچے پیدا ہوئے۔ جن کی اولاد عرب میں ادھر ادھر پھیل گئی۔ ۱۰۵۰ ق م میں بنو اسماعیل عراق و شام تک پہنچ چکے تھے۔

مؤرخین عرب نے سکن عرب کو تین گروہوں میں بانٹ رکھا ہے:-

اول: عرب ہاکدہ۔ یعنی وہ اقوام و قبائل عرب، جو مٹ چکے ہیں۔ مثلاً:

☆ عاد ☆ ثمود ☆ طسم

☆ جدیس ☆ جرہم ☆ عمالقہ وغیرہ

دوم: بنو قحطان۔ جو جنوبی عرب (یمن وغیرہ) میں آباد تھے۔ مثلاً:

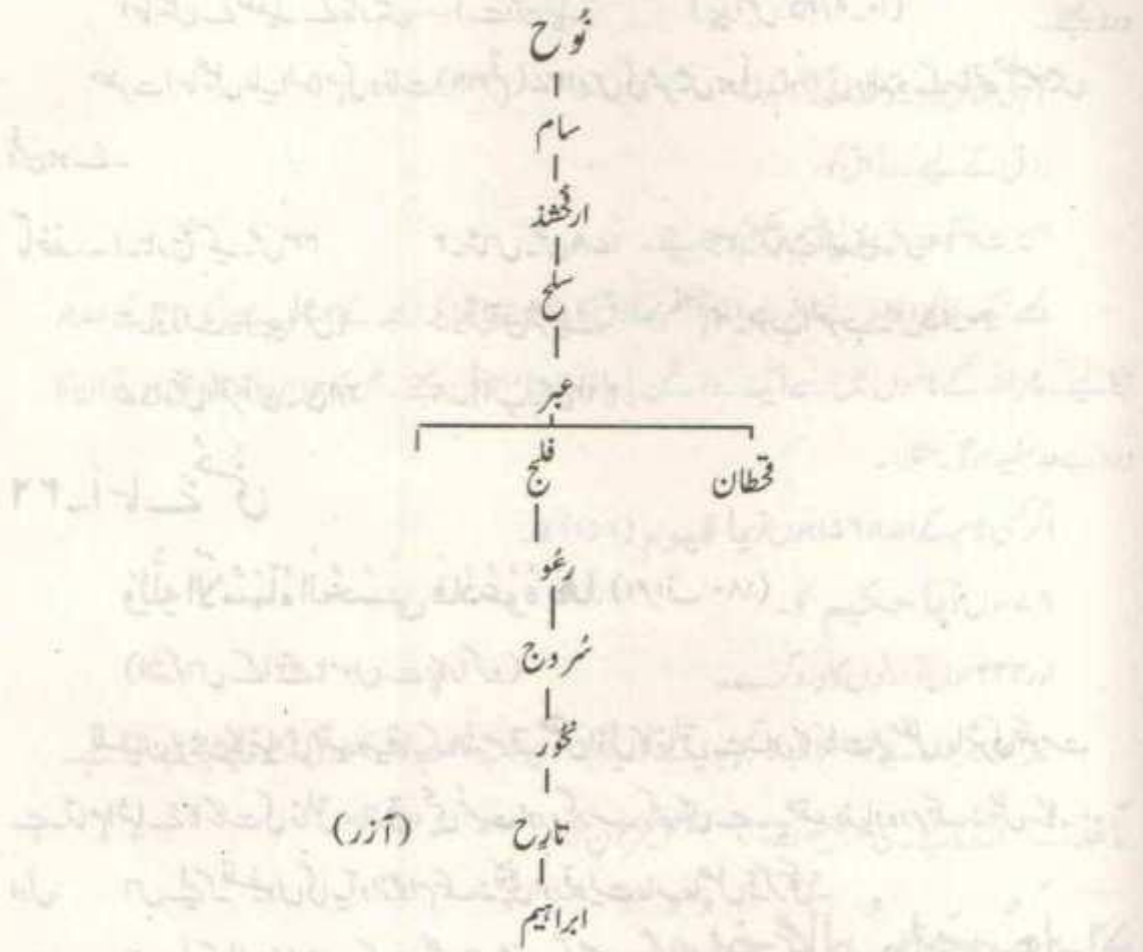
☆ حمیر ☆ کہلان اور ان کی اولاد۔

قحطان نوح کی پشت سے پانچواں فرزند اور حضرت ابراہیمؑ کے پانچویں جد کا بھائی تھا۔

۱۔ اسلامی روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ و اسماعیلؑ کے ہمراہ مکہ کی ویران وادی تک گئے تھے۔

۲۔ شیبہ مکہ کے ایک پہاڑ کا نام بھی تھا۔ (تجمل: ”شیبہ“)

شجرہ یہ ہے:-



سوم: وہ عرب جو اسماعیل کی اولاد تھے۔ مثلاً:

☆	معد	☆	نزار	☆	مضر
☆	ربیعہ	☆	قیس عیلان	☆	وائل
☆	تغلب	☆	بکر	☆	اسد
☆	قریش وغیرہ				

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:- ڈاکٹر حمید اللہ کی الوثائق السیاسیہ۔

اور ڈاکٹر زبید احمد کی ادب العرب۔

تورات میں حضرت اسماعیل اور آپ کی اولاد کا ذکر بہت کم آیا ہے۔ اس میں پہلے اس کی ولادت کا ذکر ہے۔

پھر ہاجرہ کا گھر سے نکلنا۔ بعد ازاں فاران کے بیاباں میں اسماعیل کی تیر اندازی۔ پھر شادی اور آخر میں حضرت ابراہیم کو دفن کرنے کا تذکرہ ولس۔

”تب ابراہیم نے دم چھوڑ دیا..... اور اپنے لوگوں سے جاملے۔ اور اس کے بیٹوں اسحاق اور اسماعیل نے مکفیلہ کے غار میں..... اے دفن کیا۔“ (پیدائش: ۹/۱۰)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات (۲۱۱۱ ق م) ۱۳۷ برس کی عمر میں ہوئی۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ حطیم میں دفن ہوئے۔

مآخذ:- ۱۔ تاریخ مکہ۔ ص ۴۳ ۲۔ شاس۔ ص ۱۷۸ ۳۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۴۶۶
 ۴۔ تورات۔ (پیدائش) ۵۔ قرآن شریف ۶۔ ادب العرب۔ ص ۱۵-۲۰
 ۷۔ ارض القرآن۔ ج ۱ و ۲ ۸۔ ذاب۔ ص ۲۶۲

۲۶۔ اسمائے حسنیٰ

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (اعراف: ۱۸۰)

(اللہ کو اس کے اچھے ناموں سے پکارا کرو)

فلسفیان یونان کا بنیادی عقیدہ یہ تھا۔ کہ اللہ صرف عقل اول کا خالق ہے۔ اور کائنات پر عقلِ عاشق کی حکومت ہے۔ تمام اشیائے کائنات کی خالق، رازق، مخی ممت اور دیگر سب کچھ یہی ہے۔ یہ عقیدہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔
 اول: اس لیے کہ فلسفیوں کی یہ آواز عوام تک نہ پہنچی اور قبولیت عامہ حاصل نہ کر سکی۔
 دوم: اس لیے کہ فلسفہ یونان کے پیرو بھی اس عقیدہ کی صحت پہ ایمان نہیں رکھتے تھے۔ دہنی قعیش کے لیے تو یہ عقیدہ خوب تھا۔ لیکن جب کوئی شخص مرض یا مصیبت میں پھنس جاتا۔ تو اسے پورا اطمینان اللہ کو پکارنے ہی سے حاصل ہوتا تھا۔

انسان مرض۔ قرض۔ قید۔ غم اور دیگر مشکلات میں ایک ایسے اللہ کو آواز دیتا ہے۔ جو عدل۔ رحم۔ رزاقی۔ قدرت۔ حکمت اور دیگر اوصاف سے متصف ہو۔ وہ بیمار ہو تو خدائے شافی کو پکارتا ہے۔ اور مظلومی میں خدائے رحیم و عادل کو آواز دیتا ہے۔ یہ تمام صفاتی نام اسمائے حسنیٰ کہلاتے ہیں۔

ان کی بڑی بڑی قسمیں دو ہیں:-

جلالی: مثلاً۔ جبار۔ قہار۔ ممت وغیرہ

اور جمالی: جیسے۔ رحیم۔ کریم۔ حلیم وغیرہ

ان اسماء کی تعداد میں اختلاف ہے۔ کسی نے ان کی تعداد ۹۹، کسی نے ۱۰۰، کسی نے ۱۰۶، اور کسی نے ۱۳۶ بتائی ہے۔ لیکن متفق علیہ صرف نانوے نام ہیں۔ چونکہ اللہ اسم ذات ہے۔ اس لیے وہ ان صفاتی ناموں میں شامل نہیں ہے۔

ہمارے علماء و اولیاء نے کہا ہے۔ کہ جس قسم کی ضرورت پیش آئے۔ ویسا ہی اللہ کا نام ڈھونڈیے۔ اور اس کا ورد کیجئے۔

علم کی تلاش ہو۔ تو خدائے عظیم کو،

رزق کے لیے۔ رزاق کو،

بصیرت و حکمت کے لیے عظیم و حکیم کو بلائیے۔

مجھے ایک عالم و زاہد نے حضرت امام جعفر صادق کا یہ نسخہ بتایا تھا کہ ابجد کے حساب سے کسی نام کے اعداد نکالے۔ پھر اللہ کے ناموں میں سے ایک۔ دو۔ تین یا چار ایسے نام تلاش کیجئے۔ جن کا میزان اعداد وہی ہو۔ تو ان کا ورد بے حد مفید ہوگا۔ مثلاً:-

اگر کسی نام کے اعداد ۱۵۶ ہوں تو یا قیوم (۱۵۶) کا۔

۷۸ ہوں تو یا حکیم کا۔

اور ۲۳۳ ہوں تو دونوں کا ورد کرے۔

میرا اور میرے بے شمار احباب کا تجربہ یہ ہے کہ یہ ورد سکون قلب، صحت، اور آسودگی کے لیے نہایت موثر ہے۔

مآخذ:- ۱۔ دماپ۔ ج ۲، ص ۱۰، ۲۔ قرآن حکیم

۲۷۔ اصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ

اُخْدُوْد کے لفظی معنی ہیں:- لمبا گڑھ یا خندق۔ اس کی جمع ہے اخادید۔

کہتے ہیں کہ یمن کا ایک حمیری بادشاہ ڈُوُو اس یہودی بن گیا۔ اس کے خلاف حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے سازش شروع کر دی۔ جس میں نجران کے عیسائی بھی شامل ہو گئے۔ اس پر ڈُوُو اس نے نجران پر حملہ کر دیا۔ اور وہاں کے باشندوں کو یہودیت یا موت میں سے ایک کا اختیار دیا۔ انہوں نے موت کو ترجیح دی۔ چنانچہ ڈُوُو اس نے لمبی خندقیں کھدوا کر ان میں آگ جلائی اور سب کو زندہ جلا دیا۔ ان کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی۔

یہ واقعہ ۵۲۳ء میں پیش آیا تھا۔

قُتِلَ اصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ لَا النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ لَا اِذْهُمْ عَلَیْهَا

قُعُوْدٌ لَا وَهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُھُوْدٌ

(بروج: ۴-۷)

یمن کے شمال میں ایک اہم شہر جو آج بھی موجود ہے۔

(کھائیاں کھود کر ان میں ایندھن بھرنے اور آگ بھڑکانے والوں پہ لعنت۔ یہ لوگ ان گزروں کے پاس بیٹھ کر اہل ایمان کے تڑپنے اور جلنے کا تماشہ دیکھتے رہے)

مآخذ:- ۱۔ لقر۔ ج۔ ۱، ص ۱۱۱، ۲۔ معجم۔ ج۔ ۱، "أخذود"

۲۸۔ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ

اعراف عرف کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں: بلند جگہ۔

اس سے مراد جنت و جہنم کے درمیان ایک مقام ہے۔ وہاں ایسے لوگ جائیں گے۔ جن کے اعمال نیک و بد برابر ہوں گے۔

شیعہ مفسرین کا خیال یہ ہے کہ:-

رجال اعراف سے مراد:- علی۔ عباس۔ جعفر اور حمزہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس مقام بلند پہ کھڑے ہو کر اپنے پیروؤں اور مخالفوں کا انجام دیکھیں گے۔ بعض مفسرین کے ہاں اعراف مجذوبوں۔ دیوانوں اور ان غیر مسلم بچوں کے لیے ہے۔ جو بچپن ہی میں مر گئے ہوں۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا ۚ بِسِيمِهِمْ وَنَادُوا
أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْهِمْ ۖ قُلْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ
يَطْمَعُونَ ۝ (اعراف: ۴۶)

(بہشت و دوزخ کے درمیان ایک مقام بلند پر کچھ ایسے لوگ ملیں گے۔ جو ہر شخص کو اس کی صورت سے پہچان لیں گے) کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی۔ اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے۔ کہ تم پر سلام ہو۔ گو یہ لوگ بہشت سے باہر ہوں گے۔ لیکن وہاں پہنچنے کی پوری امید رکھتے ہوں گے)

مآخذ:- ۱۔ لقر۔ ج۔ ۱، ص ۱۱۳، ۲۔ ڈاس۔ ص ۲۰

۲۹۔ أَصْحَابُ الْاَلْيَكَةِ

لفظ الیکہ کے معنی ہیں:- گھنا جنگل۔

یہ جنگل یا تو مدین میں تھا۔ اور یا اس کے قریب ہی کہیں۔ یا قوت حموی (معجم البلدان۔ ج۔ اول) کے ہاں یہ جہوک کا دوسرا نام ہے۔

اکثر مفترین کا خیال یہ ہے کہ اہل ایکہ و مدین الگ الگ امتیں تھیں۔ جن کی طرف حضرت شعیب مبعوث ہوئے۔ فرق یہ کہ از روئے نسب اہل مدین ان کے بھائی تھے۔

وَالِی مَدَیْنٍ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا۔ (اعراف: ۸۵)

(اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا)

اور بن کے لوگ کسی اور نسب سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں (تفسیر ابن عباس) کہ ایکہ سے مراد ایک جنگل ہے۔ جو بحیرہ

قلزم کے ساحل پر مدین سے کئی فرسخ تک جنوب میں پھیلا ہوا تھا۔

عبدالرشید نعمانی (القر۔ ج۔ اول، ص ۱۲۲) عرب کے بعض قدیم کتب جغرافیہ کی سند سے

لکھتے ہیں۔ کہ پرانے زمانے میں یمن سے مدین تک قافلون کی ایک شاہراہ تھی۔ جو ساحل

قلزم سے ہوتی ہوئی تناء و تبوک سے گزر کر شام کی طرف جاتی تھی۔ اس شاہراہ پر تبوک کے

نزدیک ایک جنگل تھا۔ جس کے باشندوں کی طرف حضرت شعیب مبعوث ہوئے تھے۔ اس

شاہراہ کو اللہ نے امام مبین کہا ہے۔

وَاَنْهَمَا لِبِیْمَامٍ مُّبِیْنٍ۔ (حجر: ۷۹)

(قوم لوط اور اہل ایکہ کی بستیاں بڑے راستے پر واقع تھیں)

ماخذ: ۱۔ القر۔ ج۔ ۱، ص ۱۲۲، ۲۔ معجم البلدان۔ ج۔ ۱، "ایکہ"، ۳۔ جلالین۔ الحجر، ۴۔ قرآن حکیم،

۳۰۔ اصحاب الحجر

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحَجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۚ وَاتَيْنَهُمْ اَيُّتِنَا

فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۚ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ

بُيُوتًا اَمْنِيْنَ ۚ فَاخَذْنَاهُمُ الصَّيْحَةَ مُصْبِحِيْنَ ۚ (حجر: ۸۰-۸۳)

(حجر والوں نے ہمارے رسولوں کو ٹھٹھایا اور ہمارے دیے ہوئے احکام سے روگردانی کی۔

یہ لوگ پر امن زندگی کے لیے پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بناتے تھے۔ ایک صبح کڑک نے انہیں آ

لیا اور وہ ہلاک ہو گئے)

تناء کے جنوب میں وادی القرئی سے ایک یوم کی مسافت پر ایک شہر کھلاتا تھا۔ جو شہود کا مرکزی شہر تھا۔ یہ

مدت سے ناپید ہو چکا ہے۔ اور اب اس کے قریب ہی ایک شہر ابھر آیا ہے۔ جو مدائن صالح کہلاتا ہے۔ اس کے مغرب میں ایک پہاڑ اٹالٹ کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں ایک یورپی سیاح M. Doughty نے ۱۸۷۶ء میں کچھ کتبے اور چند قبروں کے نشانات دیکھے تھے۔ اسی میں وہ غار بھی ہے۔ جس سے حضرت صالح کی ناقہ نکلی تھی اور جسے اہل حجر (شمود) نے مار ڈالا تھا۔ اس زمانے میں امراء و سلاطین اپنی فوقیت جتانے کے لیے کسی جانور کو آزاد چھوڑ دیتے تھے کہ وہ جہاں چاہے کھائے پیئے۔ اسی مقصد کے لیے حضرت صالح نے بھی ایک ناقہ چھوڑ دی تھی۔ لیکن آپ کی قوم نے اسے مار ڈالا۔ اور خود تباہ ہو گئے۔

جب نویں سال ہجری میں حضور صلعم تبوک سے روانہ ہوئے تو آپ سرزمین حجر سے بھی گزرے۔ اس وقت وہاں چند کنوئیں بھی تھیں۔

صحابہ نے وہاں دم لینا چاہا۔

لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ:

اس مقام پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اس لیے آگے چلو۔

بعض مفسرین نے:

وَتُمُودُ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ

(اور شمود جو وادی میں پتھر کاٹتے تھے)

میں وادے سے وادی الثریٰ مراد لیا ہے۔

مآخذ: ۱۔ شاس۔ ص ۱۳۸، ۲۔ ڈاس۔ ص ۱۷۴، ۳۔ لقر۔ ص ۱۲۵،

۴۔ معجم البلدان۔ ج ۳، ص ۲۲۰،

۳۱۔ اصْحَابُ الرَّسِّ

یہ نام قرآن میں دو بار آیا ہے:

كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَتَمُودُ (ق: ۱۲)

(اہل مکہ سے پہلے قوم نوح، اصحاب رس اور شمود اپنے انبیاء کو جھٹلا چکے ہیں)

وَعَادًا وَتَمُودًا وَأَصْحَابُ الرَّسِّ (فرقان: ۳۸)

(ہم عاد۔ شمود اور اصحاب رس کو تباہ کر چکے ہیں)

رَسِّ کے لفظی معنی ہیں: تپ۔ بخار۔ کنواں۔ زمین میں کوئی چیز چھپانا۔ نیز شمود کا ایک

کنواں۔ جس میں انہوں نے اپنے ایک نبی کو بند کر دیا تھا۔ اور وہ اندر ہی مر گئے تھے۔

(فتی الارب۔ ج۔ ۱، ”رس“)

یا قوت کے ہاں (معجم۔ ج۔ ۳، ص ۱۹۸) رس، ارمینہ یا اذریجان کی ایک وادی تھی۔ جس میں سینکڑوں بستیاں تھیں، اور یہ لوگ ایک رسول کی تکذیب کی وجہ سے تباہ ہو گئے تھے۔

ایک اور رائے یہ ہے کہ رس ایک دریا کا نام تھا۔ جو اس وادی سے بہتا تھا۔ یہ لوگ ایک زلزلے سے ہلاک ہوئے تھے۔ اور دو پہاڑوں یعنی:۔ حارث اور خورث کے نیچے دب گئے تھے۔

امام فخر الرازی تفسیر کبیر (ج۔ ۶، ص ۳۳۸) میں لکھتے ہیں کہ:

”اصحاب الرس کی تعیین مشکل ہے۔ ہمیں اتنا ہی معلوم ہے۔ کہ یہ ایک قوم تھی جو تباہ ہو گئی۔“

جلالین (ص ۳۰۴) میں درج ہے کہ:

”رس“ ایک کنوئیں کا نام ہے۔ ان کنوئیں والوں کی طرف حضرت شعبت مبعوث ہوئے

تھے۔ انہوں نے ان کی بات نہ مانی۔ ایک روز ان کے اکابر کنوئیں کے گرد بیٹھے ہوئے

تھے۔ کہ کنواں پھٹ گیا۔ اور یہ سب طے کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔

مولانا یعقوب حسن مدرسی نے کتاب الہدیٰ میں رس پہ تفصیلی بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ۔ کہ الرس یمامہ کا

ایک غار تھا۔ جس کے ارد گرد بہت سے کنوئیں تھے۔

مؤرخ مسعودی کا بیان ہے کہ اصحاب الرس یمن کے رہنے والے تھے اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد تھے۔ یہ

بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ رتہ ہو۔ جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کے ہمراہ گزرے تھے:

”یہ لوگ دشت سینا سے چل کر پہلے قبرات، پھر حصرات، پھر رتہ، پھر رمون، پھر لبنہ اور پھر

رسہ میں پہنچے تھے۔“

(کنز: ۲۲/۱۶-۳۳)

دُرمنثور میں حضرت ابن عباس کا یہ قول درج ہے کہ الرس شموک کا ایک گاؤں تھا۔ جو حضرت صالحؑ کے زمانے

(کتاب الہدیٰ: ج۔ ۲، ص ۵۱۸)

میں تباہ ہوا تھا۔

ان مختلف اقوال سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اصحاب الرس کی تعیین مشکل ہے۔

مآخذ:۔ ۱۔ فتی الارب۔ ج۔ ۱، ”رس“، ۲۔ فخر الرازی: تفسیر کبیر۔ ج۔ ۶، ص ۳۳۸،

۳۔ معجم۔ ج۔ ۳، ص ۱۹۸، ۴۔ کتاب الہدیٰ۔ ج۔ ۲، ص ۵۱۸، ۵۔ بائبل،

۳۲۔ اصْحَابُ السَّبْتِ

”سبت“ قدیم بابلی زبان کا لفظ ہے۔ جو دراصل سا۔ (دل)، بجھ۔ (آرام) تھا۔ قدیم بائبل میں ساتواں دن چھٹی کا ہوتا تھا۔

تورات میں مذکور ہے کہ:-

اللہ نے چھ دن میں کائنات کو مکمل کیا اور:

”ساتویں دن فراغت پائی۔ خدا نے اس دن کو مبارک کیا۔ اور مقدس ٹھہرایا۔“

(پیدائش: ۲/۱-۳)

”ساتویں دن تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں کچھ کام نہ کر۔“ (خروج: ۲۰/۱۰)

اس روز بابل کے بادشاہ گوشت نہیں کھاتے تھے۔ نہ کپڑے بدلتے تھے۔ قربانی، سواری اور شکار کی بھی چھٹی مناتے تھے۔ یہاں تک کہ نبی اور کاہن تبلیغ و کہانت کا کام بھی چھوڑ دیتے تھے۔

قرآن میں ہے کہ:-

بنی اسرائیل کی ایک بستی نے سبت کے تقدس کو مایاں کیا اور اللہ نے ان کی صورتیں مسخ کر

دی۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ

كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿۶۵﴾ (بقرہ: ۶۵)

(تم ان لوگوں کو جانتے ہی ہو۔ جنہوں نے سبت کا احترام نہیں کیا تھا۔ اور ہم نے انہیں

ذلیل بندر بنا دیا)

سورہ اعراف میں ہے:-

”ذرا ان سے اس بستی کا حال تو پوچھو۔ جو ساحل پہ واقع تھی۔ اور جو سبت کی پرواہ نہیں کرتی

تھی۔ اللہ کی شان۔ کہ سبت کے دن مچھلیاں سطح پر آ جاتی تھیں۔ اور باقی ایام میں غائب ہو

جاتی تھیں۔“ (اعراف: ۱۶۳)

یہ بستی کہاں تھی؟

اس کے متعلق صاحب جلالین لکھتے ہیں:-

وہی اَیْلَہ (اس کا نام ایلہ تھا)

اور حاشیہ میں ہے:

قُرْيَةُ بَيْنَ مَدْيَنَ وَالطُّورِ (جلالین: ص ۱۳۱)

(ایلہ ایک بستی ہے۔ مدین اور طور کے درمیان)

مولانا نعمانی نے بعض حوالوں سے لکھا ہے۔ کہ:

یہ بستی خلیج عقبہ پہ واقع تھی۔ (القر: ص ۱۳۳)

اور مولانا دریا بادی کی رائے یہ ہے۔ کہ ایلہ کا موجودہ نام عقبہ ہے اور یہ آج کل خلیج عقبہ کی ایک بندرگاہ ہے۔

(اعلام: ص ۴۹)

مآخذ: ۱۔ بائبل، ۲۔ قرآن مقدس، ۳۔ جلالین۔ ص ۱۳۱، ۴۔ لقر۔ ص ۱۳۳،

۵۔ اعلام۔ ص ۴۹،

۳۳۔ اَصْحَبَ السَّفِينَةِ

اَصْحَبَ السَّفِينَةِ سے مراد وہ کشتی والے ہیں۔ جو طوفان نوح سے بچنے کے لیے حضرت نوح کے ہمراہ ان کی کشتی میں سوار ہو گئے تھے۔

فَانْجَيْنَاهُ وَاَصْحَبَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝ (عنکبوت: ۱۵)

(ہم نے نوح اور دیگر اہل سفینہ کو بچا لیا۔ اور کشتی کو دنیا والوں کے لیے ایک نشان بنا دیا)

کشتی میں کون تھے؟

اس سلسلے میں قرآن کہتا ہے:-

قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ مِّنْ اثنَيْنِ وَاَهْلِكَ اِلَّا مَن

سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ط (ہود: ۴۰)

(ہم نے نوح سے کہا۔ کہ کشتی میں ہر جاندار (یعنی طیور و حیوانات) کے دو دو جوڑے، اپنے

گھر کے آدمی، سوائے ان کے جن کی تباہی کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ایمان والے سوار کر لو)

تورات میں ہے:

”تو اور تیرے بیٹے۔ تیری بیوی اور تیرے بیٹوں کی بیویاں تیرے ساتھ ہوں گی۔ جانوروں

میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے کہ وہ بچ رہیں۔ خواہ وہ نر ہوں یا مادہ۔

پرندوں، چرندوں اور رینگنے والوں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ رکھ..... میں زمین پر

چالیس دن اور چالیس رات پانی برساؤں گا..... جب طوفان آیا۔ تو نوح کی عمر چھ سو برس تھی۔“
نیز دیکھیے:-

۱۸۶۔ ”نوح“

مآخذ:- ۱۔ بائبل، ۲۔ قرآن مقدس،

۳۴۔ اصحاب الفیل (ابرہہ)

اصحاب الفیل کے لفظی معنی ہیں: ہاتھیوں والے۔ مراد ابرہہ اور اس کی فوج۔

ابرہہ حبشہ کی طرف سے یمن کا وائسرائے تھا۔ یہ یمن کی حمیری ریاست کو ختم کرنے کے بعد خود مختار سا ہو گیا۔ یہ مذہباً عیسائی تھا۔ اس نے اپنے دار الحکومت صنعاء میں قلیس نامی (شاید کلیسا اسی کا بگاڑ ہو) ایک نہایت خوبصورت گر جا بنوایا۔ اسے فانوسوں، قالینوں، قیمتی پردوں، اور رنگ و روغن سے خوب سجایا۔ اور پھر عربوں کو اس کے طواف کی دعوت دی۔

کہتے ہیں کہ ایک منجلا عرب رات کو اس گرجے میں داخل ہوا۔ اور قضائے حاجت کے بعد چپکے سے سرک گیا۔ جب یہ خبر ابرہہ تک پہنچی۔ تو اس نے عربوں کے معبد یعنی کعبہ کو گرانے کے لیے ایک فوج تیار کی۔ جس میں چند ہاتھی بھی تھے۔

جب یہ لشکر مکہ کے قریب ایک مقام صفاح میں فروکش ہوا۔ تو کعبہ کے متولی عبدالمطلب (حضور کے دادا)، ابرہہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ:

”آپ کی فوج نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں۔ وہ واپس کیجئے۔“

ابرہہ نے طنزاً کہا:

”حیرت ہے کہ تمہیں اونٹوں کی تو فکر ہے۔ لیکن کعبہ کی کوئی فکر نہیں۔“

فرمایا۔ کہ:

”میں صرف اونٹوں کا مالک ہوں۔ رہا کعبہ۔ تو اس کا بھی ایک مالک ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔“

ابرہہ نے اونٹ لوٹا دیئے۔ اور فوج کو تیار ہونے کا حکم دے دیا۔

عبدالمطلب ایک پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر منظر دیکھنے لگے۔ جب یہ فوج مکہ کے قریب پہنچی۔ تو سمندر کی طرف سے فوج در فوج بڑے بڑے پرندے چونچوں اور بچوں میں کنکر لیے آپہنچے۔ انہوں نے اُس بلندی سے یہ کنکر پکائے کہ ہاتھیوں، گھوڑوں، اونٹوں، اور آدمیوں کو چیر کر نکل گئے۔

قانون اُفتادیہ ہے۔ کہ اگر ہم بلندی سے کوئی کنکر وغیرہ، نیچے پھینکیں۔ تو پہلے سیکنڈ میں اس کی رفتار ۳۲ فٹ ہوگی۔ دوسرے میں ۶۴، اور تیسرے میں ۹۶۔ یعنی ہر سیکنڈ کے بعد اس کی رفتار میں ۳۲ فٹ کا اضافہ ہوتا جائے گا۔ اگر ان پرندوں کے کنکر زمین تک دو منٹ میں پہنچے ہوں۔ تو ہر کنکر کی رفتار زمین کے قریب ۳۸۴۰ فٹ فی سیکنڈ ہوگی اور یہ یقیناً جسم کو چیر کر نکل جائے گا۔

حضور مکی ولادت اسی ہاتھی والے سال (عام الفیل) میں اس واقعہ سے چالیس یوم بعد ہوئی تھی۔ آپ ابھی مکہ ہی میں تھے۔ کہ سورۃ الفیل نازل ہوئی۔ یعنی آپ کی ولادت سے کوئی ۴۵/۵۰ برس بعد۔ اس وقت بعض ایسے لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے اصحاب الفیل کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔

ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور واقدی نے المغازی (بحوالہ لقر۔ ج۔ ۱، ص ۱۳۴) میں حضرت عائشہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی بہن اسماء سمیت ایک دفعہ مکہ میں ایک اندھے اور لٹے بھکاری کو دیکھا۔ جو ابرہہ کے خاص ہاتھی محمود کا فیلبان رہا تھا۔

مآخذ:- ۱۔ ڈاس۔ ص ۲۴، ۲۔ کانس۔ ص ۱۶، ۳۔ لقر۔ ج۔ ۱، ص ۱۳۴، ۴۔ قرآن حکیم،

۳۵۔ اصْحَابُ الْقُرْیَہِ (بستی والے)

اس بستی کا ذکر سورۃ یسین کی تیرہویں آیت میں یوں ہوا ہے:-

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا اَصْحَابَ الْقُرْیَہِ ۚ اِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۝
اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْهِم اٰثْنِیْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ

(اے رسول! انہیں بستی والوں کی کہانی سناؤ۔ کہ جب ان کے پاس اللہ کے رسول پہنچے (تو کیا

ہوا) ہم نے ان کی طرف پہلے دو رسول بھیجے۔ جنہیں انہوں نے جھٹلادیا۔ اور پھر تیسرا بھیجا)

صاحب جلالین (ص ۳۶۶) لکھتے ہیں۔ کہ بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔ اور رسولوں سے مراد یحییٰ، یونس اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ ابن عباس کی رائے یہ ہے کہ رسولوں کے نام صادق، صدوق اور شلوم تھے۔ قتادہ لکھتا ہے کہ یہ تین حواری تھے۔ شمعون، یوحنا اور بولس (پولس)

کتاب اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ پطرس (شمعون) اور یوحنا تبلیغ کی خاطر فلسطین کے شمالی صوبے سامریہ (سامریہ) میں گئے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ شمال میں انطاکیہ تک بھی جا پہنچے ہوں۔ (اعمال: ۱۳/۸) برنابا بھی ایک حواری تھا۔ جسے یروشلم کے شعبہ تبلیغ نے انطاکیہ بھیجا تھا۔ (اعمال: ۱۱/۲۲)

۱۔ انطاکیہ ایک بزرگ شہر ہے۔ بحر شام کے ساحل پر ترکی کی سرحد کے قریب۔ یہ یونانی بادشاہوں اور قیصروں کا سرمائی دارالحکومت رہا۔ اس کی بنیاد ۳۰۰ ق م میں پڑی تھی۔ (ذاب: ص ۴۱)

۲۔ چند سطور بعد ان کے انطاکیہ جانے کا بھی ذکر ہے۔

نمبر القرآن (کتابی نمبر ۵۶)

”انہی دنوں چند بنی یروشلم سے اٹھا کیہ پہنچے تھے۔ ان میں سے ایک نام اگا بوس تھا۔“

(ایضاً۔ ۱۱/۲۷-۲۸)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:-

”اٹھا کیہ کے کلیسا میں کئی نبی اور معلم تھے۔ یعنی برنابا، شمعون، یوکیس، منائیم اور شاؤل۔“

(ایضاً۔ ۱۳/۱-۳)

ذرا آگے مذکور ہے:-

”پھر پولس اور اس کے ساتھی پافس (Paphos) سے جہاز میں سوار ہو کر پرگہ (Perga) میں آئے۔ اور اس مقام سے یوحنا ان کو چھوڑ کر یروشلم چلا گیا۔ وہاں سے یہ

پسید یا پس (Pisidia) کے اٹھا کیہ میں پہنچے۔“ (ایضاً۔ ۱۳/۱۳-۱۴)

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے کئی شاگرد اور مبلغ بار بار اٹھا کیہ گئے تھے۔ اگر آئیہ زیر بحث سے مراد عیسائی رسول اور مبلغ ہوں۔ تو پھر یہ معلوم کرنا۔ کہ وہ کون کون تھے؟ مشکل ہے۔

مآخذ:- ۱۔ اعمال۔ باب ۱۱، ۲۔ ڈاب۔ ص ۴۹۱، ۵۱۷، ۵۳۹، ۳۔ جلالین۔ ص ۳۶۶،

۴۔ اعلام۔ ص ۵۱

۳۶۔ اصحاب الکہف

اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِیْمِ۔ (غار اور رقیم والے)

ابن کثیر دادیہ کتاب المسالک والممالک (ص ۱۰۶-۱۱۰) میں لکھتا ہے کہ:

رقیم اس غار کا نام تھا۔ جس میں اصحاب کہف پناہ گزین ہوئے تھے۔ بعض اسے وہ تحریر (رقم)

سمجھتے ہیں۔ جس میں ان کی کہانی لکھی گئی تھی۔ یہ تحریر کتبے کی صورت میں ان کے مزاروں

کے قریب نصب تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ان کے کتے کا نام تھا۔ (شاس: ص ۴۵)

یہ اصحاب غار کون تھے؟

کہاں تھے؟

- | | |
|----|---|
| ۱۔ | یافس: قبرص کے غربی ساحل پہ ایک شہر |
| ۲۔ | پرگہ:- ایشیائے صغیر کے جنوبی ساحل پہ ایک علاقے پمفیلیا کا ایک شہر (ایضاً ص ۵۱۷) |
| ۳۔ | جنوبی ترکی کا وہ علاقہ جس میں کبھی اٹھا کیہ بھی شامل تھا۔ (ایضاً ص ۵۳۹) |
| ۴۔ | مولانا مودودی کا خیال یہ ہے کہ رقیم ہستی تھی۔ ایلک (عقبہ) اور فلسطین کے درمیان۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ ص ۱۱) |

اور غار میں کیوں داخل ہوئے تھے؟

اس پر ہر مفسر اور مؤرخ نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ یورپ کا ایک مؤرخ گمن اپنی کتاب ”تاریخ زوال روما“ کے تینتیسویں (۳۳ ویں) باب میں ”سات سونے والے“ (Seven Sleepers) کے عنوان کے تحت لکھتا ہے۔ (بحوالہ تفہیم۔ ج ۳، ص ۱۲) کہ:

یہ لوگ ایک ظالم رومی بادشاہ ”ڈی سکلیس“ (عربوں کے ہاں دقیا نوس یا دقوس) جو ۲۴۹ء سے ۲۵۱ء تک حکمران رہا۔ کے ڈر سے جنوب مغربی ایشیائے صغیر کے ایک شہرانی سس (تفاسیر میں افسس، افسوس، افسس) کے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائیوں کا دشمن تھا۔ اور اسی بناء پر یہ لوگ روپوش ہو گئے تھے۔ یہ وہاں جا کر سو گئے۔ اور کوئی دو سال بعد تھیوڈائیس (۴۰۸-۴۵۰) کے زمانے میں بیدار ہوئے۔ جاگتے ہی انہوں نے اپنے ایک ساتھی جملینس (Jamblichus) (عربوں کے ہاں ملیخا) کو بازار سے کھانا لانے کے لیے بھیجا۔ الخ۔

مولانا لکھتے ہیں (تفہیم۔ ج ۳، ص ۱۹) کہ:

۱۸۳۳ء میں ایک پادری T. A. Runderu نے ”اکتشافات ایشیائے صغیر“ عنوان سے اپنے مشاہدات شائع کیے۔ جس میں شہر افسس کے پاس ایک ایسی پہاڑی کا ذکر کیا ہے۔ جس میں حضرت مریم اور سات لڑکوں کے مقبروں کے آثار ملتے ہیں۔

(تفہیم۔ ج ۳، ص ۱۲)

کہانی مختصر آیوں ہے کہ:

روم کے ایک شہر میں چند نو جوانوں نے بت پرستی چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لی۔ اس پر ان کے ملحد بادشاہ (دقوس) کی آتش غضب بھڑکی اور یہ لوگ ایک غار میں جا گئے۔ بادشاہ بھی وہاں جا پہنچا۔ اور غار کے منہ پر ایک دیوار بنوادی۔ تاکہ وہ لوگ اندر ہی مر جائیں۔ کئی سو سال بعد کسی گڈریے نے اپنے ریوڑ کو طوفان سے بچانے کے لیے یہ دیوار گرا دی اور کچھ مدت کے بعد غار والے لوگ جاگ اٹھے۔ (شاس: ص ۴۵)

ان کا زمانہ خواب کتنا تھا؟

گمن اور دیگر یورپی مؤرخین تقریباً دو سو برس بتاتے ہیں۔

لیکن قرآن میں ہے:-

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قُلْ

اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ج (کہف: ۲۵-۲۶)

(وہ لوگ غار میں تین سو نو برس رہے۔ اور کہہ دو کہ صرف اللہ ہی ان کی مدت قیام کو جانتا ہے)
ان دو آیات میں ربط پیدا کرنے کے لیے بیشتر مفسرین نے ”ولبثوا“ کو ان لوگوں کا قول قرار دیا ہے۔ جو
اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق اختلاف رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ کا خیال یہ تھا کہ:
ان کا زمانہ قیام ۳۰۹ سال تھا۔ لیکن اللہ نے اس کی تائید نہیں کی۔
اور اتنا ہی کہنے پہ اکتفا کیا کہ:

”ان کی مدت قیام سے صرف اللہ واقف ہے۔“

شاہد قیانوس (یادقیوس) غربی رومہ کا چوبیسواں بادشاہ تھا۔ جو ۲۳۹ء سے ۲۵۱ء تک برسر اقتدار رہا۔ اگر ان کا قیام
واقعی ۳۰۹ برس تھا۔ تو پھر وہ حضور صلعم کی ولادت سے بائیس برس پہلے جسی نین اول (۵۲۷-۵۶۵ء) کے عہد میں
جاگے ہوں گے۔ اور متبادل صورت یہ ہے۔ کہ دقیوس سے سو سال پہلے انیٹونیس (۱۳۸-۱۶۱ء) کے زمانے میں
سوئے ہوں۔

حضور صلعم کی زندگی میں مختلف صحابہ نے قرآن جمع کیا تھا۔ ان میں کہیں کہیں اعراب یا قرأت کا اختلاف پیدا
ہو گیا تھا۔ جسے حضرت ابو بکرؓ نے ایک معیاری نسخہ تیار کرانے کے بعد ختم کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (ایک مقتدر صحابی) کے قرآن میں لَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ سے پہلے قالوا
کا لفظ بھی تھا۔ بات صاف ہو گئی کہ ۳۰۹ سال کا اندازہ انسانی تھا۔ نہ کہ خدائی۔ (القر: ص ۱۳۶)

مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اصحاب کہف پہ ایک مفصل مقالہ لکھا تھا۔ جسے ادبستان لاہور نے دو اور
مقالات یعنی ذوالقرنین اور یاجوج۔ ماجوج کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ اس میں رقیم کے متعلق لکھتے
ہیں کہ:-

”رقیم وہی لفظ ہے۔ جسے تورات میں راقیم کہا گیا ہے۔“ (اصحاب کہف: ص ۱۳)

تورات میں یہ لفظ چار مرتبہ استعمال ہوا ہے:-

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام منشی تھا اور ایک یہوداہ۔

ان کی اولاد میں ایک ایک رقیم بھی تھا:-

۲۔ قیصرہ کی غربی شاخ کا دار الخلافہ رومہ (اٹلی) تھا۔ اس کے بادشاہوں کا سلسلہ سیزر (۴۴ ق م) سے شروع ہوا تھا۔ سیزر
سے پہلے رومہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جو کبھی کبھی متحد ہو جاتی تھیں۔ سیزر پہلا بادشاہ تھا اور رومیس (۶۷ء)
آخری۔ ان بادشاہوں کی تعداد ۵۰ تھی۔ ۳۳۰ء میں یہ سلطنت تقسیم ہو گئی اور قسطنطین اول (۳۰۵-۳۲۷ء) نے ۳۳۰ء
میں قسطنطنیہ کو پائے تخت بنالیا۔ تھیوڈوسس دوم اسی شاخ کا گیارواں بادشاہ تھا۔

☆ رقیم بن فرس بن کیر بن منسی - (۱- تاریخ ۱۶/۷)

☆ اور رقیم بن کالب بن حصرون بن یہوداہ - (۱- تاریخ ۲/۳۳-۳۴)

۲- مدین کے ایک بادشاہ کا نام بھی رقیم تھا۔ (گنتی: ۸/۳۱)

۳- نیز ایک شہر کا، جو بن یامین کے حصے میں آیا تھا۔ یہ یروشلم کے مغرب میں تھا۔

(یشوع: ۱۸/۲۷)

ہو سکتا ہے کہ رقیم سے مراد یہی شہر ہو۔ لیکن اس امکان کی تائید نہ کسی دیگر تحریر سے ہوتی ہے اور نہ کھدائیوں سے۔ دوسری طرف اُنس کے متعلق کافی شہادتیں موجود ہیں۔ اس لیے اغلب یہی ہے کہ یہ غار اُنس ہی میں تھا۔ ان کی تین سو سالہ نیند کے متعلق مولانا آزاد کا خیال یہ ہے کہ:

کثرتِ عبادت سے بعض اوقات استغراق، سرخوشی، محویت اور فنا کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کہ انسان جسم کے تقاضوں (خورد و نوش) کو پورا کیے بغیر بھی برسوں بلکہ صدیوں زندہ رہ سکتا ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں برما کے ایک پہاڑی غار سے ایک ایسا بھکشو برآمد ہوا تھا۔ جو ایک سل پہ آسن جما کر بیٹھا سو رہا تھا۔ اور اس کے سارے بال سل پہ بکھرے پڑے تھے۔ وہ جب ہوش میں آیا تو اس نے بتایا کہ وہ چار سو برس سے محویت میں ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ڈاکٹر الیگزینڈر کاف نے اپنی کتاب Invisible In Fluance میں لکھا ہے۔ کہ: جب وہ تبت میں پہنچا۔ تو وہاں دلائی لامہ نے اسے ایک ایسا بھکشو دکھایا جو کئی صدیوں سے ایک تابوت میں بند تھا اور پھر بھی زندہ تھا۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب: ”من کی دنیا“)

۱۹۳۵ء میں مدراس کا ایک جوگی یہاں کیملپور میں آیا۔ اور اس نے اعلان کیا۔ کہ وہ دریا کی تہ، اور کسی بند قبر میں برسوں زندہ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ آزمائش کی خاطر اسے آٹھ فٹ گہری قبر میں گاڑ دیا گیا۔ اور ٹھیک چوبیس گھنٹے کے بعد نکالا گیا۔ ڈاکٹر نے اسے دیکھ کر اس کی موت کا اعلان کر دیا۔ لیکن صرف دو منٹ بعد اس نے ”ہری اوم“ کا نعرہ لگا کر دنیا کو حیران کر دیا۔ میں اس واقعہ کا عینی شاہد ہوں۔

یا قوت حموی (۶۲۶ھ) معجم البلدان (ج ۳، ص ۲۷۴) میں لکھتے ہیں کہ:

اصحاب کہف کا غار روم کے ایک شہر اُسس میں تھا۔ یہ سات آدمی تھے جو اس غار میں صدیوں لیٹے رہے۔ ایک دفعہ خلیفہ واثق عباسی (۲۲۷-۲۳۲ھ) نے محمد بن موسیٰ خوارزمی

میرا راوی ایک فوجی افسر ہے جو برما میں لڑ چکا تھا۔

منجم کو غار (کہف) کی تلاش میں بھیجا۔ وہ پھرتے پھرتے روم کے ایک پہاڑ بلذ الرُّوم پہ جا
 نکلا۔ وہاں ایک غار کے منہ پر ایک مکان بنا ہوا تھا۔ جس میں ایک محافظ بیٹھا ہوا تھا۔ میں
 نے اس سے مدد چاہی تو وہ مجھے غار میں لے گیا۔ وہاں ایک عجیب منظر دیکھا کہ تیرہ صحیح و سالم
 لاشیں قطار میں رکھی تھیں۔

محافظ نے بتایا۔ کہ ان میں سے سات اصحاب کہف کی ہیں اور باقی بعد میں تیر کا وہاں رکھ دی
 گئی ہیں۔ ان کے روشن چہرے کھلے تھے۔ اور اجسام چادروں سے ڈھکے ہوئے۔

محافظ نے مزید بتایا۔ کہ ان کے بال اور ناخن بڑھ جاتے ہیں۔ جنہیں گاہے ماہے کاٹنا پڑتا
 ہے۔ (منجم۔ ج ۴، ص ۲۷۴)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آغاز خلافت میں حضرت عبادہ بن الصامت کو دعوت اسلام کے لیے شاہ روم کی
 طرف بھیجا۔ اس سفر میں عبادہ نے بھی اس غار کو دیکھا تھا۔ (ایضاً)

ان کے نام یہ تھے:-

☆ مکسمینا ☆ مشلینا ☆ مرطونس ☆ یسلینا
 ☆ دیریوس ☆ سریونیون اور افس قلیوس

ان کے کتے کا نام قلمیر تھا۔ شاہ وقت کا دقیانوس اور غار کا رقیم۔ یہ غار روم میں عموریہ وانیقیہ کے درمیان تھا۔

مآخذ:- ۱۔ منجم۔ ج ۴، ص ۲۷۴، ۲۔ شاس۔ ص ۴۵، ۳۔ ڈاس۔ ص ۲۴،

۴۔ لقر۔ ص ۱۴۶، ۵۔ اصحاب کہف۔ ص ۳۲، ۷

۶۔ تفسیر۔ ج ۳، ص ۱۲، ۱۰، ۷۔ زوال روم۔ باب ۳۳،

۸۔ قرآن مقدس، ۹۔ بائبل،

۳۷۔ اعراب

قرآن حکیم میں یہ لفظ دس دفعہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی ہیں:- صحرائی۔ صحرائیں۔ یعنی وہ دیہاتی عرب
 جو صحراؤں میں خیمے تان کر رہتے تھے۔

لفظ ”عربی“ کے معنی ہیں:- ایسا شخص جس کی زبان عربی ہو۔ خواہ وہ شہری ہو یا دیہاتی۔

اور ”اعراب“ سے مراد فقط صحرائیں ہیں۔ اس لفظ کی ہیئت جمع کی سی ہے۔ لیکن اس کا واحد نہیں ہوتا۔

مآخذ:- ۱۔ منتهی الارب۔ ”اعراب“

۳۸۔ الْأَعْمَى

روایت ہے۔ کہ ایک دن حضور صلعم بعض اشراف قریش سے مصروف گفتگو تھے۔ لیکن ابو یعلیٰ حضرت انسؓ سے راوی ہیں۔ کہ حضور ﷺ کی محفل میں اس وقت صرف ابی بن خلف تھے۔

اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ تین آدمی تھے:

۱۔ عتبہ ۲۔ ابو جہل اور ۳۔ عباسؓ

ابن المزد رکی روایت ہے۔ کہ عتبہ کے ہمراہ شیبہ اور اُمیہ بھی تھے۔ اوپر سے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم آگئے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔ کہ اے رسول:-

عَلِمَنِي مِمَّا عَلَيْكَ اللَّهُ. (حدیث)

(مجھے بھی وہ سکھاؤ۔ جو تمہیں اللہ نے سکھایا ہے)

حضورؐ اس بے وقت مداخلت سے برہم ہو گئے۔ تیوری چڑھالی اور منہ پھیر لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جلالین وکمالین: ص ۴۸۸)

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۖ اَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهِ

يَنْزُكِي ۚ (عبس: ۱)

(رسول کے پاس ایک اندھا آیا۔ اور اس نے چیں بجیں ہو کر منہ پھر لیا۔ تمہیں کیا خبر۔ کہ

شاید وہ مزید سنور جاتا)

مولانا عبد الماجد دریا بادی اعلام القرآن (ص ۵۴) میں لکھتے ہیں کہ:

نابینا کا اصل نام عمرو بن قیس بن زائدہ تھا۔ اور ابن مکتوم ان کی کنیت تھی، یہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے ماموں زاد بھائی تھے اور کچھ عرصہ کے لیے حضور صلعم کے مؤذن بھی رہے تھے۔

ماخذ:- ۱۔ جلالین وحاشیہ: ص ۴۸۸، ۲۔ اعلام: ص ۵۴

۳۹۔ الَّذِي اتَيْنَاهُ اَيْتِنَا

یہ ایک آیت کا حصہ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:-

”وہ شخص جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔“

پوری آیت یوں ہے:-

”اے رسول! تم انہیں اس شخص کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں اور وہ ان سے منحرف ہو گیا۔ چنانچہ شیطان نے اس کا پیچھا کیا۔ اور وہ بھٹک گیا۔“ (اعراف: ۱۷۵)

یہ شخص کون تھا۔ اور کس زمانے میں تھا؟ اس کا یقینی علم ہمیں حاصل نہیں۔ مفسرین میں سے بیشتر نے اس سے بلعم باعور مراد لیا ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا ایک کاہن تھا۔ جو عراق کے ایک قصبے پتھار سے وہاں گیا تھا۔ متقی اور خدا ترس۔

صاحب جلالین لکھتے ہیں:-

وَهُوَ بَعْلُ بْنُ بَاعُورَ أَمِنْ عِلْمَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ سُئِلَ أَنْ يَدْعُوا عَلَى مُوسَى وَمَنْ مَعَهُ وَأُهِدِيَ إِلَيْهِ شَيْءٌ فَدَعَا فَانْقَلَبَ عَلَيْهِ وَانْدَلَعَ لِسَانُهُ عَلَى صَدْرِهِ. (جلالین: ص ۱۳۲)

(کہ اس کا نام بلعم بن باعور تھا۔ یہ بنو اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ جس سے کہا گیا۔ کہ موسیٰ اور بنو اسرائیل کے لیے بددعا کرو۔ اس سلسلے میں اسے تحائف بھی دیے گئے۔ چنانچہ اس نے بددعا کی۔ وہ الٹی پڑ گئی اور اس کی زبان اس کے سینے پہ لٹک پڑی)

بلعم بعور کا پورا قصہ بائبل کی ان کتابوں میں دیکھیے:-

کنفی: باب ۲۲-۲۳، ۳۱، ۳۶

استثنا: ۲۳/۵

اوریشوع: ۱۳/۲۲، ۲۳، ۹-۱۰

مختصر آیہ کہ:

جب موسیٰ علیہ السلام سات لاکھ اسرائیلیوں کے ہمراہ موآب کے میدانوں میں پہنچے۔ اور وہاں کے بادشاہ بلق کو خطرہ محسوس ہوا کہ اسرائیلی اور ان کے ریوڑ سب کچھ چٹ کر جائیں گے۔ تو اس نے بلعم کے پاس اپنے خاص آدمی تحائف دے کر بھیجے اور التماس کی۔ کہ آؤ اور قوم موسیٰ کے لیے بددعا کرو۔ بلعم نہ مانا۔ بلق نے دوبارہ آدمی بھیجے اور وہ اسے بزاری و زر لے ہی آئے۔ موآب میں آکر بلعم نے کہا۔ کہ خدا کا غضب صرف بدکاروں پہ نازل ہوتا ہے۔ اس لیے تم اپنی عورتوں کو ذرا آزادی دے دو۔ تاکہ اسرائیلیوں میں گناہ کی ترغیب پیدا ہو۔ چنانچہ اس مشورے پر عمل ہوا اور:-

موآب اُس وقت بحیرہ ہمدار کے مشرقی ساحل پہ ایک ریاست تھی جس کے بادشاہ کا نام بلق تھا۔

”اور لوگوں نے موائیوں کی بیٹیوں سے زنا کیا..... تب خداوند کا قہر بنی اسرائیل پہ بھڑکا اور خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ کہ قوم کے سرداروں کو پکڑ۔ اور انہیں سورج کے سامنے لٹکا دے۔“
(کنفی: ۵۱/۲۵)

ان میں دبا بھی پھوٹ پڑی۔ جس سے بیس ہزار اسرائیلی ہلاک ہو گئے۔
(ایضاً ۹/۲۵)

بالآخر جب موسیٰ علیہ السلام نے اہل مدین پر حملہ کیا۔ تو بلعم نے مقابلہ کیا۔ اور مارا گیا۔

مآخذ: ۱۔ ذاب۔ ص ۱۷، ۲۔ بائبل، ۳۔ جلالین۔ ص ۱۳۲، ۴۔ اعلام۔ ص ۵۸،

۵۔ قرآن حکیم،

۴۰۔ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ (واقعہ الگ)

یہ ایک لمبی آیت کا ٹکڑا ہے۔ بات یوں ہوئی۔ کہ:-

حضور صلعم ۵۵ھ میں غزوہ بنو المصطلق (یا غزوہ مرسع) سے واپس آرہے تھے۔ کہ ایک منزل پر حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا۔ وہ ادھر ادھر تلاش کر رہی تھیں۔ کہ ان کا ساربان چل دیا۔ اور وہ پیچھے رہ گئیں۔ کچھ وقفے کے بعد وہاں لشکر کا آخری آدمی صفوان بن معطل، جس کا کام گری پڑی چیزیں سمیٹنا تھا، آ گیا۔ اس نے حضرت عائشہ کو دیکھ کر فوراً اونٹ بٹھایا۔ اور آپ کو سوار کر کے لشکر سے جا ملا۔ اس پر لوگوں نے بڑی باتیں بنائیں۔ ان میں سے چار خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:-

۱۔ حسان بن ثابت (شاعر رسالت)

۲۔ مسطح بن اثاثہ۔

۳۔ حمنہ بنت جحش۔

۴۔ عبد اللہ بن ابی۔

عبداللہ بن ابی نے بہتان طرازی میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ اس پر حضور صلعم ایک ماہ تک دگیر رہے۔ اور حضرت عائشہ روتی رہیں۔ بالآخر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جس پر حضور صلعم نے حضرت عائشہ کو مبارک باد دی۔

۱۔ چونکہ یہ تصادم مرسع نامی ایک کنویں پہ ہوا تھا۔ جو بنو المصطلق کی ملکیت تھا۔ اس لیے یہ غزوہ دونوں ناموں سے مشہور ہے۔ یہ مقام مدینہ سے اندازاً سو میل دور تھا۔

”جن لوگوں نے یہ بہتان تراشا ہے۔ وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔ اس واقعہ کو اپنے لیے شر نہ سمجھو۔ بلکہ یہ خیر ہے۔ ہر شخص کو اس کے گناہ کی سزا ملے گی۔ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ اور جس شخص (عبداللہ) نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ وہ المناک عذاب کا شکار ہوگا۔“ (نور: ۱۱)

مآخذ: ۱۔ اعلام۔ ص ۶۱، ۲۔ ۲۔ جلالین۔ ص ۲۹۳،

۴۱۔ الَّذِي حَاجَّ اِبْرَاهِيْمَ (نمرود)

(وہ شخص جس نے ابراہیم سے اللہ کے متعلق بحث کی تھی)

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے:-

”کیا تو نے اس شخص کی حالت نہیں دیکھی جسے اللہ نے سلطنت عطا کی تھی۔ لیکن وہ بجائے شکر، ابراہیم سے اللہ کے متعلق بحث کرنے لگا۔ ابراہیم نے کہا۔ میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا اور چھینتا ہے۔ کہنے لگا۔ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا۔ میرا رب سورج کو مشرق سے مغرب کی طرف لاتا ہے۔ تو اسے مغرب سے مشرق کی طرف لا۔ کافر مبہوت ہو گیا۔ اور اللہ ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔“ (بقرہ: ۲۵۸)

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد نمرود بن کوثر بن حام بن نوح ہے۔ طبری اسے ذوالقرنین کی طرح ساری دنیا کا بادشاہ قرار دیتا ہے۔

روایات میں ہے۔ کہ نمرود کو نجومیوں نے بتایا۔ کہ اس کی رعایا کا ایک بچہ اسے تباہ کر دے گا۔ چنانچہ اس نے تمام بچوں کو مار ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن آزر کی بیوی اوشہ کوئی ایسی چال چلی کہ نمرود (ابراہیم) بچ گیا۔ جب ابراہیم بڑا ہوا۔ تو نمرود سے اس کے کئی مقابلے ہوئے۔

پہلا علمی تھا۔ اللہ کی ہستی کے متعلق۔ جس میں نمرود کو شکست ہوئی۔ اس نے یہ دیکھنے کے لیے کہ خدا آسمانوں میں بھی ہے یا نہیں۔ چار طاقتور عقاب ایک تختے کے ساتھ باندھ کر آسمان کی طرف اڑا دیے اور خود تختے پر بیٹھ گیا۔ جب عقاب تھک کر زمین کی طرف لوٹے۔ تو یہ گر پڑا۔ لیکن بچ گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک اونچا مینار (مینار بابل) بنوایا۔ جس کے معماروں اور مزدوروں کی بولیاں بدل گئیں اور کام رک گیا۔

آخری مقابلہ بتوں کے متعلق ہوا۔ کہ ایک دن حضرت ابراہیم شہر کے سب سے بڑے بت خانے میں داخل ہو گئے اور تمام بت توڑ ڈالے۔ اس پر نمرود نے انہیں آگ میں پھینک دیا۔ لیکن آگ سرد ہو گئی۔ نمرود نے انہیں اور

ان کے پیروؤں کو بارہا بھوکے چھیتوں اور شیروں کے آگے بھی پھینکا۔ لیکن وہ آتے، سر جھکاتے اور ان کے پاؤں کو چاٹ کر لوٹ جاتے۔

نمرود کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ جنگل میں پلا۔ ایک شیرنی نے اسے دودھ پلایا۔ اور جب وہ بڑا ہوا۔ تو شہر میں آیا۔ باپ کو قتل کیا۔ تخت پہ قبضہ جمایا اور اپنی ماں الکسائی (یا سلخا) سے شادی کر لی۔ (شاس: ص ۴۳۸) اس کی وجہ نجومیوں کی یہ پیش گوئی تھی۔ کہ کوش (وہ روایت کنعان بن کوش) کو اس کا اپنا بیٹا تباہ کرے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے بچوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ لیکن سلخا نے کسی تدبیر سے اسے بچا کر جنگل میں بھیج دیا۔ آذر نمرود کا مشیر تھا۔ اس نے اپنے آقا کے لیے ایک نہایت حسین محل تیار کرایا۔ جس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی تھیں۔ (ایضاً)

مؤرخ طبری کی رائے (شاس: ص ۴۳۸) ہے۔ کہ ایران کا ضحاک ہی نمرود تھا۔

ڈاکٹر سمٹھ لکھتا ہے (ڈاب: ص ۴۵۶) کہ:

شروع میں نمرود صرف بابلو نیا کا بادشاہ تھا۔ بعد میں اس نے شمالی عراق میں اشور یا کوبھی اپنی پٹیٹ میں لے لیا۔ جنوبی عراق میں بابل شہر اس کا دار الحکومت تھا۔ جس کے آثار اب برآمد ہو رہے ہیں۔ اور شمال میں نینوی، بابل اور نینوی کے کتبوں میں دار الحکومت کوش کا بار بار ذکر آتا ہے۔ لیکن:

CUTHA, CHUZISTAN • COSSAEI, CISSIA

(خوزستان) کی شکل ہیں۔ محققین کا اندازہ یہ ہے۔ کہ اس خاندان کے اقتدار کا آغاز ۲۲۰۰

ق م کے قریب ہوا تھا۔ یہ نو سو برس تک زندہ رہا۔ اور اس کا خاتمہ تقریباً ۱۳۰۰ ق م میں ہوا۔

(ڈاب: ص ۶۵۶)

حال ہی میں قدیم شام کا ایک ایسا کیلنڈر برآمد ہوا ہے۔ جس میں درج ہے کہ:

ماہ کا نون (غالباً جنوری) کی پچیسویں تاریخ کو ملک بھر میں عید منائی جاتی تھی۔ غالباً ابراہیم

کو اسی روز آگ میں پھینکا گیا تھا۔ (ڈاس: ص ۴۳۴)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: ”بابل“

مآخذ: ۱۔ شاس: ص ۴۳۸، ۲۔ ڈاب: ص ۴۵۶، ۳۔ ڈاس: ص ۴۳۴،

۴۔ کتاب الہدیٰ: ص ۳۸۱، ۵۔ قرآن مقدس

۴۲۔ الذی مرَّ علی قَرْیَةٍ (عُزْرِ)

پوری آیت یوں ہے:-

أَوْكَالِذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ج.....

(بقرہ: ۲۵۹)

(کیا تم نے اس شخص کی کہانی پہ نظر ڈالی۔ جو ایک تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرا اور کہنے لگا۔ کہ خدا اس بستی کو کیسے زندہ کرے گا؟ سو اللہ نے اسے سو سال کے لیے سُلا دیا (پامار دیا) اور پھر جگا کر (یا زندہ کر کے) پوچھا۔ کہ تم کتنی مدت سوئے رہے۔ کہنے لگا۔ ایک دن یا دن کی کوئی کسر۔ اللہ نے فرمایا۔ کہ تم پورے سو سال تک سوئے ہو۔ ذرا کھانے پینے کی اشیاء پہ نظر ڈالو۔ کوئی چیز خراب نہیں ہوئی۔ دوسری طرف اپنے گدھے کو دیکھو۔ کہ اس کا نشان تک مٹ گیا ہے۔ ہم تمہیں اپنا ایک نشان بنانا چاہتے ہیں۔ اس لیے ان ہڈیوں کو دیکھو۔ کہ ہم انہیں کس طرح ترتیب دیتے اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ جب اس نے یہ تمام واقعہ دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ مجھے یقین آ گیا ہے۔ کہ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے)

تقریباً تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ:

تباہ شدہ بستی سے مراد یروشلم ہے۔ جسے ۶۰۰ ق م کے قریب بابل کے ایک ظالم بادشاہ نبخت نصر نے تباہ کر دیا تھا۔ اور شخص سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ چونکہ ایران کی تاریخ سے حضرت عزیر علیہ السلام کا گہرا تعلق رہا ہے۔ اس لیے اس وقت کی تاریخ مختصر پیش کرتا ہوں:-

میڈیا

آپ نے سنا ہوگا۔ کہ ولادت مسیح سے کوئی اڑھائی ہزار سال پہلے آریائی قبائل وسطی ایشیا سے ایران میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے چھ وحشی قبائل، جو مغربی ایران میں آباد ہو گئے تھے۔ متحد ہو کر ایک آزاد ریاست کے متعلق سوچنے لگے۔ بالآخر ان لوگوں نے ایک چھوٹی سی حکومت قائم کر لی۔ جو میڈیا کہلاتی تھی۔ اس نے ۲۳۵۸ ق م میں ریاست بابل پہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ ہم اس کی سترہ سو سالہ تاریخ سے مطلقاً نا آشنا ہیں۔ اگر علم ہے تو صرف اتنا ہی کہ یہ اشوریا کے سامنے ہمیشہ دبی رہی۔ ۷۰۸ ق م میں اس نے اشوریا کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔ جس میں اس کے چار بادشاہوں کے نام سامنے آتے ہیں۔ یعنی:-

۱۔ یا قوت حموی کو اختلاف ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بستی سے مراد زرقل ہے جو نصرہ و عسکر کرم کے درمیان واقع تھی۔ (مجموع ج ۳ دیر)

۲۔ فرارٹس (Phroartes)

۱۔ ڈیاس (Deioces)،

۳۔ استیاس (Astyages)

۳۔ کینسر و اور

۶۵۰ ق م میں میڈیا ایک عظیم طاقت بن گیا۔ جس کی حدود بحیرہ خزر سے آرمینیا اور مغرب میں بحیرہ مارمورا (ترکی) تک پھیل گئیں۔ یہ ریاست طولاً کوئی پندرہ سو میل تھی۔ عرضاً چار۔ پانچ سو میل۔ اور کل رقبہ چھ لاکھ مربع میل کے قریب تھا۔ ۶۲۵ ق م میں کینسر و نے بابل اور اشوریا دونوں پر قبضہ کر لیا۔ یہی وہ زمانہ ہے۔ جب خود ایرانی ابھرنے کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔ بالآخر انہیں سائرس کی صورت میں ایک انقلابی رہنما مل گیا۔ جس نے ۵۵۹ ق م میں میڈیا کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور میڈیا کے آخری بادشاہ استیاس کو پکڑ کر اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اس فوری فتح سے اس کے حوصلے اتنے بڑھ گئے۔ کہ اس نے لیڈیا پر جو ایشیائے صغیر کے جنوبی ساحل پر ایک ریاست تھی۔ ۵۴۶ ق م میں قبضہ کر لیا۔ چند سال بعد ریاست بابل اور ۵۳۸ ق م میں اشوریا کا الحاق کر لیا۔ اور ۵۲۹ ق م میں پارتھیا کے خلاف لڑتے ہوئے مارا گیا۔ (ڈاب: ص ۳۹۲)

اشوری

اشور، حضرت نوح کا پوتا اور سام کا فرزند تھا۔ اس کی اولاد نے ۱۲۷۳ ق م کے قریب نینوا (موصل کے شرق میں) میں ایک ریاست کی بنا ڈال دی۔ جو رفتہ رفتہ شرق میں ہمدان۔ شمال میں آرمینیا اور جنوب میں خلیج ایران تک پھیل گئی۔ اس کے سلاطین کا پہلا سلسلہ چودہ بادشاہوں پر مشتمل تھا۔ جو ۱۲۷۳ ق م سے ۹۳۰ ق م تک (سازھے تین سو سال) حکومت کرتا رہا۔ ان میں اہم ترین سلطان تغلث پلسر (Tiglath Pilser) تھا۔ جس نے بارہویں صدی کے آخر میں حکومت کی تھی۔

۱۱۰۰ ق م میں اشوریوں نے میڈس پر حملہ کیا۔ اور ہرات تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ ۸۴۴ ق م میں شال منیسر (Shal Maneser) نے میڈیا پر ایک حملہ کیا۔ اور سالانہ خراج کی شرط عائد کر دی۔ ۸۱۰ ق م میں رامن سوم (Ramman III) اور ۷۲۲ ق م میں سارگن دوم نے حملہ کیا۔ اور بڑی تباہی مچائی۔ یہ سلسلہ ۷۰۵ ق م تک جاری رہا۔ ۷۰۵ ق م میں میڈیا کے ایک جج ڈیاس (Deioces) نے بڑی جدوجہد کے بعد میڈیا کو نیم آزاد کرالیا۔ لوگوں نے اسے ہی بادشاہ بنادیا۔ اور ہمدان اس کا دار الحکومت قرار پایا۔ اس نے ۵۰ برس حکومت کی۔

۶۵۵ ق م میں اس کا لڑکا فرارٹس (Phraortes) تخت پر بیٹھا۔ اس نے اشوریوں کا باقی ماندہ اثر ختم کرنے کے لیے ان پر حملہ کر دیا۔ اور بری طرح مار کھائی۔ بعد ازاں پھر اس کے جانشین (Cyaxares) نے نینوا کا محاصرہ کیا۔ پہلے شکست کھائی۔ لیکن ۶۲۵ ق م میں اشوریا کو مٹا دیا۔ (ڈاب: ص ۵۸)

۱۔ اشوریوں میں اس نام کے دو اور بادشاہ بھی تھے۔ شال منیسر دوم (۸۸۴-۸۶۰ ق م) جس کے متعلق کئی کتبے اور مجسمے برآمد ہوئے ہیں۔ ایک تیسرا بھی تھا جس کے متعلق معلومات ندرد۔ چوتھے کا عہد ۷۲۷-۷۲۲ ق م تھا۔ اس کے متعلق بھی ایک

کتبہ ملا ہے۔ (پینلز: ص ۱۰۰)

کیانی

زوالِ آشوریا کے بعد میڈیا ایک خوفناک طاقت بن گیا۔ لیکن Cyaxares کے جانشین Astyages نے اتنا گناہ کیا۔ کہ اس کی طاقت ٹوٹ گئی۔ چنانچہ ایران کے ایرانی النسل بادشاہ سائرس (Cyrus) نے اسے شکست دے کر ۵۵۹ ق م میں میڈیا پر قبضہ کر لیا اور خاندان کیانی کی بنا ڈالنے کے بعد پہلے لیڈیا (موجودہ ترکی کا جنوب مغربی علاقہ) اور پھر ۵۳۸ ق م میں سلطنت بابل پر قابض ہو گیا۔ ۵۲۹ ق م میں پارتھیا کی جنگ میں ہلاک ہو گیا۔ یہ میڈیا کے آخری بادشاہ استیاگس کا نواسہ تھا۔

شاہانِ کیانی کی فہرست یہ ہے:-

شمار	نام	زمانہ سلطنت	ریمارکس
۱	سائرس	۵۵۹-۵۲۹ ق م	بانی سلطنت
۲	کیمیس	۵۲۱ ق م	۵۲۵ ق م میں مصر فتح کیا۔ اور آخر میں خودکشی کر لی۔
۳	دارا۔ اول	۴۸۵ ق م	مشرق میں پنجاب و سندھ اور مغرب میں مقدونیہ اور تھریس فتح کیے۔
۴	خسرو۔ اول	۴۶۶ ق م	
۵	کیخسرو۔ اول	۴۲۵ ق م	
۶	خسرو۔ دوم	۴۲۴ ق م	
۷	سکوڈی نس	۴۲۴ ق م	
۸	دارا۔ دوم	۴۰۵ ق م	
۹	سائرس۔ دوم	۳۵۸ ق م	
۱۰	کیخسرو۔ سوم	۳۳۶ ق م	
۱۱	دارا۔ سوم	۳۳۰ ق م	اسے سکندر یونانی نے ہلاک کیا تھا۔

۱۔ سائیکس: تاریخ ایران۔ باب دہم

۲۔ ڈاب۔ زیر عنوان آشوریا، میڈیا۔ و سائرس

اشوریا کے کتبے

نیلن پچر "عہد بابل کی کہانی" میں لکھتا ہے کہ:

آشور عراق کا ایک شہر ہے۔ جو نینوا سے ساٹھ میل جنوب میں واقع تھا۔ اور اب اس کے کھنڈرات برآمد ہو رہے ہیں۔ آغاز میں یہ شہر آزاد تھا۔ پھر بابل کے ایک بادشاہ حمورابی (۱۷۶۸-۱۶۸۶ ق م) نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پانچ سو سال بعد جب اسرائیلی مصر سے نکل رہے تھے۔ تو آشور نے بابل پر قبضہ کر لیا۔ یہ سلطنت سات سو سال تک زندہ رہی۔

۱۸۴۵ء میں اے۔ ایچ۔ لیسرڈ نے نینوا میں کھدائی کرائی اور اشوریا کے متعلق بہت سے کتبے نکل آئے۔ جن سے اس کی تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔ (عہد بابل کی کہانی: ص ۷۶)

عزریا عزرا کی کہانی

عزرا کی کتاب (بائبل میں شامل) میں لکھا ہے کہ:

جب سائرس نے یروشلم میں اللہ کے معبد کو دوبارہ بنانے کا اعلان کیا۔ تو بابل میں سکونت پذیر اسرائیلی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے منوں کے حساب سے سونے اور چاندی کے برتن جمع کیے۔ سائرس نے بھی سرکاری خزانے سے مدد کی۔ اور ہزاروں اسرائیلی اس کام کے لیے بابل سے چل پڑے۔ یہ لوگ کار تعمیر میں مشغول تھے کہ کنخسرو نامی ایک غاصب آٹھ ماہ کے لیے تخت کیانی پر قابض ہو گیا۔ اور اس نے تعمیر روک دی۔ لیکن دارائے اول (۴۸۵ ق م) نے ۵۲۰ ق م میں دوبارہ تعمیر کی اجازت دے دی۔ اور یہ کام دارا کے چھٹے سال جلوس میں مکمل ہو گیا۔ جب کنخسرو تخت نشین ہوا تو حضرت عزیر نے اس سے اسرائیلیوں کے ایک قافلے کے ہمراہ یروشلم جانے کی اجازت مانگی، جو مل گئی۔ اور یہ ہزار ہا اسرائیلیوں کے ہمراہ کنخسرو کے ساتویں سال جلوس (۴۵۹ ق م) میں بابل سے نکال دیے گئے تھے مہینے منزل پہ جا پہنچا۔ وہاں جا کر کئی کام کیے۔ مثلاً:

۱۔ جن اسرائیلیوں نے لادین بیویاں کر رکھی تھیں انہیں طلاق پہ آمادہ کیا۔

۲۔ تورات دوبارہ لکھی۔ روایت ہے کہ ان پر دوبارہ نازل ہوئی تھی۔

۳۔ عبرانی کی جگہ کلدیائی رسم الخط جاری کیا۔

۴۔ اور یہ کتابیں لکھیں:-

☆ آستر

☆ نجمیہ

☆ عزرا

اور شاید ☆ دانیال اور حزقی ایل بھی۔ (ڈاب: ص ۱۸۹)

غزیر کا ذکر یا تو کنخسرو کے ساتویں سال میں آتا ہے اور یا بمیویں سال میں۔ بیچ کے تیرہ برس میں وہ کہاں رہے؟ اور بمیویں سال کے بعد وہ کہاں چلے گئے تھے؟ اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے۔ البتہ یہودیوں کی ایک روایت کے مطابق وہ یروشلم سے ایران چلے گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔

(ڈاب: ص ۱۸۹)

کسی تاریخ یا تفسیر سے یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ ان پر سو سال کی نیند کب وارد ہوئی تھی۔ اگر اس واقعہ کا انتساب ان کی طرف صحیح ہے۔ تو پھر یہ سائرس کے زمانے (۵۵۹-۵۲۹ ق م) سے کم از کم سو سال پہلے، یعنی:

۶۸۰-۶۶۰ ق م کے درمیانی عرصے میں پیش آیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

عزیر علیہ السلام کا شجرہ یہ ہے:-

عزرا (عزیر) بن سرائہ

بن عزریاہ

بن خلتیہ.....

بن الیعر بن ہارون بن عمران

(عزرا: ۱/۵)

مآخذ:- ۱- معجم- ج ۴، ”دیر“، ۲- ڈاب- ص ۵۸، ۱۲۷، ۱۸۹، ۳۹۲، ۳- پیپلز- ص ۱۰۰،

۴- عہد بائبل کی کہانی- ص ۷۶، ۵- بائبل- عزرا کی کتاب

۶- تاریخ ایران- باب ۱۰-۱۳، ۷- قرآن حکیم،

۳۳- اللہ

دنیا کی تمام امتوں میں، خواہ وہ موحد ہوں یا مشرک۔ ایک ایسی ذات کا تصور ملتا ہے۔ جو ساری کائنات کی خالق، قادر مطلق، سمیع و بصیر اور تمام اعلیٰ صفات سے آراستہ ہو۔ سریانی و کلدانی میں اسے الاہیا۔ عبرانی میں الوہیم یا یہوہ اور عربی میں اللہ کہتے ہیں۔

بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ یہ ھَلَلّہ کی تحریف ہے۔ جو شامی کتبوں میں ملتا ہے۔ یہ کتب دوسری صدی

عیسوی میں شام کے ایک شہر حوران کے نواح سے نکلے تھے۔ **هَلَلَهُ** کے معنی ہیں:۔ معبد۔ جو بعد میں بمعنی معبود استعمال ہونے لگا۔ (ڈاس: ص ۱۴۱)

ایک اور رائے یہ ہے کہ:

اللہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ دراصل **الہ** تھا۔ اس پر تعریف کا آل داخل ہوا تو یہ **الٰہ** بن گیا۔ اور پھر **اللہ** رہ گیا۔ علمائے عقائد کے ہاں یہ خدا کا ذاتی نام ہے۔ جو ظہور اسلام سے صدیوں پہلے عرب میں استعمال ہو رہا تھا۔ عرب اللہ کو خالق کل، قادر مطلق اور رب العالمین سمجھتے تھے۔
عہد جاہلیت کا ایک شاعر امیہ بن ابی الصلت کہتا ہے:-

إِلَهُ الْعَالَمِينَ وَكُلِّ أَرْضٍ

وَرَبُّ الرِّسِّيَّاتِ مِنَ الْجِبَالِ

(اللہ ساری زمین بلکہ سارے جہانوں کا معبود اور محکم پہاڑوں کا آقا و رب ہے)

اس نوع کے لاتعداد استعارہ و اوین جاہلیت میں موجود ہیں۔

اس کے اشتقاق کے متعلق قوی تر قول یہ ہے۔ کہ اس کی اصل **الہ یولہ** ہے۔ اور دونوں کے معنی حیرت و در ماندگی ہیں۔ جب انسان اللہ پر غور کرتا ہے۔ تو اسے حیرت و در ماندگی کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس راہ کی ابتداء بھی حیرت ہے اور انتہا بھی یہی۔ اور غالباً یہی حیرت اس تسمیہ کا سبب بنی ہوگی۔

اللہ کے صفاتی نام مثلاً: رحیم۔ کریم۔ علیم وغیرہ ڈیزہ سو کے قریب ہیں۔ ان میں سے متفق علیہ نانوے ہیں۔ قرآن کی رو سے اللہ قوت۔ عظمت۔ حیات اور نور کا سرچشمہ ہے۔ جو لوگ تسلیم و عبادت کے ذریعے اللہ سے رابطہ پیدا کر لیتے ہیں۔ وہ صاحب قوت و عظمت بن جاتے ہیں۔

حیات کیا ہے؟

یہ کہاں سے آتی اور کہاں چلی جاتی ہے؟

اس کا جواب قرآن نے یہ دیا ہے کہ:-

یہ اللہ سے آتی اور اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۝ (نجم: ۴۲)

(تمہاری آخری منزل رب ہے)

مآخذ:- ۱۔ شمس۔ ص ۳۳، ۲۔ ڈاس۔ ص ۱۴۱، ۳۔ لقر۔ ج۔ ۱، ص ۲۱۸،

۴۴۔ الواح موسیٰؑ

قرآن حکیم میں موسیٰ علیہ السلام کی الواح کا ذکر تین مرتبہ آیا ہے۔

وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَابِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً.

(اعراف: ۱۴۵)

(اور ہم نے موسیٰ کے لیے اس کی تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت لکھ دی تھی)

جب موسیٰ علیہ السلام تختیاں لے کر کوہ طور سے اترے اور دیکھا کہ ساری قوم گنو سالہ پرستی میں مشغول ہے۔

تو آپ نے غصے میں:-

وَالْقَى الْأَلْوَابَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ط

(اعراف: ۱۵۰)

(تختیاں پھینک دیں اور ہارون کو سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنے لگے)

جب موسیٰ کا غضب فرو ہو گیا۔ تو تختیاں اٹھالیں۔ (اعراف: ۱۵۴)

تورات میں لکھا ہے:-

کہ ان الواح کی تعداد دو تھی:-

”جب خداوند کو سینا پر موسیٰ سے اپنا کلام تمام کر چکا۔ تو اسے شہادت کی دو لوحیں دیں۔ یہ

نگین لوحیں خدا کی انکلی سے لکھی ہوئی تھیں۔“ (خروج: ۳۱/۱۸)

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں وہ تختیاں زمین پر پھینکیں۔ تو قرآن حکیم کی رو سے وہ

سالم رہیں۔

لیکن تورات کہتی ہے (خروج: ۳۲/۱۹) کہ:-

وہ ٹوٹ گئیں۔ جس پر اللہ نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ پتھر کی دو نئی تختیاں تراش کر کوہ سینا پر دوبارہ

آؤ۔ وہاں اللہ بدلی میں چھپ کر آیا۔ اور دس احکام دوبارہ لکھوائے۔

(خروج: ۳۴/۱)

وہ دس احکام یہ تھے:-

۱۔ خدا ایک ہے۔ کسی صورت یا صورت کی عبادت نہ کر۔

۲۔ جو لوگ میرے حکموں کو حفظ کرتے ہیں، اور مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔

- ۳۔ خداوند کا نام بے فائدہ مت لے۔ کہ یہ گناہ ہے۔
- ۴۔ سبت کا احترام کر۔ اور اس روز کوئی کام نہ کر۔
- ۵۔ والدین کی عزت کرتا کہ تیری عمر دراز ہو۔
- ۶۔ خون مت کر۔
- ۷۔ زنا نہ کر۔
- ۸۔ پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دے۔
- ۹۔ اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔
- ۱۰۔ اور چوری نہ کر۔

(خروج: ۲۰/۱-۱۷)

مآخذ:- ۱۔ بائبل "خروج" ۲۔ قرآن مقدس

۴۵۔ ایلاس (إِلْیَاسِین)

قرآن میں ہے:

وَإِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینَ ۝ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَلَا تَتَّقُونَ ۝
اَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ اَحْسَنَ الْخَلِیقِینَ ۝ اَللّٰهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ
اَبَائِكُمُ الْاَوَّلِینَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ اِلَّا
عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِینَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ لَا سَلٰمَ
عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ ۝ (صافات: ۱۲۳-۱۳۰)

(بے شک ایلاس اللہ کا رسول تھا۔ اس نے اپنی قوم سے پوچھا: کہ تم اللہ سے
نہیں ڈرتے۔ کہ بعل کو پکارتے ہو اور بہترین خالق یعنی اللہ کو چھوڑ رکھا ہے۔ حالانکہ وہ تمہارا
اور تمہارے آباؤ اجداد کا پروردگار ہے۔ قوم نے اسے جھٹلایا۔ یقیناً ان کا محاسبہ ہوگا اور صرف
راستباز محفوظ رہیں گے۔ ہم نے بعد کی نسلوں میں ایلاس کا ذکر باقی رکھا۔ اور ایلاس پر ہمارا
سلام ہو)

مولانا حفظ الرحمن قصص القرآن (ج ۲، ص ۲۶) میں لکھتے ہیں کہ ایلاس والیاسین ایک ہی آدمی کے دو نام

تھے۔ یہ بنو اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور بعلبک (دمشق سے بارہ میل مغرب میں) کا مشہور شہر ان کی رسالت و تبلیغ کا مرکز تھا۔

بعل

بعل سامی اقوام کا مقبول ترین دیوتا تھا۔ جسے مشتری یا کیواں کا پیکر سمجھا جاتا تھا۔ اس کی پرستش کے لیے یہ عظیم الشان میلے منعقد کرتے اور بڑے بڑے ہیکل بناتے تھے۔ جس کے سامنے بعض اوقات انسانوں کی قربانی بھی دیتے تھے۔

بعض تفاسیر میں ہے (روح المعانی: ج ۲۳، ص ۶۲) کہ بعل سونے کا تھا۔ بیس گز اونچا۔ چار منہ اور اس کی خدمت پر چار سو خادم مقرر تھے۔ اس کی پرستش مشرق میں بابل اور جنوب میں مدین تک ہوتی تھی۔ (قصص: ج ۲، ص ۲۶-۳۰)

حضرت الیاس کی قبر بعلبک میں ہے۔ لیکن ایک یہودی روایت یہ بھی ہے۔ کہ آپ کو ایک آتشیں گاڑی میں بٹھا کر آسمان پہ اٹھالیا گیا تھا۔ (اعلام: ص ۶۶)

شاس نے طبری۔ ثعلبی اور کسائی کے حوالوں سے لکھا ہے (ص ۱۶۴) کہ: ”الیاس بابل کا ایلیا ہے۔ جو ساتویں اسرائیلی بادشاہ احاب لعین عمری (۹۱۹-۸۹۶ ق م) کے زمانے میں زندہ تھا۔ یہ بادشاہ الیاس کا پیرو تھا۔ لیکن جاتے جاتے مرتد ہو گیا۔ اور اسے سزایہ ملی کہ ملک میں قحط پڑ گیا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ کی ملاقات مجمع البحرین پر اللہ کے ایک نیک بندے سے ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کے ہمراہ ایک خادم یا ساتھی بھی تھا۔ عام مفسرین اس خادم سے خضر مراد لیتے ہیں۔ لیکن بیضاوی میں ہے کہ شاید وہ الیاس ہو۔

یہ بھی روایات میں ہے۔ کہ الیاس و خضر کو چشمہ آب حیات مل گیا تھا۔ انہوں نے اس سے پانی پیا۔ اور اب وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ بعض تفاسیر یہاں تک لکھتی ہیں۔ کہ یہ دونوں ہر سال حج کرتے ہیں۔ اور رمضان مسجد اقصیٰ میں گزارتے ہیں۔ (شاس: ص ۱۶۴-۱۶۵)

قصص کے مطابق آپ کا شجرہ یوں ہے:-

الیاس بن یاسین بن فحاص بن یحزار بن ہارون۔

یا الیاس بن عازر بن یحزار بن ہارون۔ (قصص: ج ۲، ص ۲۷)

آپ موآب کے شمال اور جازن کے مشرق میں جبل جلد کے ایک گاؤں تھی میں پیدا ہوئے تھے۔ سر کے بال گھنے اور لمبے۔ کمر کے گرد چمڑے کی ایک پٹی، بدن پر بھیر کی کھال۔ اور سینہ حرارت ایمان سے آتش دان تھا۔ آپ عبادت کے لیے بار بار جبل حوراب میں جاتے اور اس کی غاروں میں کئی کئی ماہ رہتے تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ اسرائیل کے بادشاہ احاب بن عمری نے اپنی بیوی کی ترغیب پر بعل کی پرستش اختیار کر لی ہے۔ تو سیدھے اس کے دربار میں پہنچے اور اسے عذاب الہی سے ڈرایا۔ اس پر بادشاہ اور ملکہ دونوں اس کے پیچھے پڑ گئے۔ اور یہ بھاگ نکلا۔ پہلے ایک ندی میں چھپا رہا۔ پھر لبنان کے ایک گاؤں زرافٹ میں پناہ لی۔

دریں اثنا اسرائیل کی زمین میں قحط پڑ گیا۔ جو تین برس جاری رہا۔ یہ قحط اتنا شدید تھا۔ کہ ملک بھر میں کوئی سبز پتا تک باقی نہ رہا۔ اس کے بعد وہ پھر احاب کی طرف گیا اور حکم دیا۔ کہ بعل کے تمام پجاریوں کو سامنے لاؤ۔ وہ آئے۔ تو انہیں ایک وادی میں قتل کر دیا۔ (۱۔ سلاطین۔ ۱۸/۴۱) اور خود جبل حوراب کی طرف چلا گیا۔ وہاں اللہ نمودار ہوا اور اسے تین حکم دیے:-

اول: کہ حزائیل (شاہ دمشق ۸۸۶-۸۴۰ ق م) کو دُعادے کرشام کا بادشاہ بناؤ۔

دوم: کہ اسرائیل کا تخت یاہو (Jeho) کے حوالے کر دو۔

سوم: کہ الیسع کو نبی بناؤ۔ (۱۔ سلاطین۔ ۱۹/۱۷-۱۷)

حضرت الیاس نے قیام کی۔ اور چار برس بعد احاب کے بدکار بیٹے احاز یہ (۸۹۶-۸۹۵ ق م) کو اس کی موت کی خبر دی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہوداہ کے بادشاہ بھی بدکار ہو گئے ہیں۔ تو اس نے جوشغات کے بیٹے جیہورام (Jehoram) کو جو ۸۹۶ سے ۸۸۴ ق م تک یہوداہ کا بادشاہ رہا تھا۔ ایک خط کے ذریعے تنبیہ کی۔ کہ اگر تم باز نہ آئے۔ تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ (۲۔ تاریخ: ۱۱/۱۵-۱۵)

کچھ عرصہ بعد ایک بگولہ اٹھا۔ اس میں سے ایک آتشیں گاڑی برآمد ہوئی۔ جس میں بیٹھ کر حضرت الیاس آسمان کی طرف اڑ گئے۔ (ذاب: ص ۱۶۸-۱۷۰)

مآخذ:- ۱۔ بائبل۔ سلاطین۔ ۱، ۲۔ قرآن مقدس، ۳۔ شاس۔ ص ۱۶۴،

۴۔ قصص۔ ج ۲، ص ۲۶-۲۷، ۵۔ ذاب۔ ص ۱۶۸، ۶۔ اعلام۔ ص ۶۶،

۴۶۔ الیسع

قرآن مقدس میں ہے:-

وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى
الْعَالَمِينَ ۝ (انعام: ۸۶)

(ہم نے اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو دنیا والوں پہ فضیلت دی)
یہ الیسع یا تو بابل کا یسوعا (الیسع) ہے۔ جس نے یہوداہ کے سلاطین اوزیہ، جاکتم (۷۵۸ ق م)، احاز (۷۲۲ ق م) اور حزقیاہ (۷۲۶ یا ۶۹۸ ق م) کے زمانے میں کچھ پیغمگوئیاں کی تھیں۔ جب حزقیاہ کے بعد منسہ (Manasseh) تخت پہ بیٹھا۔ تو اس نے انہیں آرے سے چروادیا۔ (ڈاب: ص ۲۶۰)
ان کا ایک صحیفہ بھی تھا۔ جس میں ۱۶۶ ابواب ہیں اور ۶۲ صفحات۔ یہ بابل میں شامل ہے۔
یایہ بابل کا الیسع بن هفط (سقوط) ہے۔ جو شمالی جارڈن کی ایک بستی اہل محولہ کا رہنے والا تھا۔ ایک دفعہ حضرت الیاس جبل حوراب (جس کی ایک چوٹی کا نام طور ہے) کی ایک غار میں عبادت کرنے کے بعد دمشق کو واپس جا رہے تھے۔ کہ اہل محولہ کے ایک کھیت میں ایک کسان کو بل چلاتے دیکھا۔ اس کے قریب گئے اور اپنی چادر اس کے کندھوں پہ ڈال دی۔ یہ گویا دو باتوں کا اعلان تھا:-

اول: کہ اللہ نے تمہیں نبوت سے نوازا ہے۔

دوم: میں آج سے تمہیں اپنا فرزند سمجھوں گا۔

الیسع اپنی بستی کو چھوڑ کر الیاس کے ساتھ چل دیا۔ اور اس کے بعد سات سال تک اس کی کوئی خبر نہ آئی۔ پھر جب وہ واپس آیا۔ تو جلد مرجع خلق بن گیا۔

حضرت الیاس ایک بدوی تھا۔ صحرا پسند، جو کبھی کبھی شہروں میں بھی جاتا تھا اور اللہ کا پیغام سنا کر لوٹ آتا۔ اس کے بال لمبے اور بکھرے ہوئے تھے۔

دوسری طرف الیسع علیہ السلام ایک مہذب شہری تھا۔ لباس شرفائے اسرائیل جیسا۔ بال کٹے اور سنورے ہوئے اور ہاتھ میں عموماً عصا۔

اسے احاب ۲ کی وفات (۸۹۶ ق م یا ۸۵۳ ق م) سے چار سال پہلے نبوت ملی تھی۔ اور جوش یا جیہوش کے عہد سلطنت (۸۷۸-۸۳۸ ق م) میں وفات پائی۔ یہ کچھ عرصہ جارڈن کے ایک گاؤں جریکو (Jericho) میں بھی رہا۔ پھر وسطی فلسطین کے ایک شہر بیت ایل میں چلا گیا۔ اس نے بادشاہان یہوداہ و اسرائیل کی معجزات سے مدد کی۔ جارڈن کی ایک بستی شونم (Shunem) میں ایک مردہ بچے کو زندہ کیا۔ اور شامی افواج کے سپہ سالار اعظم نعمان کو مرض برص سے نجات دلائی۔ (۲-سلاطین ۱۵/۵)

۱۔ یہوداہ کی سلطنت بحیرہ مردار اور بحیرہ روم کے درمیان بحر خبیہ سے یورشلیم کے شمال تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بنو اسرائیل کے ایک قبیلے بنو یہوداہ نے قائم کی تھی۔ یہ ۹۷۵ ق م سے ۵۸۷ ق م تک ۳۸۸ برس جاری رہی۔ اس کے سلاطین کی تعداد ۳۹ تھی۔ (مکینین: ۱۸۳)

۲۔ جب اسرائیل کے قبائل مصر سے فلسطین میں آئے تو رفتہ رفتہ شمال و جنوب میں ان کی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ جنوبی سلطنت یہوداہ کہلاتی تھی اور شمالی اسرائیل جس کے تین بادشاہوں نے ۲۲۰ سال تک حکومت کی۔ ان میں سے صرف ۱۸ بادشاہوں کے نام معلوم ہوئے ہیں لیکن ان کے سینہ وفات کے متعلق کافی اختلاف ہے۔ ان اٹھارہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ جیہوہام ۲۔ نداب ۳۔ باشہ ۳۔ ایلمہ ۵۔ زمری ۶۔ عمری ۷۔ احاب ۸۔ احازیہ

۹۔ جیہورام ۱۰۔ جیہوآز ۱۱۔ جیہوش ۱۲۔ جیہوش ۱۳۔ جیہوہام ۱۴۔ زکریا ۱۵۔ خلوم

۱۶۔ مناییم ۱۷۔ جیکب اور (۱۸) ہوچیا (مکینین ص ۱۸۳)

باقی حکایات ۲۔ سلاطین کے ابواب ۵ تا ۱۳ میں دیکھیے۔ یہ اپنے گاؤں اہل محلہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

کچھ عرصے کے بعد لوگوں نے ایک مردہ حضرت الیسع کی قبر میں دفن کرنا چاہا۔ جب اس کا پاؤں الیسع کی میت پہ پڑا۔ تو وہ فوراً زندہ ہو گیا۔ (۲۔ سلاطین۔ ۱۳/۲۲)

آپ کا پیغام ۲۔ سلاطین کے ابواب ۳۔ ۹ میں درج ہے۔ اور اس کی نوعیت عموماً تنذیر کی ہے۔

مآخذ: ۱۔ تورات، ۲۔ قرآن حکیم، ۳۔ کمپینین۔ ص ۱۸۳،

۴۔ اعلام۔ ص ۶۶، ۵۔ قصص۔ ج ۲، ص ۳۳، ۶۔ ذاب۔ ص ۱۷۱،

۴۷۔ امام مبین

امام کے کئی معانی ہیں:-

رہنما۔ لیڈر۔ سامنے

ایسا مقام جس کا قصد کیا جائے اور کھلا راستہ۔

سورہ حجر میں ہے:-

وَأَنفُخُ بِالنَّفْثِ مَبِیْنٍ ۝ (حجر: ۷۹)

(کہ قوم لوط اور اہل ایکہ کی تباہ شدہ بستیاں کھلی اور واضح شاہراہ پر ہیں)

یہ وہی تجارتی شاہراہ ہے۔ جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر بحیرہ قلزم کے کنارے کنارے مدین تک اور پھر فلسطین کو کاٹتی ہوئی دمشق۔ حلب۔ لبنان اور ایشیائے صغیر کے بڑے بڑے شہروں تک جاتی تھی۔ یہ عقبہ کے پاس ایکہ کے آباد جنگلوں اور یروشلم کے جنوب میں سڈوم کے قریب سے گذرتی تھی۔ یہ شہر (سڈوم) آج بحیرہ مردار کے نیچے ڈوبا ہوا ہے یا اس کے جنوبی ساحل پہ واقع ہے اور ایکہ کے ٹھنڈر بھی اس راہ کے قریب ہی ہیں۔

(القر: ج ۱، ص ۲۳۸)

۴۸۔ اِمْرَاۃ تَمْلِکُہُمْ (بلقیس)

سورہ نمل میں ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بد بدیر سے پہنچا۔ اور وجہ تاخیر یہ بتائی:-

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ یَّقِیْنٍ ۝ اِنِّیْ وَجَدْتُ اِمْرَاۃ تَمْلِکُہُمْ

وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝
وَجَدُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ

(نمل: ۲۳-۲۴)

(کہ میں سب سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ وہاں ایک عورت کی حکومت ہے۔ جس کے پاس ہر قسم کا سامان موجود ہے اور وہ عظیم الشان تخت کی بھی مالکہ ہے۔ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب پرستی میں مبتلا ہے)

تورات و قرآن دونوں میں سبا کی ایک ملکہ کا ذکر ملتا ہے۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام (آغاز حکومت۔ ۱۰۱۵ ق م) سے ملنے کے لیے یروشلم گئی تھی اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھی۔

سبا، آل قحطان کی ایک شاخ کا جد امجد تھا۔ جس کا نام عبد شمس اور لقب سبا تھا۔ اس کے والد کا نام یثجب اور دادا کا نام یثرب تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے:-

۱۔ کہلان اور ۲۔ حمیر

آل کہلان مآرب پہ حکمران رہی۔

اور آل حمیر جنوبی یمن یا سارے یمن پر۔

مآرب صنعاء و حضرموت کے درمیانی علاقے کا نام تھا اور دار الحکومت کا بھی۔ اس علاقے میں جنوبی عرب مثلاً عسیر۔ نجران اور یمامہ کی جنوبی بستیوں بھی شامل تھیں۔ (ارض القرآن۔ ج۔ ۱، ص ۲۳۶)

یمن کے کتبات نیز تورات (زبور: ۷۲/۱۰) سے پتہ چلتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بھی سبا کی حکومت موجود تھی۔

پروفیسر زبید احمد ادب العرب (ص ۳۰) میں لکھتے ہیں کہ آل سبا یمن پر ۱۱۰۰ ق م سے ۱۱۵ ق م تک حکمران رہی۔ اس کے دو دور تھے:

☆ پہلا دور ۱۱۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک تھا۔ اس کے سلاطین مکارب کہلاتے تھے۔

☆ دوسرا دور ۵۵۰ ق م سے ۱۱۵ ق م تک۔ اس کے بادشاہ ملوک سبا کے نام سے مشہور تھے۔

ملکہ سبا (بلیس) کا تعلق پہلے دور سے تھا۔

۱۱۵ ق م سے حمیر کا دور شروع ہوا۔ ان کے دو سلسلے تھے:-

۱۔ ملوک حمیر، جن کی حکومت صرف یمن پر تھی۔

۲۔ تابعہ، جو حضرموت پر بھی قابض تھے۔

اول الذکر کا دور اقدار ۱۱۵۱ ق م سے ۲۸۰ عیسوی تک تھا اور آخر الذکر کا ۲۸۰ء سے ۵۲۵ء تک۔
باقی تفصیل:- سہا- سلیمان اور شیخ کے تحت دیکھیے۔

مآخذ:- ۱۔ ادب العرب- ص ۳۰، ۲۔ قرآن حکیم، ۳۔ تورات، ۴۔ ارض القرآن- ج ۱، ص ۲۳۶

۴۹۔ اِمْرَأَةُ زَكَرِيَّا

جب (سیخ کی والدہ) حضرت مریم پیدا ہوئی تو قرعہ اندازی کے بعد وہ پرورش کے لیے اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ حضرت زکریا جب بھی مریم کو دیکھنے کے لیے عبادت گاہ میں جاتے۔ تو اس کے سامنے کھانے پینے کی کئی اشیاء پاتے اور پوچھتے کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ مریم کہتی۔ کہ یہ اللہ نے براہ راست بھیجی ہیں۔ خدائی قدرت کی یہ شان دیکھ کر انہوں نے دُعا کی۔ کہ

اے اللہ! مجھ پر بھی ایک نوازش کر۔ کہ مجھے اولاد عطا فرما۔

وہ اپنی عبادت گاہ میں مصروف صلوٰۃ تھے۔ کہ فرشتے نے آواز دی:

اے زکریا! اللہ تمہیں ایک ایسے فرزند کی بشارت دیتا ہے۔ جو نبوت کے منصب پر سرفراز ہوگا۔ اور اس کا نام یحییٰ ہوگا۔

زکریا کہنے لگے۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے:-

قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ط (عمران: ۴۰)

(کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے)

آپ کی بیوی-شیخ، حضرت مریم کی والدہ کُندہ کی حقیقی بہن تھی اور بقول انجیل:

”اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی۔ اور اس کا نام شیخ تھا۔“ (لوقا: ۵/۱)

۵۰۔ اِمْرَأَةُ الْعَزِيز

لفظی معنی:- عزیز کی زوجہ۔

سورہ یوسف میں دو بار اس کا ذکر آیا ہے۔

پہلی دفعہ جب مصر کی عورتوں میں یہ چرچا ہوا۔ کہ

اِمْرَأَتُ الْعَزِيزِ تَرَ اَوْدُفَتْهَا عَنْ نَفْسِهِ ج (یوسف: ۳۰)

(عزیز کی بیوی اپنے خادم یا غلام سے ایک ناجائز مطالبہ کر رہی ہے)

اور دوسری بار، جب یوسف جیل سے نکل کر فرعون کے دربار میں آنے والے تھے تو فرعون نے بعض زنان مصر سے پوچھا۔ کہ کیا یوسف واقعی خطا کا ارتقا؟ تو سب نے کہا۔ کہ وہ معصوم تھا۔ ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔

جب زوجہ عزیز نے دیکھا کہ صداقت سامنے آگئی ہے۔ تو کہنے لگی:

أَنَارَاوُدَّتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ (یوسف: ۵۱)

(کہ میں نے ہی اس سے ناجائز مطالبہ کیا تھا۔ ورنہ وہ تو صادق و راست باز ہے)

عزیز نام نہیں۔ بلکہ حکومت فرعون میں ایک منصب تھا۔ اس کا ذاتی نام فوطیفار تھا:

”وہ (قافلے والے) یوسف کو مصر میں لائے۔ اور فوطیفار مصری نے، جو فرعونی امیر اور

بادشاہ کے ذاتی محافظوں کا سردار تھا۔ قافلے والوں سے اسے خرید لیا۔“ (پیدائش: ۱/۳۹)

اس کی بیوی کا نام نہ تورات میں درج ہے اور نہ قرآن میں۔ البتہ ہمارے حکایت نگاروں نے اسے زلیخا کے

نام سے یاد کیا ہے۔ یہ زلیخا زلیخا سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں:۔ پھسلنا۔ نیز دروازے کو بند کرنا۔

اَزْلَخَ الْبَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔ (منجد)

چونکہ زوجہ عزیز کے قدم بھی پھسلے تھے۔ اور اس نے ایک مرتبہ یوسف کو پھانسنے کے لیے دروازہ بھی بند کیا

تھا۔ اس لیے ممکن ہے کہ پہلے یہ اس کا صفاتی نام ہو۔ جو رفتہ رفتہ ذاتی بن گیا ہو۔ بعض مفسرین نے اس کا نام راعیل

لکھا ہے۔ لیکن کسی نوشتے یا کتبے سے اس کی تائید نہیں ہو سکی۔

چونکہ فرامین کا دار الحکومت مختلف ادوار میں بدلتا رہا ہے۔ کبھی ممفس تھا۔ کبھی رامسس اور کبھی کچھ اور۔ اس

لیے یہ بتانا کہ یہ واقعہ کہاں ہوا تھا۔ بہت دشوار ہے۔

یا قوت حموی نے معجم البلدان (جلد ۶۔ ”عین“) میں لکھا ہے۔ کہ ان دنوں فرعون کا دار الحکومت عین شمس

تھا۔ یہ شہر موجودہ قاہرہ کے قریب ہی تھا۔ اور زلیخا بھی یہیں رہتی تھی۔

مآخذ:۔ ۱۔ معجم ج ۲، ”بو“، ۲۔ معجم ج ۶، ”عین“، ۳۔ منجد۔ ”زلیخ“،

۴۔ پیدائش۔ ۱/۳۹، ۵۔ قرآن حکیم، ۶۔ اعلام۔ ص ۷۹

۵۱۔ اِمْرَاةُ عِمْرَان

قرآن میں ہے:-

”جب عمران کی بیوی نے کہا۔ کہ اے رب! میں اپنے اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے،

یا قوت لکھتا ہے کہ:

یہ جیل مصر کے ایک شہر بوسیر میں تھی۔ (معجم ج ۲، ”بو“)

تمام بکھیڑوں سے آزاد کر کے (بیت المقدس کی خدمت کے لیے) تیری نذر کرتی ہوں۔ تو اسے قبول کر۔ کہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔ پھر جب اس کے پیٹ سے بچی پیدا ہوئی۔ تو کہنے لگی۔ اے رب! (نذر کے لیے تو بیٹا ہوتا ہے اور) یہ بیٹی ہے۔ اللہ کو علم تھا۔ کہ اس نے کیا جنا۔ بے شک لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریم (خادمہ) رکھ دیا ہے۔ اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطان لعین سے بچنے کے لیے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“ (عمران: ۳۵)

قرآن میں حضرت مریم کے والد کا نام عمران دیا ہوا ہے۔ اور سبکی نوشتوں میں بیلی۔ ایک اور روایت کے مطابق بیلی یوسف (شوہر مریم) کا والد اور مائان بن العذرا کا بیٹا تھا۔ انہی نوشتوں کے مطابق مریم کی والدہ کا نام کنہ تھا۔ (اعلام القرآن: ج ۷۰)

۵۲۔ امراۃ فرعون

قرآن میں ہے۔ کہ:

جب والدہ موسیٰ نے موسیٰ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہا دیا۔ تو اسے فرعون کے نوکروں، چاکروں نے اٹھالیا۔ اور فرعون کے سامنے لے گئے۔ زوجہ فرعون کو بچے سے محبت ہوگئی اور وہ

وَقَالَتْ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ط لَا تَقْتُلُوْهُ فِیْ صُلٰی
عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ یَّتَّخِذَہٗ وَلَدًا۔ (قصص: ۹)

(کہنے لگی۔ یہ بچہ ہم دونوں کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ بھیجئے۔ یہ شاید ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں)

اس کہانی میں فرعون کی بیٹی کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم فاطمہ آل فرعون میں آل فرعون سے نوکر چاکر نہیں بلکہ صرف بیٹی مراد لیں۔ لیکن تورات کی کہانی میں مرکزی کردار بیٹی کا ہے:

”تب فرعون کی بیٹی غسل کرنے کو دریا پہ آئی اور اس کی سہلیاں دریا کے کنارے پر پھرنے لگیں۔ اس نے جھاڑ میں نوکر ادیکھ کر اپنی سہیلی کو بھیجا کہ اسے اٹھالائے۔ اسے کھولا تو اندر ایک بچہ دیکھا وہ رو رہا تھا۔ اسے اس پر رحم آیا..... تب موسیٰ کی بہن نے کہا۔ کہیے تو میں ایک دائی لے آؤں۔ جو اسے دودھ پلائے..... اور وہ اس کی ماں کو بلالائی..... جب بچہ مل گیا۔ تو وہ اسے فرعون کی بیٹی کے پاس لے گئی۔ اس نے اسے اپنا بیٹا بنالیا۔ اور اس کا نام موسیٰ رکھا۔

(خروج: ۲/۵-۱۰)

کیونکہ اس نے اسے پانی سے نکالا تھا۔“

زوجہ فرعون کا ذکر سورہ تحریم میں بھی آیا ہے:-

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ ۚ (تحریم: ۱۱)

(اللہ نے فرعون کی بیوی کو اہل ایمان کے لیے بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ اس نے اللہ سے دُعا کی تھی۔ کہ اے رب! جنت میں میرے لیے گھر بنا۔ اور مجھ کو فرعون اور اس کے کرتوتوں سے محفوظ رکھ)

بیشتر مفسرین نے اس کا نام آسیہ بتایا ہے۔ (جلالین: ص ۴۶۴)

فرائین کے مذہب میں بہن سے بھی نکاح ہو سکتا تھا۔ (اعلام ص ۷۱) اس لیے ممکن ہے کہ فرعون موسیٰ کی بیوی اس کی بہن ہو۔ اور بڑے فرعون کی بیٹی۔

مآخذ:- ۱۔ جلالین۔ ص ۴۶۴، ۲۔ خروج ۲/۵-۱۰، ۳۔ اعلام۔ ص ۷۱، ۴۔ قرآن شریف،

۵۳۔ اُمّ موسیٰ

قرآن میں حضرت موسیٰ کی والدہ کا ذکر بار بار آیا ہے۔ لیکن یہ مذکور نہیں۔ کہ وہ کون تھی۔ اور اس کے آباو اجداد کون تھے؟

تورات نے صرف اتنا ہی کہا ہے:

”اور لادی کے گھرانے کے ایک شخص (عمران) نے لادی نسل کی ایک عورت سے بیاہ کیا۔ وہ عورت حاملہ ہوئی۔ اور اس کے بیٹا ہوا۔ اس نے اس کو بصورت بچے کو تین ماہ تک چھپائے رکھا۔ اور جب زیادہ نہ چھپا سکی۔ تو اسے سرکنڈے کے ایک ٹوکڑے میں ڈال کر دریا کے کنارے ایک جھاڑ میں رکھ دیا۔“ (خروج: ۲/۱-۴)

تورات (خروج: ۲۰/۶) میں ہے۔ کہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کی والدہ کا نام یو کہد تھا۔ ”یو کہد (Jochebed) لادی کی بیٹی تھی۔ مصر میں لادی کے ہاں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ہارون، موسیٰ اور مریم کی ماں تھی۔“ (کنفی: ۵۹/۲۶)

لادی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے ایک تھا۔ جو آپ کی زوجہ لیاہ سے پیدا ہوا تھا۔ (پیدائش: ۲۳/۳۵)

مآخذ:- ۱۔ خروج ۲/۱-۴، ۲۔ ایضاً ۲۰/۶، ۳۔ پیدائش ۲۳/۳۵، ۴۔ کنفی ۵۹/۲۶، ۵۔ ذاب۔ ص ۷۱

۵۴۔ انجیل

انجیل ان چار صحائف کا نام ہے۔ جو حضرت مسیحؑ کے پیغام و سوانح پر مشتمل ہیں اور جنہیں عہد نامہ جدید بھی کہتے ہیں۔ ان میں کچھ اختلافات بھی ہیں اور کچھ اس قسم کی مثالیں بھی۔ کہ حضرت مسیحؑ کا کوئی وعظ یا واقعہ کسی ایک انجیل میں تو مذکور ہے۔ لیکن باقی میں موجود نہیں۔ اس کی وجہ غالباً انجیل نگاروں کی احتیاط تھی کہ ان میں سے ہر ایک نے وہی بات لکھی۔ جو خود سنی تھی یا قابل اعتماد ذرائع سے اس تک پہنچی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لوقا نے بعض ان مواعظ کو چھوڑ دیا ہو۔ جنہیں متی پر دقلم کر چکا تھا۔ اور یہی بات مرقس اور یوحنا نے بھی کی ہو۔

اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ متی ایک واقعہ کا معنی شاہد ہو اور اس نے لکھ لیا ہو۔ لیکن لوقا تک وہ پہنچا ہی نہ ہو۔ یا پہنچا تو ہو لیکن راوی اتنا ضعیف ہو۔ کہ لوقا کو اعتبار نہ آیا ہو۔

ایک اور بات بھی پیش نظر رہے۔ کہ:

انجیل نگار مختلف شہروں میں بستے تھے۔ غالباً ان کا مستقل رابطہ ایک دوسرے سے قائم نہ تھا۔

وہ جو کچھ لکھتے تھے۔ وہ ان کی اپنی ہی محنت و تلاش کا نتیجہ ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں

انجیل کا موضوع اسلوب اور ان کی زبان ایک نہیں ہو سکتی تھی۔

انجیل نگار

انجیل لکھنے والے چار تھے:-

۱۔ متی ۲۔ مرقس ۳۔ لوقا اور ۴۔ یوحنا

متی

متی کا عبرانی نام لیوی تھا (لوقا: ۵/۲۷-۲۹) حلفی کا بیٹا۔ گلیل کا رہنے والا۔ یہ بحیرہ گلیل کے ایک ساحلی شہر، کا پرنام، میں حکومت روم کی طرف سے محصول جمع کرنے پہ مقرر تھا۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام اس چنگی کے قریب سے گزرے اور متی پہ نظر پڑی تو اسے اپنے ساتھ لے لیا۔

”جب وہ جارہا تھا۔ تو اس نے حلفی کے بیٹے لیوی کو محصول کی چوکی پہ بیٹھے دیکھا۔ اور اس

سے کہا۔ کہ میرے پیچھے ہو لے۔ پس وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہولیا۔“ (مرقس: ۲/۱۴)

یہ آخر تک مسیح کے ساتھ رہا۔ اس نے رفع مسیح (۷ اپریل ۳۰ء) سے آٹھ یا بارہ اور اغلب یہ کہ بیس برس بعد

(ذاب: ص ۳۸۹)

(۵۰ء) فلسطین میں اپنی انجیل مکمل کی تھی۔

بعض لوگ مسیح کو اہ کی پیدائش سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک آپ کو تیس۔ اکتیس سال کی عمر میں نبوت ملی تھی اور ۳۳ء میں واقعہ صلیب پیش آیا تھا۔ لیکن نئی تحقیق یہ ہے کہ مسیح ۴۔ ۳۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۲۷ء کو نبوت ملی اور ۳۰ء میں صلیب کا واقعہ ہوا۔

اس انجیل کی زبان عبرانی تھی۔ جس کا یونانی ترجمہ خود متی نے ہی کیا تھا۔ لیکن ڈاب (ص ۳۸۹) کی رائے یہ ہے کہ یونانی ترجمہ کسی اور کا تھا۔ (ڈاب: ص ۳۸۸)

مرقس

یروشلم کی ایک خاتون مریم کا بیٹا۔ مشہور حواری برنابا کا عم زاد، جس کا اصلی نام جان تھا۔ اور عرف مارک یا مرقس۔ پطرس عموما ان کے گھر جاتا اور مسیح کا پیغام سناتا تھا۔ یہ اسی کی تبلیغ کا اثر تھا کہ مرقس ایمان لے آیا۔ پطرس اسے ”اپنا فرزند“ (۱۔ پطرس ۵/۱۳) کہا کرتا تھا۔ یہ پال۔ برنابا اور پطرس کے ہمراہ تبلیغ پہ جاتا رہا۔ پال کے ہمراہ روم کی ایک جیل میں بھی رہا۔ (کلسیون: ۱۰/۴) آزاد ہونے کے بعد یہ پطرس کے ساتھ بابل چلا گیا۔ پطرس سے اس کے تعلقات اس قدر گہرے تھے۔ کہ اس کی انجیل کو پطرس کے خیالات کا ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ یہ تعلیمات پطرس کی آئینہ دار تھی۔

یہ پطرس کے کہنے پر مصر میں بھی پہنچا۔ وہاں کلیسائے اسکندریہ کی بنا ڈالی۔ پھر پطرس ہی کے حکم سے اس کا بشپ مقرر ہوا۔ اور وہیں شہادت پائی۔
اس نے انجیل کب لکھی تھی؟

اس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ قول رائج یہی ہے۔ کہ یہ ۶۳ء اور ۷۰ء کے درمیان لکھی گئی تھی۔ کہاں لکھی گئی تھی؟

اس کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ کوئی روم بتاتا ہے اور کوئی اسکندریہ۔ کس زبان میں لکھی گئی تھی؟

مقبول تر نظریہ یہی ہے کہ یونانی میں لکھی گئی تھی۔

لیکن ایک محقق بیرونیس (Baronius) لاطینی بتاتا ہے۔ (شاس ص ۱۷۳، ڈاب: ص ۳۷۸)

لوقا

اظہار کیا کہ یہ طبیب و مصور اسکندریہ میں پال مسکا رفیق و معاون بنا اور تبلیغی دوروں پر اس کے ہمراہ جانے لگا۔ ایک دفعہ یہ اس کے ساتھ مقدونیہ کے ایک شہر فلپی تک گیا تھا۔ پال تو کہیں آگے چلا گیا۔ اور یہ وہیں ٹھہر گیا۔ جب سات سال بعد ۵۸ء میں پال دوبارہ فلپی گیا۔ تو واپسی پر یہ بھی ساتھ ہو لیا۔ چنانچہ یہ نائرس اور قیساریہ سمے ہوتے ہوئے یروشلم میں پہنچے۔ کچھ عرصہ بعد یہ روم کو روانہ ہو گئے۔ یہ پال کے ساتھ دو مرتبہ جیل میں بھی رہا۔ اس کی وفات ۷۵ء اور ۱۰۰ء کے درمیان ہوئی تھی۔ اور پال کچھ عرصہ پہلے مر چکا تھا۔

- ۱۔ ایشیائے صغیر کے ایک شہر طرنسوس کا یہ یہودی سردار قبیلہ بن یامین سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا پہلا نام سال تھا۔ بہت متعصب اور عیسائی کش واقع ہوا تھا۔ ایک روز اسے عسائی نظر آئے اور یہ ایمان لے آیا۔ اس کے بعد بہت بڑا مبلغ بن گیا۔
- ۲۔ بحر شام کے ساحل فلسطین کا ایک شہر۔ جسے شام کے مغرب میں ایشیائے صغیر کا ایک شہر۔

لوقا نے اپنی انجیل اس وقت لکھی۔ جب پال قیساریہ میں قید تھا۔ یعنی ۵۸ء اور ۶۰ء کے درمیان۔ یہ قیساریہ ہی میں مکمل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اسکندر یہ یا مقدونیہ یا روم میں لکھی گئی تھی۔ لیکن تاریخی شہادت قیساریہ کے حق میں ہے۔ (ڈاؤن: ص ۳۶۰)

یوحنا

بحیرہ گلیلی کے ایک چھیرے زبیدی کا بیٹا اور جیمز (حواری) کا بھائی تھا۔ یہ جیمز، نیز اپنے دوست پطرس اور حضرت مسیح سب سے چھوٹا تھا۔ اور یہ تینوں حضرت مسیح کے خاص مقربین میں سے تھے۔

جب حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار ہوئے۔ تو سارے حواری خوف و ہراس کی حالت میں ادھر ادھر بھاگ نکلے۔ یہ بھی اس خوف کا شکار ہوا۔ لیکن جلد سنبھل گیا۔ اور پطرس کے ہمراہ اس عدالت تک گیا۔ جس میں حضرت مسیح کا مقدمہ تھا۔ پطرس کو باہر روک دیا گیا۔ اور یوحنا کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ کچھ دیر بعد یوحنا باہر آیا۔ اور پطرس کو بھی اندر لے گیا۔ وہاں سے یہ دونوں جلاد کے دفتر میں پہنچے اور جب وہاں سے دار کی طرف روانہ ہوئے۔ تو ان کے ہمراہ حضرت مریم۔ یوحنا کی والدہ، اور ان دونوں کی ایک سہیلی مریم مملکہ یعنی بھی تھی۔

حضرت مسیح نے تختہ دار سے یوحنا کو کہا کہ میں جا رہا ہوں، اور اب میری ماں تمہارے حوالے ہے۔ تم بیٹا بن کر اس کی خدمت کرنا۔ (یوحنا ۱۹/۲۶-۲۷)

انجیل کے مطابق حضرت مسیح تیسرے دن جی اٹھے تھے۔ وہ سب سے پہلے مریم مملکہ یعنی کو اپنے مدفن کے پاس نظر آئے اور اس کے بعد دس شاگردوں کو اس کمرے میں دکھائی دیے۔ جہاں یہ لوگ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (یوحنا ۲۰/۱۹)

ایک دو دن بعد یوحنا نے بحیرہ گلیلی کے کنارے پر صبح کے دھند لکے میں پھر مسیح کو دیکھا۔ نیز پطرس کو دکھایا۔ اور پطرس مسیح علیہ السلام تک پہنچنے کے لیے دریا میں کود پڑا۔ (یوحنا ۲۱/۷)

کچھ عرصہ بعد (۶۲ء) یہ ایشیائے صغیر کے ایک ساحلی شہر انیسس میں اقامت پذیر ہو گیا۔ وہاں سے رومی اسے روم لے گئے۔ اور اہل تیل میں ڈال دیا۔ لیکن یہ بچ گیا۔ اور اس پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر اسے یونان کے ایک جزیرے پٹاس (Patmos) میں جلا وطن کر دیا گیا۔ وہاں سے جب رہا ہو کر اپنے وطن انیسس میں پہنچا۔ تو ۹۰ء-۱۲۰ء کے درمیان وفات پا گیا۔

اس نے ۷۸ء کے قریب اپنی انجیل مکمل کی تھی۔ (ڈاؤن: ص ۳۰۸-۳۱۰)

مآخذ: ۱- لوقا ۲۷-۲۹، ۲- مرقس ۲/۱۳، ۳- ۱- پطرس ۵/۱۳، ۴- کلیسین ۴/۱۰،

۵- یوحنا ۱۹/۲۶-۲۷، ۶- ایضاً ۲۰/۱۹، ۷- ایضاً ۲۱/۷،

۸۔ شاس۔ ص ۷۳، ۹۔ ڈاب۔ ص ۳۰۸، ۳۶۰، ۳۷۸، ۳۸۸، ۳۸۹

۵۵۔ اہل البیت

قرآن میں یہ ترکیب دو مرتبہ استعمال ہوئی ہے:-

اول: سورہ ہود (ع۔ ۷) میں حضرت سارہ، زوجہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بات یوں ہوئی۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے یہ بشارت لے کر آئے۔ کہ سارہ کے ہاں جلد ایک فرزند (اسحاق) پیدا ہوگا۔ وہ پاس ہی کھڑی تھی، حیرت سے پوچھنے لگی۔ کہ میں بوڑھی اور میرا شوہر بھی بوڑھا۔ ان حالات میں اولاد کیسے ہوگی؟ فرشتوں نے کہا:

اَتَعْجَبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ
اَهْلَ الْبَيْتِ ۖ اِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (ہود: ۷۳)

(کیا تم اللہ کے فیصلے پہ اظہار حیرت کر رہی ہو؟ اے گھر کی مالکہ! تم پر اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہوں۔ اللہ کی ذات مقدس بڑی ہی قابل ستائش اور عظیم ہے) دوم: ازواج حضور ﷺ کے متعلق۔

انہیں اللہ نے حکم دیا تھا کہ:

”اے نبی کی بیویا! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اس لیے احتیاط برتو اور دبی آواز میں بات نہ کیا کرو۔ تاکہ بداندیشوں کے دل میں غلط قسم کی امیدیں پیدا نہ ہوں۔ بات کرنے کا انداز فطری و قدرتی ہو۔ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھو۔ زنان جاہلیت کی طرح سنگھار کی نمائش نہ کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور خدا و رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ:

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ
يُطَهِّرَ كُمْ قَطْمِهْرًا ۝

”اے گھر والیو! اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہاری آلائشوں کو دھو کر تمہیں پاک و صاف کر دے۔“ (احزاب: ۳۳)

دونوں مقامات پر یہ ترکیب نسائے البیت کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ لیکن ہمارے بعض اکابر ملت نے حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ کو بھی اہل بیت میں شمار کر لیا ہے۔ ان میں قابل ذکر

ابوسعید الخدری۔ قتادہ اور مجاہد ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ”کم“ کی ضمیر مذکر کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں حضرت علیؑ اور حسینؑ بھی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مسند احمد بن حنبل اور بعض دیگر کتب حدیث میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت کردہ یہ حدیث موجود ہے۔

فرماتی ہیں کہ:-

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضور صلعم میرے گھر میں بیٹھے تھے۔ اوپر سے حضرت علیؑ۔

فاطمہؓ الزہراءؓ اور حسنؓ اور حسینؓ بھی آگئے۔ آپؐ نے انہیں پاس بلایا۔ اور سب پر کالی کملی ڈال کر فرمایا:

”اے اللہ! یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں پاک کر۔“

میں نے بھی کملی کے اندر سر داخل کر کے پوچھا:

”حضور! کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں؟“

فرمایا: ”بے شک“

إِنَّكَ عَلَىٰ خَيْرٍ

(تم خیر پر ہو)

ابن جریر نے ابوسعیدؓ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ کہ اس آیت کے مصداق صرف پانچ ہستیاں ہیں۔ یعنی:-

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ علیؑ ۳۔ فاطمہؓ الزہراءؓ

۴۔ حسنؓ ۵۔ حسینؓ

علمائے شیعہ کا یہی عقیدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

مآخذ:- ۱۔ کمالین۔ ص ۳۵۲، ۲۔ اعلام۔ ص ۸۲، ۳۔ قرآن۔ ہود و احزاب

۵۶۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)

لفظی معنی ہیں:- الہامی کتاب والے۔

ہمارے بعض مفسرین صائبین۔ اہل چین اور اہل ہند (ہندوؤں) کو بھی اہل کتاب سمجھتے ہیں۔ لیکن قرآن

میں یہ اصطلاح صرف یہود و نصاریٰ کے لیے استعمال ہوئی ہے۔

نصاریٰ

پیر واپن مسیح کئی ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ مثلاً مسیحی۔ عیسائی۔ کرچین اور نصاریٰ۔ لیکن قرآن نے ان کے لیے عموماً لفظ نصاریٰ استعمال کیا ہے۔ اس لفظ کی حقیقت یہ ہے۔ کہ مسیح کی والدہ، مریم، شمالی فلسطین کے ایک ضلع گلیلی کے ایک شہر ناصره (نصرانہ) میں رہتی تھی۔ مسیح کی ولادت بیت لحم میں ہوئی۔ جہاں مریم کسی کام کو گئی تھی۔ یہ شہر ناصره سے ساٹھ میل اور یروشلم سے کوئی دس میل جنوب میں واقع تھا۔ اور آج بھی موجود ہے۔ ولادت کے بعد ایک فرشتے نے مریم کے شوہر یوسف سے کہا کہ اٹھ اور اس بچے کو مصر میں لے جا۔ کیونکہ ہیرودیس اس کی تلاش میں ہے۔ چنانچہ وہ اٹھا اور بچے کو (اس کی ماں سمیت) لے کر مصر کو چل دیا۔ جب چند ماہ بعد ہیرودیس مر گیا۔ تو فرشتے نے خواب میں یوسف کو کہا کہ اب وطن کو واپس چلا جا۔ چنانچہ وہ:

”گلیل کو روانہ ہو گیا اور ناصره نام ایک شہر میں جا بسا۔ تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو۔ کہ وہ مسیح ناصری کہلائے گا۔“ (متی ۲۳/۲)

عرب اس شہر کو نصرانہ یا ناصره اور اس کے باشندوں کو نصرانی کہتے تھے۔

(متنبی الارب: ج ۲، ”نصر“)

نصرانی کی جمع ہے:- نصاریٰ

منجہد میں ہے۔ کہ نصرانی، ناصره کا بے قاعدہ اسم منسوب ہے۔

یہ شہر نصاریٰ کے ہاں بوجہ اہمیت رکھتا ہے:-

اول: اس لیے کہ یہ مریم کا مسکن تھا۔

دوم: اس کے شمال مشرق میں وہ چشمہ تھا۔ جہاں ایک فرشتے نے حضرت مریم کو ولادت مسیح کی بشارت دی تھی۔ (لوقا: ۱/۲۸)

سوم: یہاں ایک پچاس فٹ اونچی چٹان ہے۔ جہاں سے ناصره کے لوگوں نے حضرت مسیح کو نیچے گرانے کا منصوبہ بنایا تھا۔

ناصرہ کے لوگوں سے بوجہ نفرت کی جاتی تھی:-

۱۔ ہیرودیس (۴۴ ق م) ایک یہودی تھا۔ فلسطین کے جنوب مشرقی صوبے یڈوم کا رہنے والا۔ اسے روم کے شہنشاہ ٹیس سیزر

(۵۵-۴۴ ق م) نے ۴ ق م میں یڈو داہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ ۳۰ ق م میں روم کی سینٹ نے اسے یڈو داہ کا بادشاہ بنا دیا۔ اس نے

۳۷ ق م میں یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ شاہ روم نے چند اور صوبے بھی اس کی قلمرو میں شامل کر دیے۔ اس نے ۳۰ ق م میں مسجد اقصیٰ کی

تعمیر نوکرائی۔ یہ انتہادر جے کا ظالم تھا۔ اس کی وفات مسیح کے سال ولادت (۴ ق م) میں ہوئی۔ (ذاب: ص ۲۷)

- اول: اس لیے کہ ان میں اتحاد تھا۔
 دوم: کہ وہ ایک گھر دری اور ناشائستہ زبان بولتے تھے۔
 سوم: کہ وہ تہذیب و شائستگی سے محروم تھے۔ (ڈاب: ص ۲۲۳)

اس وقت کسی کو ناصرہ کہنا گویا اس کی تحقیر کرنا تھی۔ شروع میں پیروان مسیح اپنے آپ کو:

☆ برادر (اعمال: ۱/۲۳، ۱/۱۵)

☆ شاگرد (اعمال: ۲۹/۱۱، ۲۶/۹)

☆ مومن (اعمال: ۱۳/۵)

اور صوفی دہلی (رومیوں: ۸/۲۷، ۱۵/۲۵) کہتے تھے۔

لیکن یہود حقارت سے انہیں گلیلی و ناصری کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس وقت کے یہود کا خیال یہ تھا کہ

اہل ناصرہ سے کوئی نیکی ہو ہی نہیں سکتی۔ (ڈاب: ص ۱۰۹)

عیسائی، مسیحی یا کرچین کی اصطلاحات سے بھی نفرت کی جاتی تھی۔ (اعمال: ۲۶/۲۸، ۱- پطرس: ۱۶/۴)

لیکن آہستہ آہستہ یہ نفرت گھٹتی گئی۔ جب پطرس (حواری) نے ۳۳ء میں کلیسائے انطاکیہ کی بنیاد ڈالی اور

یہوڈیئس راہب کو وہاں کا بشپ مقرر کیا۔ تو پیروان مسیح کا سرکاری نام کرچین (عیسائی) رکھا گیا۔ اس وقت سے

تمام برادر، شاگرد اور مومن اپنے آپ کو عیسائی کہنے لگے۔ (ڈاب: ص ۱۰۹)

گو عیسائی، مسیح علیہ السلام کو مسیح ناصری کہتے تھے۔ لیکن اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں سمجھتے تھے۔ یہ نام انہیں غالباً

قرآن نے دیا ہے۔

نصاریٰ کے مذہبی صحائف

گو نصاریٰ ان تمام آسمانی صحائف پہ ایمان رکھتے تھے۔ جو آدم سے مسیح تک نازل ہوئے تھے۔ لیکن انجیل

ان کی مخصوص مذہبی کتاب تھی۔ انجیل کے بعد بھی چند مذہبی کتابیں مرتب ہوئیں۔ مثلاً:

☆ رسولوں کے اعمال۔ اور

☆ یہود کے خطوط وغیرہ

جن سے نصاریٰ کو گہری عقیدت ہے اور جن کی مجموعی تعداد ۲۷ ہے۔

(۱) اناجیل۔ ۴، (ب) اعمال۔ ۱، (ج) یوحنا کا مکاشفہ۔ ۱، (د) پولس کے خط۔ ۱۳

(۵) یعقوب کا خط۔ ۱، (و) پطرس کے خط۔ ۲، (ز) یوحنا کے خط۔ ۳، (ح) یہود کا خط۔ ۱

یہود

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد ایک ہزار برس تک اسرائیل (یا بنو اسرائیل) کہلاتی رہی۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام بوڑھے ہو گئے۔ تو انہوں نے اس وقت کے ایک نبی ناثن نامی کو بلا کر کہا۔ کہ اسرائیلی قبائل کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لیے سلطنت تقسیم کر دیجئے۔ چنانچہ اس نے سرداران قبائل سے طویل گفت و شنید کے بعد فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا:

جنوبی حصہ

(شمالاً جنوباً یروشلم سے بیئر شیبہ تک اور شرقاً غرباً بحیرہ مردار سے بحیرہ روم تک) یہوداہ بن یعقوب کی اولاد کو دے دیا۔

شمالی حصہ

بنو لادی کے سوا باقی دس قبائل کو۔
بنو لادی کا کام مذہبی رہنمائی تھا۔ اور یہ سیاست میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ یہ تقسیم ۹۵۰ء کے قریب ہوئی تھی۔
شمالی اقلیم سلطنت اسرائیل کہلاتی تھی۔
اور جنوبی سلطنت یہوداہ۔

لیکن باشندے اسرائیل ہی کے نام سے معروف تھے۔ ۲۔ سلاطین ۶/۱۲۳ میں انہیں پہلی مرتبہ یہود کہا گیا ہے۔
بات یوں ہوئی۔ کہ اسرائیل اور شام کے بادشاہوں نے یہوداہ پہ حملہ کر دیا۔
”شاہ شام نے“ ایلات (ایلہ۔ عقبہ) کو فتح کر کے شام میں شامل کر لیا۔ اور یہودیوں کو ایلات سے نکال دیا۔“ (۲۔ سلاطین ۶/۱۶)

نیلسن چچر اپنی کتاب ”عہد بائبل کی کہانی“ (ص ۹۰) میں لکھتا ہے کہ اسیری بابل کے ایام میں یہوداہ کی مناسبت سے بنو اسرائیل کا نام یہود پڑ گیا۔ چونکہ یہ قیدی یروشلم اور گرد و نواح سے پکڑے گئے تھے۔ اور ان میں سے بیشتر کا تعلق یہوداہ کی نسل و سلطنت سے تھا۔ اس لیے ان کے لیے یہودی کا لفظ موزوں تھا۔

جب اسیران بابل واپس آئے۔ تو اس بناء پر کہ ان میں سے بیشتر کا تعلق یہوداہ سے تھا۔ یہ فلسطین میں بھی یہود کہلانے لگے۔ دانیال (۶۰۰ ق م زندہ) انہیں بار بار یہودی کہتا ہے۔ (دانیال ۱۲/۹-۱۲)

نیز دیکھیے: عزرا ۱۲/۱۳-۲۳ نمبر ۱/۲ اور آستر ۴/۳

لیکن اللہ نے آپ کو ابتلا میں ڈال دیا۔ اور یہ سب کچھ چھن گیا۔ آپ کوڑھ میں بھی مبتلا ہوئے۔ لیکن اللہ سے بدظن نہ ہوئے۔ اور بار بار اسے ہی امداد کے لیے پکارتے رہے:

وَاَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ اَنْتَ اَنْتَ الْمُسْتَجِيبُ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ
الرَّحِيْمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَ
اَتَيْنَاهُ اَهْلَهُ وَ مِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرًا
لِّلْعٰبِدِيْنَ ۝ (انبیاء: ۸۳-۸۴)

(وہ وقت یاد کرو۔ جب ایوب نے اپنے رب کو پکارا۔ کہ اے اللہ! میں گرفتارِ اَلَم ہوں۔ اور تو مجسمِ رحمت ہے۔ مجھ پر رحمت فرما۔ ہم نے اس کی بات سنی اور اس کا دکھ دور کر دیا۔ اسے دوبارہ اس کا اہل و عیال دے دیا۔ بلکہ دگنا دیا۔ کیونکہ ہماری رحمت کا تقاضہ یہی تھا۔ اور ہماری یہ نوازش عبادت گزاروں کے لیے ایک ناقابلِ فراموش واقعہ بن گئی)

آپ کے والد کا نام عُموس تھا۔ یہ عیسو بن اسحاق بن ابراہیم کی پشت سے تھا۔ اور والدہ، لوط کی اولاد تھی۔ (شاس: ص ۲۶)

آپ کی بیوی رَحْمہ حضرت یوسف کی پوتی اور افرائیم بن یوسف کی بیٹی تھی۔ بعض مفسرین نے اس کا نام مانخیر بتایا ہے۔ جو منسہ بن یعقوب کی بیٹی تھی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا قد لمبا۔ سر بڑا۔ آنکھیں مست۔ گردن چھوٹی۔ اعضاء موزوں۔ اور بال حلقہ دار تھے۔

ایامِ ابتلا میں آپ کی آہ و فغاں میں بلا کا کرب تھا۔

نمونہ ملاحظہ ہو:-

”میں آمام سے لیٹا ہوا تھا۔ کہ خدا نے مجھے بے انصافوں اور بے دینوں کے حوالے کر دیا۔ اس نے میرا گلا پکڑا۔ اور جھڑ جھڑا کے میرے پر فچے اڑا دیے۔ اس کے تیر اندازوں نے مجھے گھیر کر نشانہ بنایا۔ میرا گردہ چیرا اور رحم نہ کیا..... میں نے ناٹ کا لباس پہنا۔ اپنے سینگ دھول میں رگڑے۔ چہرہ رو رو کر سوچ گیا۔ میرے ابروؤں پر موت کا سایہ پھیل گیا..... اس نے مجھے شل کر دیا۔ لوگ میرے منہ پر تھوکتے ہیں..... گور میرا گھر ہے۔ میرا بستر اندھیرے میں بچھ چکا ہے۔ میرے جسم کی سڑان گویا میرا باپ ہے اور کیڑے میری ماں اور بہنیں..... میں جانتا ہوں۔ کہ مجھے رہائی دینے والا خدا زندہ ہے..... اس نے زمین کو بے سہارا نکا رکھا

ہے۔ وہ گھنے بادلوں میں پانی بھرتا ہے اور انہیں اپنے تخت پر بچھاتا ہے..... اس کی ڈانٹ سے آسمانوں کے ستون لرزتے اور کانپتے ہیں..... وہ سمندروں کا غرور توڑتا اور اپنی روح سے کائنات کو سجاتا ہے..... جب تک میرا دم باقی ہے۔ میری زبان جھوٹ نہ بولے گی.....

(ایوب: باب ۱۰-۲۷)

حضرت ایوب علیہ السلام کے اسی استقلال کا نتیجہ تھا۔ کہ بالآخر اللہ نے ان پر رحم کیا۔ انہیں تمام امراض سے نجات دی اور ان کا گھر پھر آباد کیا۔

مفسرین آپ کی عمر ۹۳ سال بتاتے ہیں۔ (شاس: ص ۲۶)

یا قوت حموی معجم میں ”دیر ایوب“ کے تحت لکھتا ہے کہ:

حضرت ایوب علیہ السلام کی مسجد اور وہ کنواں جس کے پانی میں نہانے سے انہیں شفا ملتی تھی۔ آج بھی صوبہ اردن کے ایک قصبہ نوا میں موجود ہے۔ لوگ اسے حمام ایوب اور ان کی قیام گاہ کو مقام ایوب کہتے ہیں۔

کیا نیکی انعام و اجر کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے؟

یہ تھا وہ سوال۔ جو شیطان نے ایوب علیہ السلام کے متعلق اللہ سے پوچھا تھا۔

حضرت ایوبؑ نے اس کا جواب اپنے عمل سے دیا تھا۔

اللہ نے آپ سے مال، دولت، اولاد، صحت۔ سب کچھ لے لیا۔ لیکن آپ کا ایمان پھر بھی قائم رہا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ

آپ کی کتاب کے اسلوب۔ انداز اس کی زبان اور اس وقت کے معاشری اور سیاسی حالات سے علماء اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیانی زمانے میں تھے۔ اگر یہ حضرت موسیٰؑ کے بعد ہوتے۔ تو ان کی کتاب میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت مصر سے اسرائیل کے خروج اور ارض موعود کا لازماً ذکر آتا۔ ان چیزوں کا ذکر نہ آنا اس بات کی ایک واضح شہادت ہے۔ کہ حضرت ایوبؑ، حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے پہلے گزرے تھے۔ (ذاب: ص ۳۰۵)

مآخذ:- ۱۔ شاس۔ ص ۲۶، ۲۔ معجم۔ ج ۳ ”دیر ایوب“، ۳۔ ذاب۔ ص ۳۰۵، ۷۲۶،

۴۔ اعلام۔ ص ۸۴، ۵۔ ایوب کی کتاب ۱/۴، نیز باب ۱۰-۲۷

۵۸۔ بابل

(نیز دیکھیے: ۲۱۔ ارم ذات العباد)

فرات کے دونوں کناروں پہ ایک شہر۔ جو کالڈیہ کا دار الحکومت رہا۔ کالڈیہ سے مراد دجلہ فرات کا وہ دوا پہ ہے۔ جو خلیج ایران سے شروع ہو کر آج کے بغداد تک چلا جاتا ہے۔ جب سام بن نوح کے بیٹے (عیلام۔ ثور۔ آرفشد۔ آرام) اور پوتے ادھر ادھر پھیلے تو ان کے کچھ تافلے ہمارے (کالڈیہ کا پرانا نام) میں آباد ہو گئے۔ انہوں نے رفتہ رفتہ خلیج ایران کے عراقی ساحل پر ایک سلطنت کی بنیاد ڈال دی۔ جو شمال کی طرف پھیلتی چلی گئی۔ اور ۷۰۰ ق م کے قریب بابل اس کا دار الحکومت بن گیا۔

ماخذ معلومات

بابل کے متعلق ہمارے معلومات کے ماخذ تین ہیں:-

- ۱۔ بابل
- ۲۔ بابل کے کھنڈرات اور کتبے
- ۳۔ قدیم تاریخیں

بابل نے اس شہر کے متعلق بہت کم تفصیل دی ہیں۔ رہے کھنڈرات۔ تو یہ ابھی تک برآمد ہو رہے ہیں۔ کھدائی کا خرچ اتنا زیادہ ہے۔ کہ کام بار بار رک جاتا ہے۔ کتنے ہی کھنڈرات ہیں۔ جو فرات کے سیلاب میں بہہ گئے۔ ارد گرد کے دیہاتیوں نے بھی کافی نقصان پہنچایا۔ کہ وہاں سے اینٹیں نکال کر گھروں کو لے گئے۔ ان حالات میں ہمیں قدیم تاریخ ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

یونان کا مشہور مورخ ہیرودوٹس Herodotus (۴۸۴-۴۲۴ ق م) لکھتا ہے۔ کہ:-

بابل فرات کے دونوں کناروں پر مربع شکل کا ایک شہر تھا۔ جس کے گرد دو فصیلیں تھیں۔ بیرونی فصیل کا طول ۵۶ میل تھا۔ مکانات عموماً تین یا چار منزلہ تھے۔ سڑکیں اور گلیاں سیدھی تھیں۔ شہر کے دونوں حصوں (شرقی و غربی) میں ایک ایک قلعہ تھا۔ ایک میں شاہی محل اور دوسرے میں بڑے ہت کا ایک مندر تھا۔ ان دونوں حصوں کے درمیان ایک پل تھا۔ جس کے ستون پتھر کے تھے۔ اور اوپر لکڑی کے بڑے بڑے لٹھ اور تختے رکھے ہوئے تھے۔ اس کی

لمبائی ایک ہزار گز اور چوڑائی تیس فٹ تھی۔

چوتھی صدی کا ایک اور یونانی مؤرخ ٹی۔ سیاز (Ctesias) کہتا ہے۔ کہ:-

ہل کے دونوں کناروں پر ایک ایک شاہی محل تھا۔ جو نہ صرف اس ہل بلکہ ایک زیر۔ دریائی

سرنگ کی وجہ سے بھی باہم مربوط تھے۔ بڑی فصیل کے اکثر دروازے تانبے کے تھے۔ اور

اس کے ارد گرد ایک گہری خندق تھی۔ (ذاب: ص ۶۸)

کھنڈرات

بغداد سے ستر میل جنوب میں اور کربلا کے متصل مشرق کی طرف ایک شہر جملہ کہلاتا ہے۔ اس

سے پانچ میل شمال میں فرات کے مغربی کنارے پر کئی مصنوعی ٹیلے ہیں۔ جن سے برتن،

اوزار اور مکانات کے کھنڈر نکل رہے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا بابل کے نام سے مشہور

ہے۔ اس کے مکانات کچی اینٹوں سے بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ

سیلابوں اور بارشوں کے باوجود یہ اینٹیں ویسی کی ویسی ہیں۔ جملہ سے چھ میل مغرب میں

مینار بابل کے کھنڈر ہیں۔ ایک ٹیلہ بڑے مندر کا ہے۔ اور ایک معلق باغات کا، جو بخت نصر

نے بنائے تھے۔ (ذاب: ص ۶۹)

سیاسی تاریخ

بابل کی سیاسی تاریخ نمرود بن کوش بن حام بن نوح سے شروع ہوتی ہے۔ چند پرانے کتبوں سے پتہ چلتا

ہے۔ کہ بابل کے پہلے باشندے کوش بن حام کی اولاد تھے۔ اور ابتداء میں ہر شہر ایک جدا گانہ ریاست تھا۔ بعد میں

تصادم اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور بابلیانہ ایک بڑی سلطنت بن گئی۔ بابل شہر کا نام تھا۔ اور بابلیانہ سلطنت

کا۔ بعض دونوں کو مترادف الفاظ سمجھتے ہیں۔

بابل کا ایک مؤرخ بیروس (Berosus - ۲۵۰ ق م زندہ) لکھتا ہے۔ کہ:-

بابل پر تین خاندانوں کی حکومت رہی۔ پہلا کالڈیہ کا ایک خاندان تھا جس کے ۴۹ بادشاہوں

نے ۴۵۸ سال حکومت کی۔ پھر نوبادشاہ ۲۳۵ برس تک حکمران رہے۔ ان کے بعد

بابل پر اشوری مسلط ہو گئے جن کے ۴۹ سلطین نے ۵۲۶ برس تک سلطنت کی۔ ۷۴۷ ق م

سے بابل کی تاریخ واضح تر ہو جاتی ہے۔ بطلیموس نے ۷۴۷ سے ۳۳۱ ق م تک کے شاہوں کی

پوری تفصیل دی ہے۔ ان میں سے بخت نصر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ وہی بادشاہ ہے۔

جس نے یوروشلم کو تباہ کرنے کے بعد ستر ہزار یہودیوں کو غلام بنالیا تھا۔

جب ۶۲۵ ق م میں نینوا کا اقتدار ختم ہو گیا۔ تو حکومتِ بابل کی حدود بہت وسیع ہو گئیں۔ پھر جب ایران سے سائرس ابھر اور عراق و شام کی طرف بڑھا۔ تو ۵۳۰ ق م کے قریب اس نے بابل کو فتح کر لیا۔ گو وہاں برائے نام شاہوں کا ایک سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ لیکن یہ لوگ نظم و نسق سے غافل ہو گئے تھے اور بالآخر ۳۳۱ ق م میں اسکندر یونانی نے اس حکومت کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔

تلاش کے باوجود ہمیں شاہانِ بابل کی مکمل فہرست نہیں مل سکی۔ پیپلز انسائیکلو پیڈیا نے سموآبی سے سموستا تک۔ صرف گیارہ بادشاہوں کی فہرست دی ہے۔ جن کا زمانہ حکومت ۲۳۵۳ سے ۲۱۵۱ ق م تک تھا۔ یہ فہرست ”ارم ذات العماذ“ کے تحت (شمار ۲۱) ملاحظہ فرمائیے۔

مینارِ بابل

بابل میں مینارِ بابل کا ذکر صرف ایک مرتبہ (پیدائش: ۱۱/۳-۵) آیا ہے اور وہ بھی نامکمل۔ مختلف ذرائع سے اتنا ہی معلوم ہو سکا۔ کہ یہ مینار گارے سے بنایا گیا تھا۔ اور اس کی سات منزلیں تھیں۔ زمینی منزل بہت لمبی چوڑی تھی۔ دوسری اس سے ذرا کم۔ تیسری اور کم اور آخری بہت کم ان منازل کا طول و عرض اس جدول میں دیکھیے:-

منزل	چوڑائی	اونچائی
اول	مربع۔ ہر ضلع ۲۷۲ فٹ	۲۶ فٹ
دوم	۲۳۰	۲۶
سوم	۱۸۸	۲۶
چہارم	۱۳۶	۱۵
پنجم	۱۰۳	۱۵
ششم	۶۲	۱۵
ہفتم	۳۰	۱۵
		بلندی: ۱۳۸ فٹ (ڈاب: ص ۷۰)

پیپلز انسائیکلو پیڈیا میں (ص ۱۱) بعض حوالوں سے مذکور ہے۔ کہ:-

لفظ بابل کے معنی ہیں :- خلط ملط - گڑبڑ اور بدحواسی۔

جب اللہ کے حکم سے مینار بابل کے معماروں کی بولیاں بدل گئیں۔ تو وہاں گڑبڑ اور بدحواسی

پھیل گئی۔ چنانچہ اس مینار کا نام ہی بابل پڑ گیا اور بعد میں مینار والا شہر بھی بابل کہلانے لگا۔

مختلف کتبوں اور کھدائیوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بابل کا شہر ۳۸۰۰ ق م میں بھی موجود تھا۔ قدیم بادشاہوں میں سے حورابی، عمارات، باغات اور انہار سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے شہر کو خوب سجاوہ کیا۔ بعد کے بادشاہوں میں سے نخت نصر (۶۰۵-۵۶۲ ق م) اور اس کے باپ نبو پلاسر (Nebo Polassar- ۶۲۵-۶۰۵ ق م) نے اسے رونق بخشی۔

ماخذ :- ۱۔ پینلز ص ۱۱۱، ۲۔ ڈاس ص ۲۹، ۳۔ ڈاب ص ۶۸، ۴۔ لقر ص ۱۱

۵۹۔ البحر

سورہ اعراف میں ہے :-

وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَآءَ يَلَّ الْبَحْرَ (اعراف: ۱۳۸)

(کہ ہم نے بنو اسرائیل کو سمندر سے گزار کر پار پہنچا دیا)

سمندر سے مراد: بحیرہ قلزم ہے۔

قلزم کے معنی ہیں: سُرخ

اسے سُرخ کہنے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں :-

اول: کہ اس میں اُون کی طرح ایک سرخ رنگ کی بوٹی تھی۔ جسے لہریں ساحل پر پھینک دیتی تھیں اور دونوں ساحل سرخ ہو جاتے تھے۔

دوم: کہ اس کے غربی ساحل پر سرخ رنگ کے پہاڑ ہیں۔ جن کے عکس سے پانی سرخ نظر آتا ہے۔

سوم: کہ اس میں سرخ مرجان کی کثرت تھی۔

چہارم: کہ اس کی سطح پر سرخ رنگ کے پرندے اڑتے اور تیرتے رہتے تھے۔

پنجم: کہ اس کے جنوب مشرقی ساحل (یمین) پر حمیر کی حکومت تھی۔ حمیر کا مادہ حر ہے۔ جس کے معنی

ہیں :- سُرخ۔

آج کا قلزم عہد موسیٰ کے قلزم سے چھوٹا ہے۔ پہلے یہ پچاس میل تک شمال میں پھیلا ہوا تھا۔ پھر زلزلوں اور

دیگر حادثوں کی وجہ سے سمٹ گیا۔ اور اوپر شمال میں کئی جھیلیں نمودار ہو گئیں۔ ان میں سے آخری شمالی جھیل بِرْمُکَةُ

التَّمْصَاح (نہنگوں کی جھیل) کہلاتی ہے۔ اور باقی تلخ جھیلوں کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ جھیلیں کب نمودار ہوئیں؟

اس کے متعلق ہمیں یقینی معلومات حاصل نہیں۔

یہ سمندر عدن سے نہر سویز تک سوا چودہ سو میل لمبا ہے۔ اور اس کا عرض زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ میل ہے۔ خلیج عقبہ کی لمبائی نوے میل ہے۔ اور نہر سویز کی ۱۰۰ میل۔ تمام جھیلیں اس نہر میں مدغم ہو چکی ہیں۔

گذرگاہِ موسیٰ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کنس مقام سے بحرِ قلزم کو عبور کیا تھا۔ اس میں محققین کا اختلاف ہے۔ کوئی کڑوی جھیلوں سے اوپر بتاتا ہے۔ اور کوئی نیچے۔ لیکن عام رائے یہی ہے۔ کہ آپ موجودہ نہر سویز اور قلزم کے مقام اتصال سے کچھ اوپر مکدل کے سامنے سے پار گئے تھے۔

ماخذ: ۱۔ ذاب۔ ص ۵۷۱-۵۷۴ ۲۔ قرآن مقدس (اعراف)

۶۰۔ بحیرہ

جاہلیت میں عربوں کے ہاں یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے دے چکتی۔ تو اس کے کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے کہ جہاں چاہے کھائے پئے۔ اور اسے بحیرہ کہتے تھے۔ جب یہ مر جاتی تو اس کا گوشت صرف مرد کھاتے تھے اور عورتوں کے لیے یہ حرام تھا۔

بعض قبائل میں اس دستور کی نوعیت قدرے مختلف تھی۔ اگر ان کی اونٹنی کا پانچواں بچہ نہ ہوتا۔ تو اسے ذبح کر کے زن و مرد سب مل کر کھاتے، اور اگر مادہ ہوتا۔ تو اونٹنی کے کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے۔ پھر نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس پر سواری کرتے۔ (فتی الارب: ج ۱، ص ۸۵)

۶۱۔ بدر

بدر ایک میدان ہے۔ پانچ میل لمبا، چار میل چوڑا، جو مدینہ سے اندازاً سو میل جنوب مغرب میں ساحلِ قلزم سے بارہ میل شرق کی طرف واقع ہے۔ اس کے شمال اور شرق میں پہاڑیاں، جنوب میں پتھرلی زمین اور مغرب میں ریت کے ٹیلے ہیں۔ اس کے عین وسط میں سے ایک نالہ گزرتا تھا۔ جس کے کناروں پر لوگوں نے چشمے اور کنوئیں کھود رکھے تھے۔

جب ۲ھ (مارچ ۶۲۳ء) میں کفار مکہ مدینہ کی طرف بڑھے۔ تو حضور صلعم ۳۱۳۔ افراد کی ایک مختصر فوج لے کر وادی بدر میں جا پہنچے۔ اور پہلا کام یہ کیا۔ کہ تمام چشموں پر قبضہ کرنے کے بعد آخری چشمے پہ جاتے۔ صحابہ نے وہاں حضور صلعم کے لیے کھجور کے پتوں سے ایک جھونپڑی بنادی۔ رات کو بارش برسی۔ حضور صلعم کے لشکر پہ کم، اور قریش پہ اتنی زیادہ کہ صبح کے وقت ان کے لیے قدم اٹھانا دشوار ہو گیا۔ دوسری صبح لڑائی شروع ہوئی۔ پہلے ہی پلے میں قریش کے چند نامی سردار اور بہادر مارے گئے۔ اور وہ بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان کے کل ستر افراد ہلاک ہوئے۔ ستر پکڑے گئے اور بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا۔ جن میں ۱۲۰ اونٹ، ۱۵ گھوڑے، کئی درجن تلواریں، برچھے، زربیں، کپڑے، چادریں، برتن اور دیگر اشیاء شامل تھیں۔

مآخذ:- ۱۔ ڈاس۔ ص ۳۰، ۳۷، ۲۔ قرآن مقدس

۶۲۔ بَرَزَخ

قرآن میں ہے:-

وَمِنْ وَّرَآءِ هِمُّ بَرَزَخٍ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ. (مومنون: ۱۰۰)

(مرنے والے یوم محشر تک برزخ میں رہیں گے)

برزخ کے لفظی معنی ہیں:- حجاب، پردہ، وقفہ اور دو دریاؤں کے درمیان خشکی کا ٹکڑا۔ اصطلاحاً یہ اس وقفے کا نام ہے۔ جو موت اور محشر کے درمیان حائل ہے یا اس اشیری دنیا کا۔ جس میں مرنے والے تاحشر رہیں گے۔

مآخذ:- ۱۔ ڈاس۔ ص ۳۸، ۲۔ منجد۔ ”برزخ“، ۳۔ لقر۔ ج ۲، ص ۲۸

۶۳۔ بُرُوج (برج کی جمع)

لفظی معنی ہیں:- قلعہ، قلعہ کی برجی اور آسمان کا ایک حصہ۔ (منتہی۔ ج ۱، ص ۹۸)

قرآن میں یہ لفظ کہیں تو قلعہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے:-

”تمہیں موت آئی لے گی۔ خواہ تم مضبوط قلعوں میں پناہ لو۔“ (نساء: ۷۸)

اور کہیں آسمانی حصوں کے مفہوم میں:-

قَبْرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا. (فرقان: ۶۱)

(مبارک ہے وہ رب جس نے آسمانوں میں بُرج (جسے راستے) بنائے)

گرمیوں میں سورج سر پہ آ جاتا ہے۔ اور سردیوں میں جنوب کی طرف نیچے چلا جاتا ہے۔ اس مسافت کو وہ چھ ماہ میں طے کرتا ہے۔ ۲۲ جون سے ۲۱ دسمبر تک وہ اوپر کو آتا ہے۔ اور ۲۲ دسمبر سے وہ واپسی کا سفر شروع کر دیتا ہے۔ اس سفر میں وہ بارہ شاہراہوں سے گزرتا ہے۔ ہر مہینے (شمسی) کی پہلی تاریخ کو اس کی شاہراہ بدل جاتی ہے۔ نجومیوں کا خیال یہ ہے کہ جس طرح زمین پر ہر ماہ کے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ کہ کسی میں گرمی ہوتی ہے اور کسی میں سردی۔ کسی میں گندم پکتی ہے اور کسی میں مکئی۔ اسی طرح یہ انسانی زندگی کو بھی مختلف طریقوں سے متاثر کرتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:-

☆ حمل	☆ ثور	☆ جوزاء
☆ سرطان	☆ اسد	☆ سنبلہ
☆ میزان	☆ عقرب	☆ قوس
☆ جدی	☆ دلو	☆ حوت

مآخذ:- ۱۔ جلالین۔ ص ۲۱۰، ۲۔ ڈاس۔ ص ۴۸، ۳۔ لقر۔ ج ۲، ص ۲۹

۶۳۔ بَعْضِ اَزْوَاجِهِ

پوری آیت یوں ہے:-

وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ اَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا ط قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝

(تحریم: ۳)

(جب نبی نے ایک راز کی بات اپنی ایک بیوی کو بتائی۔ اور اس نے ایک اور بی بی تک پہنچا دی۔ تو اللہ نے سارا واقعہ اپنے نبی کو بتا دیا۔ اور نبی نے کچھ بات تو اسے بتا دی۔ اور کچھ دل ہی میں رکھ لی۔ یہ سن کر اس نے (حیرت سے) پوچھا۔ کہ آپ کو یہ اطلاع کس نے دی ہے۔ فرمایا خدا نے علیم وخبیر نے)

اس آیت کی تشریح میں بیشتر مفسرین نے ایک ہی بات کہی ہے۔ کہ حضور صلعم نے وہ راز کی بات حضرت خصفہؓ کو بتائی تھی۔ اور انہوں نے حضرت عائشہؓ کو کہہ دی۔ (جلالین وکمالین: ص ۴۶۳) وہ راز کی بات کیا تھی؟

اس پر ہمارے مفسرین اور اہل روایت نے بڑی بڑی قیاس آرائیاں کی ہیں۔ ادب کا تقاضہ یہی ہے۔ کہ ہم خاموش رہیں اور ان کا ذکر نہ کریں۔

مآخذ:- ۱۔ قرآن حکیم ۲۔ جلالین

۶۵۔ بعل

کنعانیوں اور فنیقیوں کا سب سے بڑا صنم۔ جس کے خلاف حضرت الیاس علیہ السلام نے جہاد کیا تھا:-

وَإِنَّ إِلَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝
أَدْعُوكُمْ لِبَعْلٍ وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝ (صافات: ۱۲۳-۱۲۵)

(الیاس ایک رسول تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کہ اس بہترین خالق کو چھوڑ کر بعل کی پرستش کر رہے ہو؟)

بعل ایک عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں:- مالک اور آقا۔ عربی زبان میں یہی لفظ شوہر کے لیے استعمال

ہوتا ہے۔

بعل کی پرستش قدیم زمانوں سے چلی آتی ہے۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں اہل مدین اور موآبی سے پوجتے تھے۔ جب ان لوگوں سے اسرائیلیوں کا اختلاط بڑھا۔ تو اسرائیلیوں نے بھی اس کا نام بدل کر (بعل فغفور) اس کی پرستش شروع کر دی۔ (کنفی: ۱۵/۳-۱۸، استثناء: ۳/۴)

جب شامی فلسطین میں دس قبائل اسرائیل کی حکومت قائم ہوئی۔ تو انہوں نے بعل۔ پوجا کو سرکاری مذہب بنا لیا۔ (۱۔ سلاطین: ۱۶/۳۱-۳۳، ۱۸/۱۹-۲۲)

یہ بیماری قلمرو یہوداہ میں بھی پھیل گئی۔ وہاں بعل کے لیے مندر تعمیر ہوئے (۱۔ سلاطین: ۱۶/۳۲) اس کی مورتیاں بنائی گئیں۔ اور پادری مقرر ہوئے۔ جن کے لیے خاص لباس تجویز ہوا (۲۔ سلاطین: ۱۰/۲۲) جب یہ پادری بعل کا طواف کرتے تو بلند نعرے لگاتے۔ اور بت کو مائل بہ کرم کرنے کے لیے اپنے جسم کا گوشت چھریوں سے کاٹتے۔ (۱۔ سلاطین: ۱۸/۲۶-۲۸)

۱۔ فلسطین کے شمال میں بحر شام کے ساحل پہ ایک خطہ فنیقیہ کہلاتا تھا۔ اس کے مغرب میں سمندر اور مشرق میں لبنان کا پہاڑی سلسلہ تھا۔ اس علاقے کو یہ نام یونانیوں نے دیا تھا۔ یہ یونانی لفظ ہے۔ معنی:- گھجور کا درخت۔ وہاں کے اصلی باشندے اسے کنعان کہتے تھے۔ کنعان کے معنی ہیں: نشیبی زمین۔ اس کے قریب ہی شام کی سطح مرتفع تھی جو آرام کہلاتی تھی۔ فنیقیہ کی لہائی ۱۲۰ میل اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ بیس میل تھی۔ (ذاب: ص ۵۳۵)

۲۔ جنوبی بحیرہ روم کے شرق میں ایک صوبہ۔

بابل میں بھی بعل کی پوجا ہوتی تھی۔ اہل بابل کا تیل Bel۔ (یسعیاہ: ۴۶/۱) بعل ہی کی ایک صورت تھی۔

عہد نامہ قدیم میں کئی ایسے مرکب نام ملتے ہیں۔ جو بعل سے شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

۱۔ بعل بریت: یہود کا ایک صنم۔ (قضاة: ۳۳/۸، ۴/۹)

۲۔ بعل زبوب: یہوداہ کے ایک شہر عقرؤن کا ایک بت۔

(۲۔ سلاطین: ۱/۲-۳-۱۶)

۳۔ بعل خنان: ایڈوم کا ایک بادشاہ۔ (پیدائش: ۳۶/۳۸-۳۹)

۴۔ بعل فقور: یہود کا ایک صنم۔ (گنتی: ۱۵/۳-۱۸)

فلسطین میں کچھ ایسی بستیاں بھی تھیں۔ جن کے نام کا ایک جزو بعل تھا۔ مثلاً:-

۱۔ بعلت پیر: یہوداہ یا شمعون کا ایک شہر۔

۲۔ بعلہ: کنعان کا ایک شہر۔ (یشوع: ۱۵/۹-۱۰)

۳۔ بعلت: یروشلم کے مغرب میں دان کا ایک شہر۔ (یشوع: ۱۹/۴۴)

۴۔ بعل جد: کنعان کا ایک شہر۔ (یشوع: ۱۱/۱۷)

۵۔ بعل حمن: سلیمان کا ایک انگو رستان۔

۶۔ بعل حصور: قبیلہ افرائیم کا ایک گاؤں۔ (۲۔ سموئیل: ۲۳/۸)

۷۔ بعل حرئون: لبنان کی ایک بستی۔ (قضاة: ۳/۳)

۸۔ بعل مینان: موآب کا ایک قصبہ۔ (گنتی: ۳۲/۳۸)

۹۔ بعل فرازیم (رفائیم): ایک مقام جہاں حضرت داؤد علیہ السلام نے فلسطینیوں کو شکست دی تھی۔

(۲۔ سموئیل: ۵/۲۲)

۱۰۔ بعل خلیثا: جاردن دریا کے مغربی کنارے پر ایک بستی۔ جہاں بنو اسرائیل نے دریائے جاردن کو عبور

کرنے کے بعد ایک رات قیام کیا تھا۔ (۲۔ سلاطین: ۴/۴۲)

۱۱۔ بعل تمر: یروشلم کے پاس ایک آبادی۔ (قضاة: ۲۰/۳۳)

۱۲۔ بعلبک: لبنان میں ایک شہر۔

مآخذ:- ۱۔ ڈاب۔ ص ۶۷، ۵۳۵، ۲۔ ڈاس۔ ص ۳۵، ۳۔ لقر۔ ج ۱، ص ۳۹،

۴۔ جلالین۔ صافات ۵۔ منتہی۔ ج ۱، "بعل"، ۶۔ بابل، ۷۔ قرآن حکیم

۶۶۔ بَکَّہ (مکہ)

قرآن میں یہ لفظ صرف ایک مرتبہ آیا ہے:-

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى
لِّلْعَالَمِينَ ﴿۹۶﴾ (عمران: ۹۶)

(دنیا کے فائدے کے لیے سب سے پہلا گھر وہ تھا۔ جو بکہ میں تعمیر ہوا۔ بابرکت اور اہل

عالم کے لیے سرچشمہ ہدایت)

مکہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً:-

☆ بَکَّہ: (جائے نجوم) ☆ حاطمہ: (توڑنے والا۔ یعنی گردن کشوں کا غرور)

☆ بَاشَہ: (ہلاک کرنے والا۔ غلوں کو) ☆ البلد الامین: (پُر امن شہر)

☆ اُم القریٰ: (شہروں کی ماں) ☆ معاد: (لوٹنے کی جگہ۔ جائے پناہ)

اور کئی دیگر.....

مجدالدین فیروز آبادی نے اسماء مکہ پہ ایک پورا رسالہ لکھا تھا۔ (خلاصہ توارخ مکہ: ص ۳)

مکہ کی ابتداء

ہم ابراہیم اور اسماعیل کے ضمن میں لکھ چکے ہیں۔ کہ جب سارۃؓ ہاجرہؓ کا ایک گھر میں گزارہ مشکل ہو گیا۔ تو اللہ سے اشارہ پا کر حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ و ہاجرہؓ کو فاران کے بیابان میں لے گئے۔ وہاں اس مقام پر چھوڑ گئے۔ جو بعد میں حطیم کے نام سے مشہور ہوا۔ انہیں کھانے کی کوئی چیز اور پانی کا ایک مشکیزہ بھی دے گئے۔ جب یہ پانی ختم ہو گیا اور پیاس سے اسماعیل زمین پر لوٹنے اور ایڑیاں رگڑنے لگے۔ تو حضرت ہاجرہؓ بے چین ہو کر سات مرتبہ کوہ صفا پر چڑھی اور سات دفعہ مروہ پر۔ کہ شاید کہیں سے پانی مل جائے۔ یا کوئی قافلہ ہی نظر آ جائے۔ اس وقت یمن اور شام کے تجارتی قافلے مکہ کے قریب سے گزرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ صدیوں بعد تک جاری رہا۔ جب وہ مایوس ہو کر بیٹے کے پاس واپس آئی تو دیکھا۔ کہ اس کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی (زم۔ زم کی صدا سے) نکل رہا ہے۔ اس نے پہلے بچے کو پلایا۔ اور پھر کچھ مشکیزے میں بھر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں بنو جرہم کا ایک قافلہ آ گیا۔ جو شام سے یمن (اپنے وطن کو) جا رہا تھا۔ وہ اس پانی کے چشمے اور پاس ایک ماں۔ بچے کو دیکھ کر رک گئے اور ان میں سے بعض ہمیشہ کے لیے وہیں آباد ہو گئے۔ یہ تھے مکہ کے پہلے باشندے۔

۱۔ ۱۲۶۸ھ = ۱۸۵۲ء میں دہلی کے ایک عالم فخر الدین حسین حج کے لیے گئے، وہاں مکہ و کعبہ کے متعلق مطالعہ و مشاہدہ سے قیمتی معلومات فراہم کیں۔ کئی تاریخی کتابوں سے فائدہ اٹھایا اور پھر یہ کتاب مرتب کر کے بہادر شاہ ظفر آخری تاجدار مغلیہ کی خدمت میں پیش کی۔ مکہ (بکہ) کے متعلق میری معلومات مآخذ یہی کتاب ہے۔

۲۔ کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ میز اب رحمت کے نیچے ایک حصہ جس کے گرد دیوار ہے۔

مجموع القرآن (کتاب نمبر ۵۸/۵)

لفظ مکہ کے ایک معنی ہیں :- پانی چوس کر چشمے کو خشک کر دینا۔
 معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل والے چشمے میں عرصہ دراز تک پانی کی مقدار اتنی کم رہی کہ لوگ اسے پی کر بار بار
 خشک کر دیتے تھے۔ بلکہ کے معنی ہیں :- کم پانی والا کنواں۔ (رولرز آف مکہ: ص ۲۰)
 بنو جرہم کے بعد اور لوگ بھی یہاں آ کر آباد ہوتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ مکہ ایک اہم شہر بن گیا۔

تعمیر کعبہ

جب اسماعیل پہلی مرتبہ فاران میں آئے تھے۔ تو ان کی عمر تیرہ برس تھی۔ جب وہ بڑے ہوئے۔ تو ایک جرہمی
 گھرانے میں شادی کر لی۔ اس وقت ان کی عمر بیس برس کے قریب تھی۔ انہی دنوں حضرت ابراہیمؑ انہیں ملنے آئے۔
 اتفاق یہ کہ اس وقت اسماعیل جنگل میں شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے۔ گھر میں صرف ان کی بیوی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ
 نے سلام کیا۔ اور اپنا تعارف کرایا۔ تو اس نے تیوری چڑھا کر منہ پھر لیا۔ حضرت ابراہیمؑ یہ کہہ کر کہ گھر کی دہلیز خراب
 ہے۔ "واپس چلے گئے۔ جب اسماعیل کو یہ واقعہ معلوم ہوا۔ تو اس نے اپنی بیوی کو فوراً طلاق دے دی۔ اور بنو جرہم
 کی ایک اور لڑکی سے شادی کر لی۔ حضرت ابراہیمؑ تیسری دفعہ آئے۔ تو اسماعیل کے ساتھ مل کر کعبہ کی تکمیل کی۔ اس
 کا دروازہ حمیر کے ایک شمع، اسد الحمیری نے تالوں سمیت بطور عطیہ پیش کیا تھا۔

(رولرز آف مکہ: ص ۲۱)

بطیلوس نے بھی مکہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اسے مکارب لکھا ہے۔ جس کے معنی سبائی زبان میں حرم مقدس
 ہیں۔ (ایضاً: ص ۲۲)

مکہ کے مشہور اور متبرک مقامات

مکہ کے کچھ متبرک مقامات حدود کعبہ میں ہیں۔ اور کچھ باہر۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں :-

۱۔ مقام ابراہیم : اس سے مراد وہ پتھر ہے۔ جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

کعبہ کی دیواریں اٹھائی تھیں۔ یہ بیت اللہ کی مشرقی دیوار کے سامنے ایک
 جالی دار گنبد میں رکھا ہے۔

۲۔ جواہ زم زم : یہ مقام ابراہیم کے قریب ہے۔

۳۔ حجر اسود : جو کعبہ کی مشرقی دیوار میں پیوست ہے۔

۴۔ حطیم : میزاب رحمت کے نیچے نصف دائرے کی شکل میں ایک حصہ۔ جس کے
 گرد دیوار ہے۔

۵۔ صفا و مروہ : بیت اللہ کے مشرق میں دو پہاڑیاں۔

- ۶۔ عرفات : مکہ سے ۱۱ میل شرق میں ایک پہاڑ۔
 ۷۔ مزدلفہ : جو عرفات و منیٰ کے درمیان واقع ہے۔
 ۸۔ منیٰ : جہاں قربانی کی جاتی ہے۔
 ۹۔ کوہ بونیس کا وہ غار جس میں حضرت آدم علیہ السلام دفن ہیں۔
 ۱۰۔ غارِ حوّا : جو جبل ثور میں ہے۔
 ۱۱۔ غارِ ثور : یہ بھی جبل ثور میں ہے۔
 ۱۲۔ وہ مقامات جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام مثلاً:
 ☆ حضرت علی ☆ حضرت عثمان
 ☆ حضرت عمر ☆ حضرت ابوبکر
 اور دیگر مشہور ہستیوں کے گھر تھے۔
 اور وہ بھی جہاں اُن کی قبریں ہیں۔

نہر زُبیدہ

یہ نہر خلیفہ ہارون الرشید کی زوجہ زُبیدہ بنت جعفر بن منصور نے طائف کے قریب حنین سے جہاں چشموں کا پانی کافی مقدار میں جمع ہو جاتا تھا، مکہ تک کھدوائی۔ اور اس پر ایک کروڑ سات لاکھ دینار صرف کیے۔ یہ نہر آج بھی موجود ہے۔

مآخذ: ۱۔ شاس۔ ص ۳۶۸، ۲۔ ڈاس۔ ص ۳۱۰، ۳۔ خلاصہ تواریخ مکہ۔ ص ۲۳-۲۴،
 ۴۔ رولرز آف مکہ۔ ص ۲۰-۲۳، ۵۔ لقر۔ ج ۱، ”بکہ“، ۶۔ قرآن حکیم

۶۷۔ الْبَلَدُ

اللہ نے سورہ البلد کی پہلی آیت میں ایک خاص شہر کی قسم کھائی ہے

لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ

(مجھے قسم ہے اس شہر کی، جس میں اے رسول! تو آباد ہے..... کہ ہم نے انسان کو دکھ جھیلنے

کے لیے پیدا کیا ہے)

ظاہر ہے۔ کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے۔

پس دیکھیے: ۶۶۔ ”بکہ“

۶۸۔ بنو اسرائیل

(نیز دیکھیے: "اسرائیل" اور "الحجر")

حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں اور بارہ بیٹے تھے۔ جو بارہ اسرائیلی قبائل کے اجداد بنے۔

یعقوب کی شادی

حضرت اسحاق اور ان کی زوجہ ربیعہ نے حضرت یعقوب کو تاکید کی تھی کہ:

"تو کنعانی لڑکیوں میں سے کسی سے بیاہ نہ کرنا۔" (پیدائش: ۱/۲۸)

ان دنوں حضرت اسحاق علیہ السلام بیئر شیبہ میں رہتے تھے۔ حضرت یعقوب وہاں سے ۷ ان کی طرف چل دیے۔ باہر ایک کنویں پر بہت سے گڈریے جمع تھے۔ آپ نے ان سے اپنے ماموں لابن کا پتہ پوچھا۔ تو انہوں نے ایک چرواہا بن کی طرف اشارہ کر کے دکھایا۔ کہ یہ لابن کی بیٹی ہے اور اس کا نام راحیل ہے۔ آپ نے پاس جا کر اپنا تعارف کرایا۔ اور اس کے ریوڑ کو پانی پلایا۔

راحیل نے گھر جا کر بتایا۔ اور اس کے رشتہ دار اسے گھر لے گئے۔

ایک ماہ کے بعد لابن نے کہا۔ کہ اگر آپ سات برس تک میرے ریوڑ چرائیں۔ تو میں راحیل کو آپ کے نکاح میں دے دوں گا۔ ساتھ ہی تمام اہل حق بکریاں بھی۔

جب سات سال گزر گئے۔ تو لابن نے پہلے اپنی بڑی بیٹی لیاہ لہون کی زوجیت میں دی۔ اور ہفتہ بعد راحیل

بھی۔ (پیدائش: باب ۲۹)

راحیل سے دیر تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔

لیکن لیاہ سے چار بیٹے بہ ترتیب ذیل ہوئے:-

۱۔ رُوبِن ۲۔ شمعون

۳۔ لادی ۴۔ یہوداہ

اس پر راحیل کو بہت رشک آیا۔ اس نے حضرت یعقوب سے کہا۔ کہ میں تو غالباً بانجھ ہوں۔ اس لیے تم میری

لوٹڈی بلہاہ سے نکاح کر لو۔ شاید میرا گھر بھی آباد ہو جائے۔ آپ نے یہ بات مان لی۔ اور بلہاہ سے دو بیٹے ہوئے۔

پہلا دان اور پھر نفتالی۔ (پیدائش: ۸/۳۰)

اس زمانے میں رواج تھا کہ بڑی بیٹی سے پہلے چھوٹی کی شادی نہیں ہو سکتی تھی اس لیے لابن نے پہلے بڑی بیٹی کو رخصت کیا۔

اس کے بعد آپ نے لیاہ کے اصرار پر اس کی کنیز زلفہ سے بھی نکاح کر لیا۔ جس سے دو بیٹے ہوئے۔ پہلے جَد (Ged) اور پھر اشکر۔

کچھ عرصہ کے بعد لیاہ سے پھر دو بچے ہوئے:-

۱۔ اشکار اور ۲۔ زبلون

بعد ازاں راحیل سے یوسف پیدا ہوئے۔

اب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے سسرال میں بیس برس گزر چکے تھے۔

(پیدائش: ۳۱/۳۱)

”سو خداوند نے یعقوب سے کہا۔ کہ تو اپنے باپ دادا کے ملک اور رشتہ داروں کے پاس

لوٹ جا۔“ (پیدائش: ۳۱/۳۱)

چنانچہ یعقوب علیہ السلام اپنی بیویوں اور ریوڑوں کو لے کر چل دیے۔ اور چلتے چلتے جب بیت ایل (یوروشلم سے ۱۲ میل شمال مشرق میں) میں پہنچے۔ تو وہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کا آخری بچہ دن یامین راحیل کے لطن سے پیدا ہوا۔ لیکن جلد ہی راحیل کا انتقال ہو گیا۔ اور اسے بیت ایل و بیت لحم کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ خمر ون میں پہنچے۔ اور مصر جانے تک وہیں رہے۔ (پیدائش: ۳۵/۲۷)

فرزند ان یعقوب کے نام بہ ترتیب ولادت یہ ہیں:-

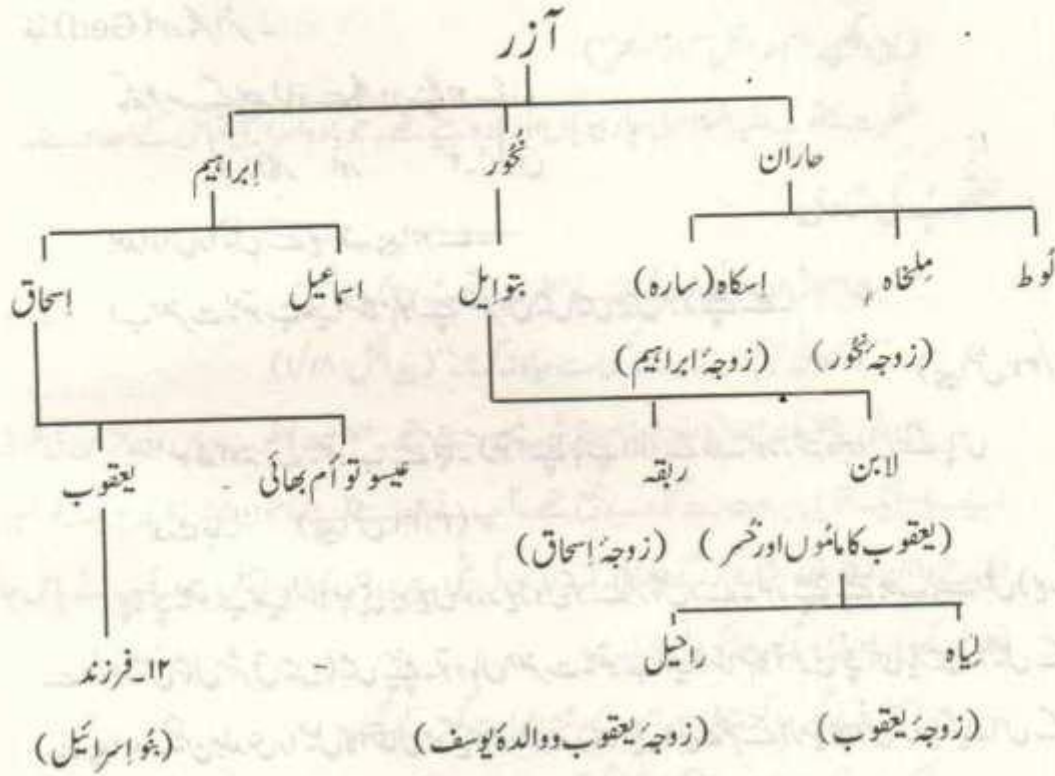
۱۔ رُوبَن	۲۔ شمعون	۳۔ لاوی	۳۔ یہوداہ
۵۔ دان	۶۔ نفتالی	۷۔ جَد	۸۔ اشکر
۹۔ اشکار	۱۰۔ زبلون	۱۱۔ یوسف	۱۲۔ دن یامین

لیاہ سے چھ اور باقی تین بیویوں سے دو دو پیدا ہوئے تھے۔

یعقوب کا شجرہ

آزر سے آدم تک کا شجرہ ”ابراہیم“ (شمار ۴) کے تحت دیکھیے۔

اور آل آزر کا شجرہ یہ ہے:-



داستانِ یوسف

جب حضرت یوسف سترہ برس کے ہوئے۔ تو آپ نے ایک خواب دیکھا۔ کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے آپ کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ آپ کے بھائی پہلے ہی آپ سے بگڑے ہوئے تھے کیونکہ ان کے والد حضرت یوسف سے بہت محبت کرتے تھے۔ خواب کا واقعہ سنا۔ تو انگاروں پر لوٹنے لگے۔ اور انہیں ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ سیر و تفریح کے بہانے انہیں جنگل میں لے گئے۔ اور ایک کنویں میں پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے اہل مدین کا ایک قافلہ گزرا۔ جس نے کنویں میں ڈول ڈالا۔ حضرت یوسف نے ڈول کو پکڑ لیا۔ قافلہ والوں نے اسے باہر کھینچ لیا۔ اور مصر میں جا کر اسے بیچ ڈالا۔ فرعون کے ایک درباری امیر پوٹی فار (قرآن میں "عزیز") نے اسے خرید لیا۔ اور اپنی جائیداد کا مختار بنادیا۔ چونکہ آپ بہت خوبصورت تھے۔ اس لیے عزیز کی بیوی ان پہ مائل ہو گئی۔ اور مختلف

طریقوں سے ترغیب گناہ دینے لگی۔ لیکن یہ نہ مانے۔ اور بالآخر انہیں جیل میں بھجوا دیا۔ جیل میں ان سے ہر قیدی محبت کرتا تھا۔ یہ انہیں نیکی کی تلقین کرتے۔ اور ان کے خوابوں کی تعبیر بتاتے تھے۔ اتفاقاً انہی دنوں ایک پیچیدہ سا خواب فرعون نے دیکھا۔ کہ سات دبلی گائیں سات موٹی گائیں کوکھارہی ہیں۔ ایک درباری نے اسے بتایا۔ کہ یوسف کو تعبیر دیا (خواب) میں خاص ملکہ حاصل ہے۔ چنانچہ انہیں جیل سے منگوا یا گیا۔ آپ نے بتایا۔ کہ سات بہترین سالوں کے بعد سات قلت و قحط کے سال آئیں گے۔ اور لوگ سب جمع۔ اندوختہ کھا جائیں گے۔

فرعون کو تعبیر پسند آئی۔ اور اس نے آپ کو زراعت، خوراک اور مالیات کا وزیر بنالیا۔

سات سال بعد بھ قحط پڑا۔ تو آپ کے بھائی غلے کی تلاش میں مصر پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں غلہ بھی دیا۔ ساتھ ہی رقم ان کے بوروں میں رکھوا دی۔ اور اصرار کیا۔ کہ وہ اگلی دفعہ اپنے چھوٹے بھائی (بن یامین) کو بھی ساتھ لائیں۔

انہوں نے اس خواہش کو پورا کیا۔

اس کے بعد کے سفر میں حضرت یوسف نے انہیں جتلا یا۔ کہ:-

”میں یوسف ہوں۔“

”وہ واپس جائیں اور حضرت یعقوب کو ساتھ لے آئیں۔“

بالآخر جب حضرت یعقوب اپنے اہل و عیال کے ہمراہ مصر میں پہنچے۔ تو حضرت یوسف نے ان کو ایک نہایت شاداب و سرسبز علاقے (رامسس) میں بسا دیا۔

یہ اس رفتار سے بڑھے پھیلے اور پھولے، کہ جب دو سو پندرہ سال بعد یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ مصر سے نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس (۶۰۳۵۵۰) ہو چکی تھی۔

(گنتی: ۲/۳۲)

واقعات کی تاریخیں

جیسا کہ پہلے عنوان ”ابراہیم“ (شمار ۴) کے تحت لکھا جا چکا ہے۔ تاریخ اسرائیل کے محققین واقعات اسرائیل کی تاریخ کا تعین نہیں کر سکے۔ اور ہر محقق نے ہر واقعہ کی الگ تاریخ دی ہے۔ سنہ ذیل صرف ایک محقق کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ یہ صحیح ہیں یا غلط۔

واقعہ

سال

۴۰۰۴ ق م ولادت آدم

طوفان نوح	• ۲۳۳۹
وفات نوح	• ۱۹۹۸
ولادت ابراہیم	• ۱۹۹۶
ولادت اسحاق	• ۱۸۹۶
ولادت یعقوب	• ۱۸۳۶
ولادت یوسف - پینلز کے مطابق ۲۰۸۲ ق م	• ۱۷۳۵
مصر میں یوسف فروخت - ۲۰۶۲۰ - (پینلز: ص ۵۹۸)	• ۱۷۲۸
وفات یوسف	• ۱۶۳۵

- نوٹ:- بائبل ڈکشنری میں ہے۔ کہ:-
- ۱: یوسف ۷ برس کی عمر میں فروخت ہوا۔
 - ۲: اس وقت یعقوب کی عمر ۱۰۸ سال تھی۔
 - ۳: واقعہ فروخت سے تیرہ برس بعد حضرت اسحاق فوت ہو گئے۔
 - ۴: وزارت کے وقت حضرت یوسف کی عمر ۳۰ سال تھی۔
 - ۵: جب حضرت یعقوب علیہ السلام بچوں سمیت مصر میں پہنچے۔ تو یوسف کی عمر ۳۹ سال تھی۔ (باڈ: ص ۳۹۴)

ولادت موسیٰ	۱۵۷۱ ق م
مصر سے بنو اسرائیل کا خروج	• ۱۴۹۱
وفات موسیٰ	• ۱۴۵۱
وفات یثوع	• ۱۴۲۹
وفات داؤد	• ۱۰۱۵
مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا آغاز	• ۱۰۱۲

۹۹۱ مسجد اقصیٰ کی تکمیل

۹۷۵ وفات سلیمان

۴ ولادت مسیح

۳۰ میلادی واقعہ صلیب

(کمپینین: ص ۱۸۲)

مصر سے بنو اسرائیل کا خروج

خروج کے وقت مصر پر رامسس دوم کی حکومت تھی۔ بنو اسرائیل اس کے کھیتوں میں ہل چلاتے۔ نہریں کھودتے، پہاڑ کاٹتے اور بڑی بڑی عمارات بناتے تھے۔ اس لیے اسے اسرائیل کا جانا قطعاً پسند نہ تھا۔ لیکن جب حضرت موسیٰؑ کی دعا سے اس پر آگے پیچھے دس عذاب نازل ہوئے۔ تو اس نے گھبرا کر اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ پہلے رامسس شہر میں جمع ہوئے۔ اور وہاں سے ساحل کی طرف چل دیے۔ تاکہ پانی اور چارے کی قلت سے دو چار نہ ہوں۔ ان کی پہلی منزل سکات تھی۔ پھر مکدال پہنچے اور تیسری شام، قلزم کے مغربی ساحل پہ جا ٹھہرے۔ اگلی صبح دریا کو عبور کیا۔ اور شرقی ساحل کے ساتھ ساتھ سینا کی طرف چل پڑے۔ جب ایک شہر اٹلیم میں پہنچے۔ تو وہاں ان پر من و سلوئی (بشیر اور سفید رنگ کے گول گول دانے) نازل ہوا۔ (خروج: ۱۶/۱۲-۱۴)

یہ لوگ ان گول دانوں کو من کہتے تھے۔ سینا کے قریب رفیدیم میں پہنچے۔ تو وہاں پانی نہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک چٹان پہ عصا مارا۔ اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ (خروج: ۱۷/۱-۸)

اس کے بعد ساری قوم نے کوہ طور کے پاس قیام کیا۔ چند روز بعد حضرت موسیٰؑ علیہ السلام چالیس دن کے لیے طور پہ گئے۔ اور وہاں ان پر دس احکام نازل ہوئے۔ سامری نے اسی وقفے میں گنو سالہ بنایا تھا۔

اس کے بعد یہ سارا کارواں ارض موعود یعنی کنعان کی طرف چل پڑا۔ لیکن عمالقہ (جو اس وقت دشت سینا اور فلسطین پر مُسلط تھے) کی شدید مزاحمت کی وجہ سے قدیش برنیا میں رک گئے۔ اور ایسے رُکے۔ کہ ۳۷ برس تک وہاں سے ہل نہ سکے۔ یہ مقام دشت حبیہ میں واقع تھا۔ یہیں اسرائیل نے موسیٰؑ علیہ السلام سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝ (مائدہ: ۲۴)

(کہ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑے۔ ہم تو یہیں بیٹھیں گے)

۳۷ برس بعد حضرت موسیٰؑ علیہ السلام پھر ارض مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن لیا چکر کاٹ کر۔ پہلے ایڈوم (جنوب مشرق) کی طرف گئے۔ وہاں حضرت ہارونؑ کی وفات ہو گئی اور آپ جبل ہارون کے ایک ٹیلے پہ دفن ہوئے۔ پھر موآب کی دائیں جانب سے گزر کر دریائے اردان پہ پہنچے۔ قریب ہی یثوب پہاڑ تھا۔ حضرت موسیٰؑ اس پر

چڑھے تو دریا کے پار انہیں ارض موعود نظر آئی۔ لیکن آپ اس میں داخل نہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ کی وفات اسی پہاڑ پر ہو گئی تھی اور آپ وہیں دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ (عہد بائبل کی کہانی: ص ۲۶)

وفات سے پہلے دریائے ارنان کے کنارے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی کام کیے:-

اول: عموریوں پر حملہ کر کے ان سے کافی علاقہ چھین لیا۔ کچھ زمین جارڈن اور بحیرہ گلیلی کے مشرق میں بھی لے لی۔

دوم: اس کے بعد نیبو پہاڑ کے دامن میں ساری شریعت لکھوائی۔ قوم کو وعادی۔ ایک دردناک الوداعی گیت گایا۔ اور پھر نیبو پہاڑ پہ چڑھ گئے جہاں آپ کی وفات ہو گئی۔ اور لوگوں نے آپ کو وہیں ایک نشیب میں دفن کر دیا۔

آپ کے بعد قبیلہ افرائیم کا ایک پاکباز فرد یثوع بن نون آپ کا جانشین بنا۔ یہ ایک بہادر اور دانشمند سپہ سالار تھا۔ یہ ارض موعود کی طرف بڑھا۔ بحیرہ مردار کے شمال میں دریائے جارڈن کو عبور کر کے جریکو (Jericho) شہر پہ قابض ہو گیا۔ یہ ارض موعود کا پہلا شہر تھا۔ اور بنو اسرائیل کنعان میں پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے۔ یثوع کے بعد طائوت۔ پھر داؤد اور پھر سلیمان کا زمانہ آیا۔ ۹۷۵ ق م میں حضرت سلیمان کے کہنے پر ناتن نبی نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا:-

جنوبی، یہوداہ کو دے دیا۔ اور

شمالی، اسرائیل کے باقی دس قبائل کو۔

ان کے بادشاہوں کے نام "اسرائیل" (شمار ۲۴) کے تحت دیکھیے۔

یہ قبائل پہلے تو آپس میں الجھتے رہے۔ پھر ۸۴۰ ق م کے درمیان ان پر شام کے بادشاہوں نے حملہ کیے۔ اور کافی علاقہ چھین لیا۔ ۷۲۳ ق م میں سلطنت اسرائیل (شمالی حکومت) کو اشوری ہڑپ کر گئے۔ اور ۵۸۷ ق م میں یہوداہ کو تخت نصر نے مٹا دیا۔ (عہد بائبل کی کہانی: ص ۸۰)

اسرائیل کی اسیری و جلا وطنی

اسرائیل پر اشور کے حملوں کا آغاز ۷۲۳ ق م میں ہوا تھا۔ پہلے حملہ آور کا نام پیل (Pul) تھا۔ اس نے ۷۲۳ ق م میں اسرائیل پر کچھ سالانہ باج لگایا۔ اور واپس چلا گیا۔

۷۲۰ ق م میں تغلت پلیر (Tiglath Pileser) گلیلی اور جارڈن کے بعض قبائل کو پکڑ کر لے گیا۔

پھر ۷۲۱ ق م میں شال منیر نے حملہ کیا۔ ساریہ کو لوٹا۔ اور ہزاروں باشندے ہمراہ لے گیا۔

۷۱۳ ق م میں سنا کر ب آیا۔ اور دو لاکھ کو قیدی بنا کر لے گیا۔

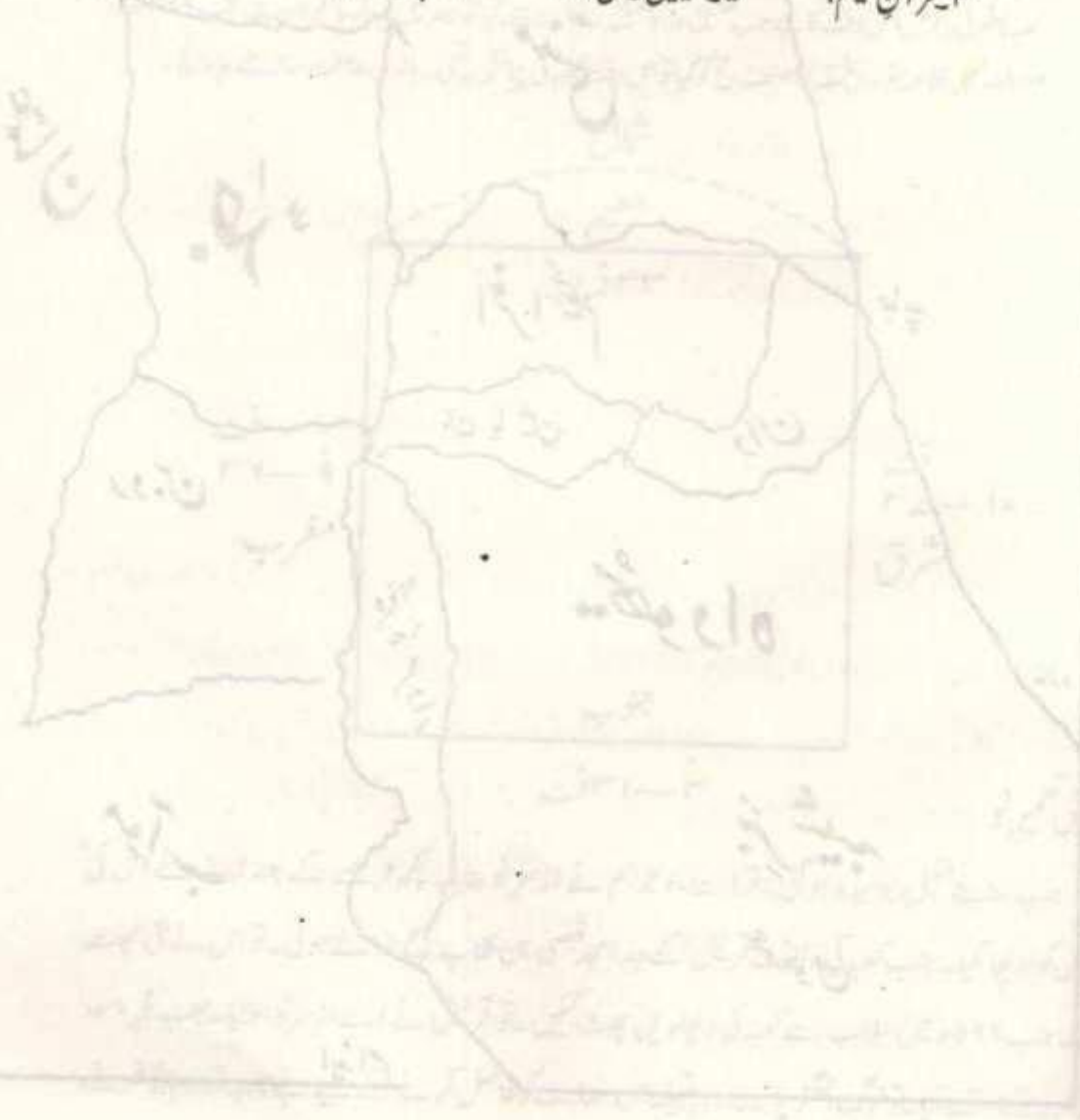
پھر بابل کے بادشاہ بخت نصر (۶۰۶-۵۶۲ ق م) کے حملے شروع ہو گئے۔ اس نے ۵۹۸ ق م میں بیت المقدس کو تباہ کیا۔ اور ایک لاکھ کے قریب قیدی جن میں تمام سپاہی، دکاندار، صنّاع، علماء، معمار اور کسان شامل تھے، ساتھ لے گیا۔

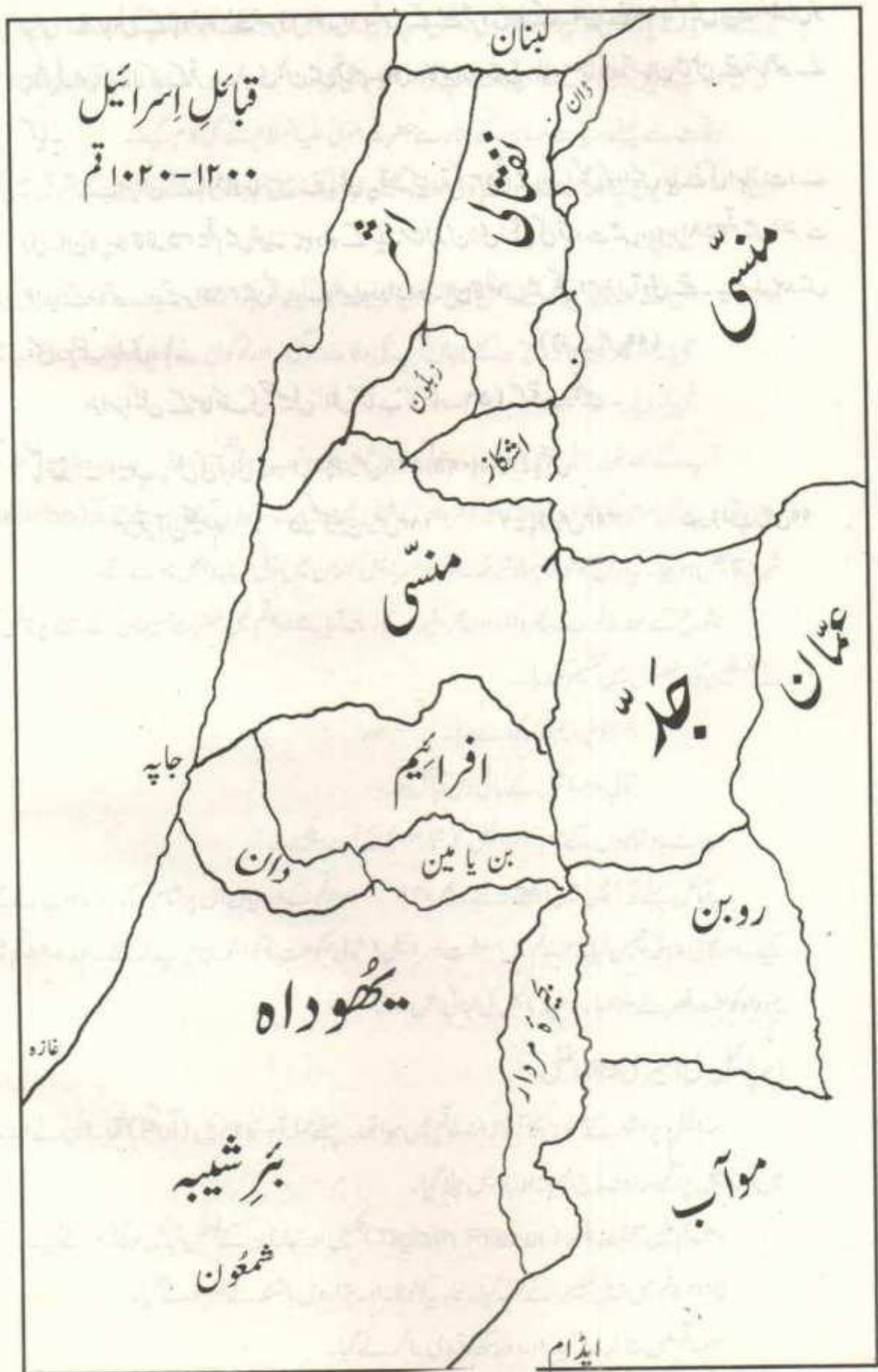
جب ایران کے بادشاہ سائرس نے بابل پہ قبضہ کیا۔ تو ۵۳۶ ق م میں اسرائیل کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ ان کا پہلا قافلہ ۵۳۵ ق م میں قبیلۂ یہوداہ کے ایک ممتاز رکن زبیل کی قیادت میں، دوسرا ۴۵۸ ق م میں حضرت عزیر کے ساتھ۔ اور تیسرا ۴۴۵ ق م میں نجمیہ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ ان قافلوں میں کل ۴۲ ہزار آدمی تھے۔ یہ سلسلہ بعد میں بھی دیر تک جاری رہا۔

بنو اسرائیل کے صحائف کی تفصیل ”اہل کتاب“ (شمار ۵۶) کے تحت دیکھیے۔

مآخذ: ۱۔ عہد بابل کی کہانی، ۲۔ پیپلز، ص ۵۹۸، ۱۰۳۵، ۳۔ بابل،

۴۔ قرآن حکیم، ۵۔ کمپنن، ص ۱۸۲، ۶۔ باؤ، ص ۳۹۳، ۷۔ ڈاب، ص ۹۹





۶۹۔ بیت اللہ الحرام (کعبہ)

جیسا کہ ہم ”ابراہیم“ کے ضمن میں لکھ چکے ہیں۔ کعبہ تعمیر خلیل واسماعیل ہے۔ یہ اس چھوٹی سی عمارت کا نام ہے۔ جو مسجد حرم کے وسط میں واقع ہے۔

روایتوں میں ہے کہ:

بنائے خلیل کی بلندی نو گز (ساڑھے ۱۳ فٹ)۔ ان کا گز چوبیس انگشت کا تھا۔ یعنی اٹھارہ

انچ)۔ لمبائی اکتیس گز (ساڑھے چھتیس فٹ) تھی اور چوڑائی بائیس گز (۳۳ فٹ) تھی۔

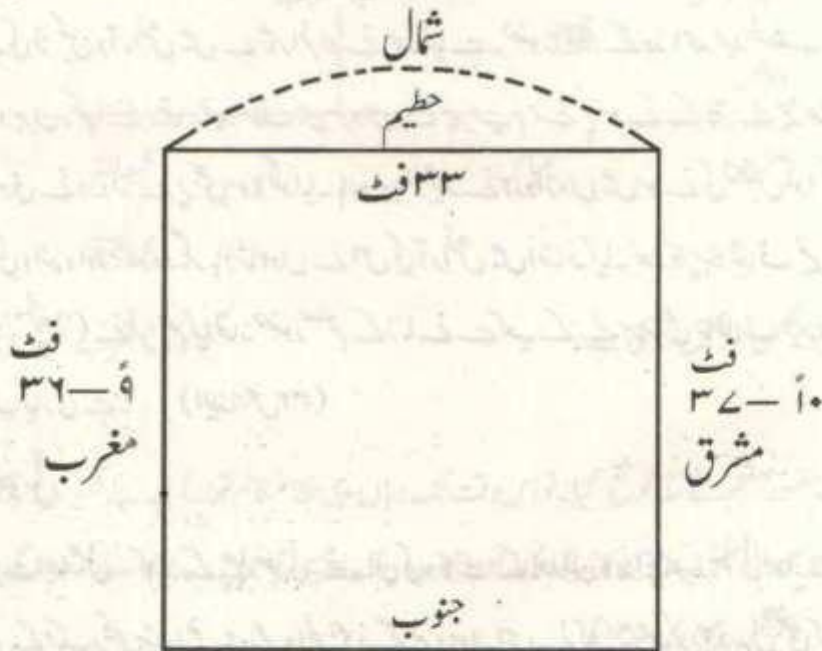
(خلاصہ تواریخ مکہ: ص ۱۸)

کعبہ کے اندر دروازے کی دائیں جانب ایک گڑھا تھا۔ جس میں کعبہ کا سامان، نذریں اور تحفے رکھے جاتے

تھے۔ در کعبہ کی بائیں جانب آپ نے دیوار میں حجر اسود نصب کر دیا۔ تاکہ طواف کا نقطہ آغاز بنے۔

کعبہ کا طویل و عرض اُس وقت کا ہے جب خلیل واسماعیل نے اسے تیار کیا تھا بعد میں یہ بار بار گرا اور بنا۔ جب ۱۲۶۸ء =

۱۸۵۲ء میں خلاصہ تواریخ مکہ کا مصنف حج کو گیا تو اس وقت کعبہ کی پیمائش یہ تھی۔ بلندی ۲۷ فٹ ساڑھے چار انچ۔



کعبہ کی تعمیر نو ۳-۳۱ فٹ

جب بنائے خلیل بوسیدہ ہو گئی۔ تو اسے بنو جرہم نے از سر نو بنایا۔ کچھ عرصے کے بعد عمالقد نے اس کی دیواروں کو اونچا کیا۔ جب کعبہ کی ولایت قریش کے جد امجد قصی بن کلاب کے حوالے ہوئی۔ تو اس نے نئی چھت ڈالوائی۔ جب ۵۹۶ء میں سیلاب سے کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ تو قریش نے اسے از سر نو بنوایا۔ جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو لوگ جھگڑ پڑے۔ ہر قبیلہ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ بالآخر طے

یہ ہوا۔ کہ جو شخص باب صفا سے حرم میں سب سے پہلے داخل ہو۔ وہ حکم بنے۔ اتفاق یہ کہ اس روز سب سے پہلے حضرت محمد صلعم داخل ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک چادر لائیں۔ حجر اسود کو اس میں رکھیں۔ تمام رؤسائے قبائل چادر کو پکڑیں۔ اور پتھر کو اوپر اٹھائیں۔ جب وہ پتھر اپنے مقام تک آ گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اٹھا کر دیوار میں نصب کر دیا۔ اور اس طرح سارے قبائل مطمئن ہو گئے۔

جب عبد اللہ بن زبیر نے اُمیہ کے خلاف اعلان بغاوت کیا۔ اور مکہ میں ایک متوازی حکومت قائم کر دی۔ تو یزید نے اسے گرفتار کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی۔ عبد اللہ نے کعبہ میں پناہ لی۔ یزیدی سپہ سالار نے مخفی سے پتھر برسائے شروع کر دیے۔ جس سے کعبہ کی ایک دیوار گر گئی۔ اسی اثنا میں یزید مر گیا۔ اور فوج واپس چلی گئی۔ اس کے بعد عبد اللہ نے کعبہ کو از سر نو بنوایا۔

پھر حجاج نے اس میں رد و بدل کیا۔ اور ۱۰۴۰ھ میں سلطان مراد خان عثمانی نے اس کی تعمیر و تزئین کرائی۔

(خلاصہ تواریخ مملکت: ص ۲۴، ۳۰)

آرائش کعبہ

کعبہ کی تزئین و آرائش میں بے شمار افراد نے حصہ لیا ہے۔ حضور ﷺ کے جد امجد عبد المطلب نے اس میں سونے کے دو ہرن رکھوائے تھے۔ عبد الملک بن مروان نے میزاب رحمت پر سونے کے پترے چڑھائے ولید بن عبد الملک اموی نے دروازے پر بھی سونا لگوایا۔ ہارون الرشید نے دروازوں میں سونے کی میخیں لگوائیں۔ متوکل، مقتدر عباسی کی والدہ اور متعدد دیگر بادشاہوں نے اس کی آرائش میں اضافہ کیا۔ کعبہ کا پہلا غلاف حمیر کے ایک شیخ اسد (دیکھیے: "شیخ") نے فراہم کیا تھا۔ حضور صلعم کے زمانے سے کعبہ کے لیے ہر سال نیا غلاف تیار ہوتا ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ (ایضاً: ص ۳۲)

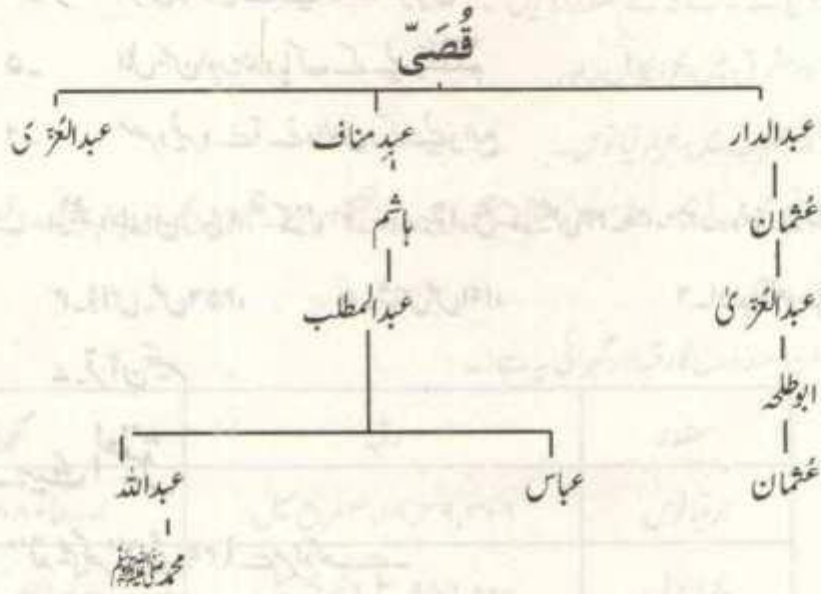
کعبہ کے متوتی

حضرت اسماعیلؑ کعبہ کے پہلے متوتی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بڑا بیٹا بیٹھ متوتی ہوا۔ اس کے بعد یہ منصب جرہم کے ایک رئیس مہاض بن عمرو الجمرہمی کے سپرد ہوا۔ اس نے کعبہ میں کچھ رد و بدل بھی کیا۔ ایک ہزار سال بعد بنو خزاعہ نے جرہم کو شکست دے کر انہیں مکہ سے نکال دیا اور کعبہ کا انصرام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ لوگ تین سو برس تک متوتی رہے۔ ان کا آخری متوتی خلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب تھا۔ جس کی ایک لڑکی قریش کے جد امجد قصی بن کلاب کے نکاح میں تھی۔ اس زمانے میں قریش نواح مکہ میں رہتے تھے۔ حلیل کے بعد اس کا فرزند مہشر ناظم کعبہ بنا۔ یہ ایک پست کردار شرابی تھا۔ ایک دن قصی نے شراب کے ایک دو مشیکزے دے کر اس سے

ولایت کعبہ کا منصب خرید لیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے۔ جب ایران پر بہرام گور (۳۹۸-۴۲۱ء) کی حکومت تھی۔ قصصی کے بعد اس کا ایک فرزند عبدالدار نام ظم کعبہ مقرر ہوا۔ لیکن اس کا دوسرا فرزند عبد مناف کہنے لگا کہ اس منصب کا اہل میں ہوں۔ جب یہ تنازعہ طویل پکڑ گیا۔ تو اکابر قریش نے تین مناصب یعنی: حجابہ (گنہبانی۔ کلید کعبہ)۔ ندوہ (دار الندوہ)۔ جس میں اکابر مشورے کرتے اور لڑکیوں کے نکاح باندھتے تھے) اور لواء (علم) عبدالدار کے پاس رہنے دیے۔ اور رفاہ (حاجیوں کی روٹی کا انتظام) و سقایہ (پانی پلانا) عبد مناف کے حوالے کر دیے۔

(معجم البلدان۔ ج ۸، ص ۱۳۴)

آل قصصی کا شجرہ یہ ہے:-



(ادب العرب: ص ۲۰)

یہ شجرہ نامکمل اور محض توضیحی ہے۔

جب حضور صلعم نے مکہ کو فتح کیا۔ تو اس وقت تک وہاں یہی نظام قائم تھا۔ آپ نے کلید کعبہ عبدالدار کی اولاد میں سے عثمان بن ابی طلحہ کے پاس رہنے دی۔ اور منصب سقایہ اپنے چچا عباس کے حوالے کر دیا۔ کہ وہی اس کے مستحق تھے۔ (معجم: ج ۸، ص ۱۳۵)

حد و حریم

حرم میں چند چیزیں ممنوع ہیں۔ یعنی:-

☆ شکار کھیلنا ☆ درخت کاٹنا ☆ جھگڑنا

☆ زبان اور دیگر اعضا کا بے جا استعمال۔

اس مقصد کے لیے حرم کی حدود، کعبہ کے ارد گرد ایک برید (چھ۔ دس یا بارہ میل) تک رکھی گئی ہیں۔

میقات حج

میقات سے مراد جوار مکہ کے وہ مقامات ہیں۔ جہاں سے حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے۔ یہ چھ ہیں:-

- ۱۔ اہل شام کے لیے جُحُفہ
- ۲۔ اہل مدینہ کے لیے ذُو الحُلَیفہ
- ۳۔ نجد کے لیے قرن
- ۴۔ عواق والوں کے لیے ذات العرق
- ۵۔ اہل یمن اور ہندوپاک کے لیے یَلَمْلَم
- ۶۔ مصر وغیرہ سے آنے والوں کے لیے رابع

مآخذ:- ۱۔ معجم البلدان۔ ج ۸، ”مکہ“، ۲۔ خلاصہ توارخ مکہ۔ ص ۲۴-۴۰، ۳۔ رہنمائے مقامات مقدّسہ،

۴۔ ڈاس۔ ص ۲۵۶، ۵۔ شام ص ۱۹۱، ۶۔ ادب العرب۔ ص ۲۰،

۷۔ قرآن حکیم

۷۰۔ بیت العتیق

”قدیم گھر“ (جج۔ ۲۹) سے مراد کعبہ ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:- ۶۹۔ ”بیت اللہ الحرام“

۷۱۔ بیع

”اگر اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی وساطت سے نہ روکتا۔ تو راہیوں کے پیکل، گر بجے۔

یہود کے معابد اور مساجد جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ سب تباہ ہو جاتے۔“

(جج۔ ۴۰)

اس آیت میں بیع کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ بیعہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں: نصاریٰ کی عبادت گاہ۔ اس کی

دو جمعیں اور بھی ہیں۔ یعنی:- بیعات اور بیعات۔

(منجد۔ ”بیع“)

۷۲۔ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

سورہ نمل میں ہے:-

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَافَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا
رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا إِيَّاهُ مَعَ اللَّهِ ط بَلْ
أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

(کیا جس اللہ نے زمین کو انسانی رہائش کے قابل بنایا۔ اس میں نہریں چلائیں۔ اس کی سطح
پر پہاڑ ڈالے اور دو سمندروں کے درمیان ایک حجاب حائل کیا۔ اس کا شریک کوئی اور بھی
ہے؟ قطعاً نہیں۔ لیکن بیشتر لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں)

دنیا کے بڑے بڑے سمندر دو ہیں:-

☆ مشرق میں بحر الکاہل۔ اور

☆ مغرب میں بحر اوقیانوس۔

باقی چھوٹے چھوٹے سمندر مثلاً:- بحیرہ عرب۔ خلیج ایران۔ قلمزم۔ بحیرہ روم۔ بالٹک وغیرہ انہی کی شاخیں
(کھاڑیاں) ہیں۔

ان سمندروں کا رقبہ اور گہرائی یہ ہے:-

سمندر	رقبہ	گہرائی
اوقیانوس	۳,۸۹,۳۰,۶ مربع میل	اوسطاً ۱۳,۸۸۰ فٹ
بحر الکاہل	۶,۳,۹۸۶,۰۰۰ مربع میل	سب سے گہرا حصہ:- ۳۵,۸۰۰ فٹ

(ریڈرز ڈائجسٹ ٹولس: ص ۹۸-۹۹)

ان سمندروں میں بڑے بڑے طوفان اٹھتے ہیں۔ لیکن وہ آج تک درمیانی برزخ (خشکی) پہ غالب نہیں
آ سکے۔

ت

۷۳۔ تَابُوت

قرآن میں درج ہے:- کہ:-

بنو اسرائیل کے ایک گروہ نے اپنے ایک نبی سے کہا:- کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کیجئے۔ انہوں
نے اللہ سے اشارہ پا کر انہی میں سے ایک شخص طالوت کو بادشاہ بنا دیا۔ اس پر ان لوگوں نے

یہ اعتراض کیا۔ کہ طالوت ایک مفلس آدمی ہے۔
نبی نے فرمایا۔ کہ اس کے انتخاب کی ایک وجہ تو اس کا علم ہے۔ اور دوسری اس کی عمدہ شخصیت
ساتھ ہی کہا۔ کہ عنقریب فرشتے تمہارے گم شدہ تابوت کو بطور علامت تصدیق تمہارے
سامنے لارہے ہیں:-

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ
سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ
تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (بقرہ: ۲۴۸)

(ان کے نبی نے کہا۔ کہ طالوت کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے۔ کہ فرشتے اس تابوت کو
تمہارے سامنے لارہے ہیں۔ جس میں تمہاری تسکین کا سامان اور آل موسیٰ و آل ہارون کی
کچھ یادگاریں ہوں گی)

یہ تابوت بنو اسرائیل کا ایک مقدس صندوق تھا۔ جو کیکر کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ پونے چار فٹ لمبا، سوا دو
فٹ چوڑا، اتنا ہی گہرا۔ سونے کے پتروں سے آراستہ۔ چاروں کونے پر چار موئے جھلے۔ جن میں سے دولٹھ گزار کر
اسے ڈولی کی طرح کندھوں پر اٹھایا جاتا تھا۔ اوپر غلاف ڈال دیا جاتا تھا۔ تاکہ نظر نہ آئے۔ اس میں تورات مقدس
کے علاوہ ہارون علیہ السلام کا عصا، موسیٰ علیہ السلام کا وہ برتن جس میں وہ ایلیم کے مقام پر من (آسمان سے برسنے
والی گوندی) جمع کیا کرتے تھے۔ اور کئی دیگر یادگاریں رکھی تھیں۔ یہ عموماً بنو لاوی کے ہاں رہتا تھا۔ جب کوئی جنگ
چھڑ جاتی۔ تو ختمال اسے اٹھا کر اپنی فوج کے سامنے چلتے۔ اور عموماً جیت جاتے۔ (ڈاب: ص ۵۱)

”خداوند نے یثوع سے کہا..... کہ سات کا بن صندوق کے آگے سات نرسنگے لے کر
چلیں۔ ساتویں دن شہر کے ارد گرد (جس پر حملہ کرنا تھا) سات بار گھومیں۔ زور سے نرسنگے
بجائیں۔ اور نعرے لگائیں۔ شہر کی دیوار گر جائے گی۔“ (یثوع: ۶/۱-۶)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس صندوق کے لیے ایک الگ خیمہ لگوا دیا تھا۔ اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام
کے عہد میں بیت المقدس مکمل ہو گیا۔ تو اسے اس مقدس گھر میں رکھوا دیا گیا۔ جب بخت نصر نے ۶۰۰ ق م کے قریب
یوروشلم کو تباہ کیا۔ تو اس کے بعد تابوت کا سراغ کہیں سے نہ مل سکا۔ یا تو بخت نصر اسے ساتھ لے گیا تھا۔ اور یا یوروشلم
ہی میں تباہ ہو گیا تھا۔

مآخذ:- ۱۔ خروج۔ ص ۲۵، ۲۔ کنفی۔ ۷/۹، ۱۰، ۲۱، ۳۔ یثوع۔ ۶، ۳، ۲۔ سموئیل۔ ۳/۶،

۷۴۔ تبع

(نیز دیکھیے: سبأ)

وَاصْحَابُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَعٍّ كُلُّ كَذِبِ الرُّسُلِ

فَحَقُّ وَعَيْدِهِ (ق: ۱۳)

(اہل ایکہ اور قوم تبع نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ان کے حق میں وعدہ عذاب پورا ہوا)

تبع شاہان یمن کے ایک سلسلے کا نام تھا۔

یمن میں کئی سلسلے حکمران رہے:-

پہلا سلسلہ۔ سبا کے مذہبی بادشاہوں کا تھا۔ جو مکارب کہلاتے تھے۔ یہ ۱۲۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک حکمران رہے۔ بلقیس کا تعلق اسی سلسلے سے تھا۔

دوسرا سلسلہ۔ ملوک سبا کا تھا۔ جو ۵۵۰ ق م سے ۱۵۰ ق م یا ۱۱۵ ق م تک برسر اقتدار رہے۔

تیسرا سلسلہ۔ ملوک حمیر کا۔ جن کی حکومت ۱۵۰ ق م سے ۲۷۰ء تک صرف یمن پر تھی۔

چوتھا سلسلہ۔ تبع کا۔ جو یمن اور حضرموت دونوں پر ۲۷۰ء سے ۵۲۵ء تک حکمران رہے۔

تبع کے معنی ہیں:- جبار اور صاحب قوت۔

پہلا تبع حارث الزانہس تھا۔

اس کے بعد کتنے تبع آئے۔ مؤرخ کوئی یقینی بات کہنے سے قاصر ہے۔ تاہم یمن کی کھدائیوں اور اس کے کئی

ہزار کتبوں اور نوشتوں سے، جواب تک برآمد ہو چکے ہیں۔ سلاطین تبع کے کچھ نام معلوم ہوئے ہیں۔ گوا بھی تک ان

کی صحیح خواندگی نہیں ہو سکی۔ تاہم ان کی کئی متبادل فہرستیں تیار ہو چکی ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے:-

نمبر شمار	نام	از۔ تا
۱	یاسر یہنعم (یہنعم)	۲۷۰-۲۷۹ء
۲	شمر یہر عیش (یریش)	۳۱۵ء
۳	ابو مالک	۳۳۰ء
۴	اقرن	۳۵۵ء
۵	ذو حیشان	۳۷۳ء

۶	ملک یکر (کلی کرب)	۳۷۸ء
۷	عمر (ذا امر)	۴۰۰ء
۸	ابو کرب اسعد (سعد)	۴۲۵ء
۹	شرجیل (حسان بن تبع)	۴۵۵ء
۱۰	عبد کلل (کلال)	۴۵۹ء
۱۱	شرجیل بنوف	۴۸۰ء
۱۲	مرشد (مرتد)	۴۹۰ء
۱۳	ربیعہ (لہیعہ بنوف)	۵۰۰ء
۱۴	ڈونواس	۵۲۵ء
یہ یہودی تھا۔ جب اسے خبر ملی کہ نجران کے یہودی عیسائی بن گئے ہیں۔ تو اس نے بیس ہزار کو زندہ جلادیا۔ دیکھیے ”اصحاب الاخذود“ اس ظلم کا انتقام لینے کے لیے ابرہہ حبشہ سے آیا۔ اور اس نے تبع کے اقتدار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔		

(ارض القرآن: ج۔ ۱، ص ۲۷۸-۲۹۵)

۷۵۔ تورات

تورات کا ذکر قرآن میں ۷ مرتبہ آیا ہے۔ اس سے مراد بائبل کی ابتدائی پانچ کتابیں ہیں۔ جو یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں۔ اور یا آپ نے اپنی نگرانی میں مرتب کرائی تھیں۔ ان کتابوں میں اس دور کی تاریخ۔ آدم علیہ السلام سے موسیٰ تک بڑے بڑے انبیاء کے سوانح اور حضرت موسیٰ کی شریعت درج ہے۔ ان میں اس قسم کے سوانحی جملے جا بجا ملتے ہیں:-

- ۱۔ ”اور ابراہیم وہاں سے جنوب کی طرف چلا گیا۔“
- ۲۔ وہ لڑکا بڑا ہوا۔ اور اس کا دودھ چھڑایا گیا۔
- ۳۔ پھر موسیٰ بنو اسرائیل کو بحر قلزم سے آگے لے گیا۔ تب وہ لوگ موسیٰ پہ بڑبڑانے لگے۔ کہ ہم کیا نہیں۔“ و قس علی ہذا۔

ظاہر ہے۔ کہ اس قسم کے تمام جملے انسانی ہیں۔ اور الہامی حصے وہ ہیں۔ جن کے پہلے اس قسم کے فقرے ہیں:-
 ”خداوند نے موسیٰ سے فرمایا..... خداوند نے موسیٰ سے کہا.....“

(خروج: ۱۲/۱۳، ۱/۱۳، ۱/۱۳)

قرآن سے پہلے کی تمام الہامی کتابوں میں انبیاء کے سوانح بھی شامل تھے۔ اور اس زمانے میں یہ چیز معیوب نہ تھی۔ قرآن پہلی الہامی کتاب ہے جس میں انسانی کلام کا ایک حرف تک موجود نہیں۔
 ان کتابوں کے دیگر کوائف جدول ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:-

نمبر شمار	نام	سال تالیف یا نزول	ابواب	صفحات	موضوع
۱	پیدائش	۱۴۹۱ ق م - ۱۴۵۱ ق م کے درمیان	۵۰	۵۴	آدم علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک کی تاریخ۔ اور ان کے شجرہائے نسب۔
۲	خروج	۱۴۹۱ ق م - ۱۴۵۱ ق م کے درمیان	۴۰	۴۰	موسیٰ کی ولادت۔ بنو اسرائیل کے حالات۔ مصر سے ان کا خروج۔ کوہ طور پر موسیٰ کی عبادت۔ دس احکام کا نزول۔ اور شریعت موسیٰ۔
۳	أخبار	.	۲۷	۲۹	شریعت کے مزید احکام۔
۴	گنتی	.	۳۶	۴۲	بنو اسرائیل کی مردم شماری۔ ان کی تاریخ و شہادت سینا سے ارض موعود کی سرحدات تک۔ یہ ۳۷ برس کی تاریخ ہے نیز کچھ شرعی احکام۔
۵	إستثنا	میزان:-	۳۴	۳۸ ۲۰۳	یہ ان تین مواعظ کا مجموعہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موت سے پہلے ارشاد فرمائے تھے۔ ساتھ ہی پچھلے چالیس سال کی تاریخ کا اعادہ۔ اور آپ کی موت کی تفصیل۔ ظاہر ہے کہ یہ موت کا باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا اضافہ ہے۔

ہم ”ابراہیم“ کے ضمن میں یہ واضح کر چکے ہیں۔ کہ محققین، واقعات بائبل کے زمانے کی تعیین نہیں کر سکے۔

اور ان میں سے ہر ایک نے ہر واقعہ کی جدا گانہ تاریخ دی ہے۔ مصر سے خروج بنو اسرائیل کی تاریخ کا ایک بہت اہم واقعہ ہے۔ لیکن مورخین نے اس کی سات تاریخیں دی ہیں۔

یعنی:-	۱:	۱۶۳۸ ق م	۲:	۱۵۹۳ ق م
	۳:	۱۵۱۲ ق م	۴:	۱۴۹۹ ق م
	۵:	۱۴۹۷ ق م	۶:	۱۴۹۱ ق م
اور	۷:	۱۳۰۸ ق م		

چونکہ مورخین کی اکثریت ۱۴۹۱ ق م کو ترجیح دیتی ہے۔ اس لیے میں نے بھی اس تاریخ کو انتخاب کیا ہے۔

مآخذ:- ۱۔ کمپنن - ص ۱۸۲، ۲۰۔ ڈاب - مختلف عنوانات، ۳۔ ہابیل - از پیدائش تا استثناء۔

۷۶۔ اثنین

شام میں ایک پہاڑ۔ (معجم البلد ان - ج ۲)

اللہ نے سورہ اثنین میں تین پہاڑوں یعنی اثنین - زینون (بیت المقدس کا ایک پہاڑ) - طور اور ایک شہر یعنی مکہ کی قسم کھا کر کہا ہے۔ کہ انسان فطرنا صالح۔ اور نیک فطرت واقع ہوا ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیم ہابیل سے ہجرت کر کے شام میں چلے گئے تھے۔ اور اثنین سے ایک قسم کا لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے اس سے مراد فطرت ابراہیمی ہے۔ زینون سے مراد عیسوی۔ طور سے موسوی۔ اور مکہ سے محمدی ہے۔ یہ چاروں بزرگ کفرستانوں میں پیدا ہونے کے باوجود اپنے ماحول کے خلاف نبرد آزما رہے۔ یہ اس حقیقت کی واضح دلیل ہے۔ کہ انسان فطرنا صالح واقع ہوا ہے۔

مآخذ:- ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ معجم - ج ۲

ث

۷۷۔ ثانی اثنین

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا
أَثْنَيْنِ إِذْ هُما فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ
مَعَنَا (توبہ: ۴۰)

(اگر تم اس کی مدد نہیں کرتے۔ تو اللہ کو پروا نہیں۔ کیونکہ اللہ نے رسول کی اس وقت مدد کی۔

جب اسے کفار نے مکہ سے نکال دیا تھا۔ اور وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب یہ دونوں غار میں تھے

تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ غم نہ کرو۔ کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے (تمام مفسرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ ہجرت میں حضرت ابو بکر صدیق حضور صلعم کے ہم سفر تھے۔

نیز دیکھیے:- ۱۲۵۔ صاحب

۷۸۔ ثَلَاثَةُ الَّذِينَ خَلَفُوا

جب نویں سال ہجری میں حضور صلعم نے عساکر روم کی گوشمالی کے لیے شمالی عرب کے ایک سرحدی شہر تبوک کا ارادہ فرمایا۔ تو تمام صحابہ کو ساتھ جانے کے لیے کہا۔ تیس ہزار صحابہ، جن میں دس ہزار سوار بھی تھے۔ اس مہم میں شامل ہوئے۔ لیکن اتنی آدمی گرمی، طویل سفر اور خوف مرگ کی وجہ سے کتر آگئے۔ حضور صلعم تبوک میں بیس یوم رہے۔ جب دشمن سامنے نہ آیا۔ تو آپ ﷺ قریباً دو ماہ کے بعد واپس آگئے۔ تمام متخلفین (پیچھے رہ جانے والے) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ سے معافی مانگی۔ اور دوبارہ بیعت کی۔

لیکن جب ابو عبد اللہ کعب بن مالک انصاری (حضور کے شاعر) مرارہ بن ربیع (ربیعہ) اور ہلال بن امیہ الانصاری الوافقی آپ ﷺ کے سامنے آئے۔ تو آپ ﷺ نے منہ پھر لیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم تینوں کے متعلق میں وحی کا انتظار کروں گا۔ اور ساتھ ہی تمام صحابہ کو حکم دے دیا۔ کہ کوئی ان سے بات نہ کرے۔ یہ سزا اتنی بڑی تھی۔ کہ ان کی نیند تک حرام ہو گئی۔ پورے پچاس دن کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اور انہیں اتنی خوشی ہوئی کہ کعب نے اپنی ساری جائیداد اللہ کی راہ میں دے ڈالی۔

”اللہ نے اپنے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحم کیا ہے۔ جنہوں نے ایک نہایت مشکل وقت (غزوہ تبوک) میں، جب ایک گروہ کے کلیجے آب ہو رہے تھے، نبی کا ساتھ دیا تھا۔ پھر ان پر دوبارہ نظر کرم کی۔ کیونکہ اللہ بڑا ہی مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔“

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ.

اور ان تین افراد پر بھی رحم کیا۔ جن کا فیصلہ رسول نے ملتوی کر دیا تھا۔ اور جن پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی تھی۔“ (توبہ: ۱۱۸)

مآخذ:- ۱۔ کمالین۔ ص ۱۶۶، ۲۔ تفسیر حقانی۔ ج ۴، ص ۲۳۶، ۳۔ کتاب الاستیعاب۔ ج ۱، ص ۲۱۶، ۴۔ تلخیص۔ ص ۳۰

تبوک، مدینہ سے چودہ منزل (ہر منزل ۱۸ میل کی) دور تھا۔ یعنی اندازاً اڑھائی سو میل۔

۷۹۔ ثمود یا عادِ ثانیہ

(نیز دیکھیے: "إِزْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ" - شمار ۲۱)

عاد کے جانشین۔ جو ساحلِ قلزم پر یثرب سے وادیِ القرئی تک آباد تھے۔ ان کا دار الحکومت حجر تھا۔ جو شام و یمن کی شاہراہ پہ واقع تھا۔ اور جسے آج کل مدائنِ صالح کہتے ہیں۔ پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بنانا اور پتھروں کی عمارات و مقابر تیار کرنا ان کا فنِ خصوصی تھا۔

وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي
الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ
بُيُوتًا (اعراف: ۷۴)

(یاد کرو۔ جب اللہ نے تمہیں عاد کے بعد اقتدار بخشا تھا۔ اور ایک خاص خطہٴ ارض میں تمہیں آباد کیا تھا۔ تم اس کی نرم مٹی سے محل بناتے اور پہاڑوں میں گھر کاٹتے تھے)
آیہ ذیل سے ظاہر ہے۔ کہ یہ قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزری تھی۔ دربارِ فرعون کا ایک مومن قوم فرعون کو یوں دھمکاتا ہے:-

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يٰقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ
الْأَحْزَابِ لَ مِثْلَ ذَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ
بَعْدِهِمْ ط (مومن: ۳۰-۳۱)

(دربارِ فرعون کا ایک مومن کہنے لگا۔ کہ اے قوم! مجھے ڈر ہے۔ کہ کہیں تم گزشتہ اقوام مثلاً پیروانِ نوح، عاد، ثمود اور بعد کی اقوام کی طرح کسی مصیبت کا شکار نہ بن جاؤ)
سام کے ایک پوتے کا نام صالح تھا۔ صالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح۔ (پیدائش: ۲۴/۱۰)
ممکن ہے یہ وہی صالح ہو۔ جو ثمود کی طرف مبعوث ہوا تھا۔ لیکن بائبل میں ثمود کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ البتہ یونان و روم کے مؤرخین نے ان کا ذکر کیا ہے۔
رگین (جلد اول) لکھتا ہے۔ کہ:-

قیصرِ حبشی فی سن (۵۲۷-۵۶۵ء) کی فوج میں تین سو ثمودی عرب بھی تھے۔

(ارض۔ ج ۱، ص ۱۹۸)

جہاں تک ثمود کے سیاسی اقتدار کا تعلق ہے۔ وہ بہت پہلے ختم ہو چکا تھا۔

مورخین کا اندازہ یہ ہے۔ کہ ثمود کے دور دور تھے:-

دور اول: ۵۰۰ اتم سے ۱۱۰۰ اتم تک تھا۔ اور

دوسرا: ۱۰۰۰ اتم سے ۷۵۰ اتم تک۔

جب آشور کے ایک بادشاہ شرعون دوم (۷۲۲-۷۰۵ ق م) نے عرب پر حملہ کیا۔ تو اس وقت ثمود بھی عرب میں

آباد تھے۔ لیکن بے اقتدار۔ (ارض۔ ج۔ ۱، ص ۱۹۸)

مقام حیرت ہے۔ کہ جو ثمود جسٹی فی سن کی فوج میں شامل تھے۔ وہ اچانک کہاں غائب ہو گئے؟

جب ۶۱۰ء میں حضور ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔ تو ان کا کوئی ایک فرد بھی کہیں موجود نہ تھا اور قرآن نے

انہیں بار بار تباہ شدہ اقوام کے سلسلے میں پیش کیا۔

كَذَبْتُ ثَمُوذُ وَعَادُ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوذُ فَاهْلِكُوا

بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادُ فَاهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝

(حاقہ: ۳-۶)

(ثمود و عاد نے قیامت کا انکار کیا۔ بطور سزا ثمود کو ایک کڑک سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور عاد کی

تباہی زقائے کی سخت آندھی سے ہوئی)

بعض محققین کا خیال یہ ہے۔ کہ ثمود کی تباہی ایک آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے سے ہوئی تھی۔ اس کے لاوے

کے نشانات آج بھی مدائن صالح کے مغرب میں موجود ہیں۔ (بی۔ مارنر: عربین۔ بحوالہ شاس۔ ص ۵۹۲)

ای گیسر (E. Glaser) کا خیال (شاس: ص ۵۹۲) یہ ہے کہ بؤہڈیل کا ایک قبیلہ، بنو لیحان، جس کا زمانہ

اقتدار غالباً ۲۰۰ ق م سے ۵۰۰ میلادی تک تھا۔ ثمود ہی کی ایک شاخ تھی۔

مآخذ:- ۱۔ ارض القرآن۔ ج۔ ۱، ص ۱۹۱، ۲۔ شاس۔ ص ۵۹۱-۵۹۲، ۳۔ اعلام۔ ص ۹۴،

۴۔ لقر۔ ج ۲، ص ۲۲۲، ۵۔ قرآن حکیم

ج

۸۰۔ جالوت

(نیز دیکھیے: طالوت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چار سو سال بعد جب بنو اسرائیل کے حالات بگڑنے لگے۔ تو ہمسایہ ریاستوں نے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ کبھی بحر روم کے ساحل پہ بسنے والے فلسطینی حملہ کر دیتے۔ کبھی عمالقدہ اور کبھی اہل مدین۔ یہاں تک کہ غازہ والوں نے ان سے تائوت (شمار: ۷۳) بھی چھین لیا۔ ان حملہ آوروں میں ظالم ترین جالوت تھا۔ جو بیت لحم کے قریب ایک وادی ”ریفام“ کا رہنے والا تھا۔ اور ساحلی فلسطین کا بادشاہ بن گیا تھا۔ یہ اسرائیلیوں پہ بار بار حملے کرتا اور ان کی خاصی تعداد کو غلام بنا کر لے جاتا۔

اس صورت حال سے تنگ آ کر بنو اسرائیل نے اپنے ایک نبی سموئیل (۱۰۷۴ ق م) سے التماس کی۔ کہ وہ ان کے لیے کوئی بادشاہ منتخب کرے۔ چنانچہ اس نے طالوت کو ۱۰۹۵ ق م میں بادشاہ مقرر کیا۔ اور یہ صرف ۳۱۳ جاں باز لے کر جالوت کے مقابلے میں نکلا۔ مغربی یہوداہ کے ایک شہر شوک (Shochoh) کے قریب ایک وادی افسندیمیم میں یہ صف آرا ہوئے۔ پھر:

”فلسطینیوں کے لشکر سے ایک پہلوان نکلا۔ جس کا نام جالوت تھا۔ قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت۔ سر پر پتیل کا خود.....“ (۱۔ سموئیل: ۱۷/۸)

وہ چالیس روز تک طالوت کو لٹکارتا رہا۔ کہ میرے مقابلے کے لیے کوئی آدمی بھیجو۔ لیکن کوئی سامنے نہ آیا۔ اس اثنا میں حضرت داؤد کے والد نبی نے داؤد کو میدان جنگ میں بھیجا۔ کہ وہ اپنے تین بھائیوں (الیاب۔ ابی نداب اور شممہ) کی خبر لے آئے۔ اور انہیں کھانا بھی دے آئے۔ جب حضرت داؤد میدان جنگ میں پہنچے۔ اور جالوت کو دھاڑتے گرجتے دیکھا۔ تو اپنا فلاخن لے کر آگے بڑھے اور اس چابکدستی سے پتھر پھینکا۔ کہ اس کی پیشانی کی ہڈی کو توڑ کر اندر چلا گیا۔ وہ گر گیا۔ اور حضرت داؤد نے اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا۔ اس کے بعد حضرت داؤد طالوت کے مشیر خاص مقرر ہو گئے۔ جب طالوت کی وفات ہو گئی۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام ۱۰۵۵ ق م میں بادشاہ بن گئے۔

کمپنن کے مطابق چند واقعات کی تاریخیں یہ ہیں:-

- ۱۔ موسیٰ کی وفات ۱۴۵۱ ق م
- ۲۔ یسوع کی وفات ۱۴۳۹ ق م
- ۳۔ طالوت کی بادشاہی کا آغاز ۱۰۹۵ ق م
- ۴۔ داؤد کی سلطنت حبرون پر ۱۰۵۵ ق م
- ۵۔ یوروشلم پر ۱۰۴۷ ق م
- ۶۔ داؤد کی وفات اور سلیمان کی جانشینی ۱۰۱۵ ق م

(کمپنیں: ص ۱۸۲)

۷۔ سلیمان کی وفات ۹۷۵ ق م

طاووت کا نسب نامہ یہ ہے۔

طاووت بن کش بن نیر بن یحییٰ ایل بن یامین بن یعقوب۔ (۱۔ تواریخ: ۸/۳۲-۳۳)
 قرآن میں طاووت و جاووت کی کہانی سورہ بقرہ کی آیات ۲۴۵-۲۵۱ (آخر پارہ دوم) میں دیکھیے۔

مآخذ: ۱۔ ۱۔ سموئیل۔ ۱/۷-۸، ۲۔ ۱۔ تواریخ: ۸/۳۲-۳۳، ۳۔ کمپنیں: ص ۱۸۲،
 ۴۔ ڈاب۔ ص ۲۱۷، ۵۔ قصص۔ ج ۲، ص ۳۵-۵۴، ۶۔ قرآن عظیم،

۸۱۔ الجُب

جب برادران یوسف نے حضرت یوسف کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ان میں سے:

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوَّةَ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ
 يَلْتَقِطُهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ (یوسف: ۱۰)

(ایک نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو۔ اگر کچھ کرنا ہی ہے تو اسے کسی گہرے کنوئیں میں پھینک دو۔ تاکہ کوئی قافلہ اسے نکال لے جائے۔)

یا قوت حموی لکھتا ہے کہ:

جس کنوئیں میں حضرت یوسف کو پھینکا گیا تھا وہ نواحِ خرمون کی ایک بستی سِنَجَل کے قریب تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ پہلے چاہِ سِنَجَل کہلاتا ہوگا۔ لیکن بعد میں چاہِ یُوسُف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (معجم: ج ۵۔ "مسن")

۸۲۔ جَبَّارِ مِثْن (عمالِقہ)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سے نکل کر کنعان کی طرف چلے تو عمالِقہ نے اُن کا راستہ روکا۔ یہ لوگ عملیق بن لؤذ بن سام بن نوح کی پشت سے تھے۔ انھیں شکست ہوئی اور بنو اسرائیل قادیس تک جا پہنچے۔ آگے پھر عمالِقہ کی بستیاں تھیں۔

حضرت موسیٰ نے کہا:

يَقُومُ اِذْ خُلُوْا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ قَالَوَا يَا مُوسٰى

إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ قُلُوبُهُمْ لَا يَخْشَوْنَ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ فَهُمْ عَنْ اللَّهَ مُنْهَكُونَ (مائدہ: ۲۲)

(کہ اے قوم اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ۔ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھی ہے۔ اور پیٹھ نہ پھیرو۔ ورنہ خسارے میں رہو گے کہنے لگے۔ کہ اے موسیٰ! وہاں تو ایک طاقتور قوم (عمالقہ) آباد ہے۔ اور ہم وہاں اسی صورت میں قدم رکھیں گے۔ کہ وہ لوگ خود بخود اپنے وطن کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں)

عمالقہ چند وحشی قبائل تھے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بحیرہ مردار کے مغرب میں آباد تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہ جنوبی فلسطین اور صحرائے حبیہ پر قابض تھے۔ (کنفی: ۲۹/۱۳) عرب مؤرخین کی رائے یہ ہے۔ کہ پہلے یہ لوگ خلیج ایران کے غربی ساحل پر رہائش رکھتے تھے۔ وہاں سے اشوری بادشاہوں نے انہیں صحرائے سینا کی طرف دھکیل دیا۔ اصلاً یہ لوگ چرواہے تھے۔ اور ان کے ریوڑ ان کی دولت تھی۔

۱۔ سموئیل کی کتاب (۵/۱۵) میں ان کے ایک شہر کا بھی ذکر آیا ہے۔ لیکن غالباً اس سے مراد ان کی خیمہ گاہیں اور عارضی چار دیواریاں ہیں۔ ان کے بادشاہ اجاج (کنفی: ۲۳/۷) کہلاتے تھے۔ ان کا پہلا تصادم بنو اسرائیل سے رفیڈیم (سینا) کے قریب ہوا۔ اور شکست کھائی۔ پھر کنعانیوں کے ساتھ مل کر جنوبی فلسطین میں بنو اسرائیل پر دوبارہ حملہ کیا۔ اور اسرائیل کو سخت شکست دی۔ چند صدیاں بعد طالوت نے ان پر حملہ کیا۔ اور ان کی تمام بستیاں کنعان سے حدود مصر تک روند ڈالیں۔ ان کی باقی ماندہ قوت پہ حضرت داؤدؑ نے ضربیں لگائیں۔ اور یوں یہ مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ نیز دیکھیے: ۲۱۔ ”ارم ذات العماذ“

مآخذ: ۱۔ بائبل: کنفی: ۲۳/۷، ۲۹/۱۳، ۲۔ سموئیل: ۵/۱۵، ۳۔ پیپلز: ص ۴۱، ۴۔ ڈاب: ص ۳۲، ۵۔ قرآن مقدس،

۸۳۔ جَبَّتْ

الْمُتَرِّ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هُمُؤَلَاءُ
أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا (نساء: ۵۱)

(کیا تم نے ان لوگوں کا حال دیکھا۔ جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ لیکن وہ لوگ جبت و طاغوت پہ ایمان لانے کے بعد کفار کے متعلق کہنے لگے۔ کہ یہ مومنوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں)

جبت کے معنی ہیں:-

”بت وکاہن و فال گو و جادو و جادوے کے دراز خیر نباشد۔ و ہر چیز غیر باری تعالیٰ کہ آن را پرستش نمایند۔“ (مفتی: ج۔ ۱، ص ۲۳۲)

عکرمہ کا قول ہے کہ حبشہ کی زبان میں جبت شیطان کو کہتے ہیں۔ (لقر: ص ۲۳۷) ابن جریر طبری فرماتے ہیں:-

إِنَّ الْمُرَادَ بِالْجُبَّتِ وَالطَّاغُوتِ جِنْسٌ مَّا كَانَ يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ سِوَاءٍ كَانَ صَنْمًا أَوْ شَيْطَانًا، جِنِّيًّا أَوْ أَدَمِيًّا فَيَدْخُلُ فِيهِ السَّاحِرُ وَالْكَاهِنُ

(کہ جبت و طاغوت سے مراد اللہ کے سوا ہر وہ چیز ہے۔ جس کی پرستش کی جاتی ہو۔ خواہ وہ بت ہو۔ یا شیطان۔ جن ہو یا آدمی۔ اس میں ساحر و کاہن بھی شامل ہیں)

(ایضاً: ص ۲۳۸)

مآخذ:- ۱۔ مفتی الارب۔ ج۔ ۱، ص ۲۳۲، ۲۔ لقر۔ ص ۸-۲۳۷، ۳۔ قرآن مقدس،

۸۴۔ جبریل

ابو حیان نے البحر المحیط میں اس کے تیرہ تلفظ دیے ہیں۔ یعنی:-

۱۔ جبریل	۲۔ جبریل	۳۔ جبریل
۴۔ جبریل۔ ہمزہ کے بعد یا ندارد	۵۔ جبریل۔ لام پہ شد	۶۔ جبریل
۷۔ جبریل	۸۔ جبریل	۹۔ جبریل
۱۰۔ جبریل	۱۱۔ جبریل	۱۲۔ جبریل
۱۳۔ جبریل		

یہ سُرہانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں:- اللہ کا بندہ۔

جبر: عبد ایل: اللہ

جبریل کا ایک کام اللہ کا پیغام انبیاء تک پہنچانا ہے۔ قرآن میں اسے کئی دیگر ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

مثلاً:-

☆	روح القدس	☆	روح الامین
☆	شدید الشوی	☆	ذو برہ
☆	مطاع اور مکین		

گو ملائکہ نظر نہیں آتے۔ لیکن حضور صلعم نے جبریل کو دو مرتبہ دیکھا تھا:

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۖ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۖ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۚ (نجم: ۱۳-۱۶)

(رسول نے جبریل کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی کے پاس نیچے آتے دیکھا تھا۔ قریب ہی

جنت تھی۔ اس وقت سدرہ پر نور و سرور کا ایک عجیب عالم چھایا ہوا تھا)

بائبل میں جبریل کا بار بار ذکر آیا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ:-

☆ اس نے جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو تسلی دی۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا فن سکھایا۔

☆ نار ابراہیم کو سر دکیا۔

☆ ساحران فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ کی مدد کی۔

☆ جب بنو اسرائیل قلزم سے گزر چکے۔ تو جبریل نے گھوڑے پر چڑھ کر فرعونیوں کو آواز دی۔ کہ آؤ تم بھی

یہاں سے گزرو۔ اور جب وہ آگے گئے، تو سب کو ڈبодیا۔

☆ داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی سکھائی۔

☆ حضرت زکریا اور مریم کو یحییٰ و عیسیٰ (بالترتیب) کی بشارت دی۔

مآخذ:- ۱۔ ڈاس۔ ص ۱۳۳، ۲۔ شاس۔ ص ۷۹، ۳۔ لقر۔ ص ۲۳۸،

۴۔ اعلام۔ ص ۹۸، ۵۔ قرآن شریف،

۸۵۔ جن

جن کے متعلق ہمارے ہاں بے شمار آراء و روایات ملتی ہیں۔ جن کا ملخص یہ کہ جنوں کی پانچ قسمیں ہیں:-

اول۔ جان:- نہایت ضعیف و بزدل جن۔

دوم۔ شیطان:- بدروح۔

سوم۔ عفریت :- ایک طاقتور بدروح۔

چہارم۔ مرید :- نہایت طاقتور بدروح۔

پریاں :- نیک جن عورتیں۔

ان سب اقسام کا مشترک نام جن ہے۔ (ڈاس۔ ص ۱۳۴)

جن کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ابلیس تمام جنات کا باپ ہے۔ ایک اور

روایت میں یہ مقام جان کو دیا گیا ہے۔

فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی تھی۔ اور جنات کی نارس۔ نور و تاریکی حقیقت ایک ہی ہے۔ فرق یہ کہ نور میں

حرارت نہیں ہوتی۔ ان کے اجسام شفاف ہوتے ہیں۔ اور یہ ہر لباس (انسان، حیوان، سانپ وغیرہ) میں جلوہ گر ہو

سکتے ہیں۔ ان میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی۔ سورہ جن میں جنوں کی زبان سے یہ اعتراف ملتا ہے :-

وَاَنَّا مِنَ الصّٰلِحِيْنَ وَمِنَّا ذُوْنَ ذٰلِكَ ط (جن ۱۱)

(ہم جنوں میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ بد)

جس طرح انسانوں کی طرف انبیاء مبعوث ہوئے تھے۔ اسی طرح ان کی طرف بھی رسول آتے رہے۔ کچھ

ایسے رسول بھی تھے۔ جو انسان اور جنات ہر دو کی طرف مبعوث ہوئے۔ مثلاً :- حضرت سلیمان علیہ السلام۔

کہتے ہیں کہ ابرام مصر کے بانی بھی جن تھے۔

ایک روایت کے مطابق آدم سے پہلے زمین پر جن آباد تھے۔ چونکہ یہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

اس لیے اللہ نے ان کی گوشالی کے لیے فرشتے بھیجے۔ انہوں نے جنوں کو سخت سزا دی۔ اور ان کے سردار (ابلیس) کو

پکڑ کر آسمانوں پر لے گئے۔ وہاں اس نے تہذیب سیکھی۔ علم حاصل کیا۔ اور فرشتوں کا سردار بن گیا۔ پھر جب اللہ

نے آدم کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا۔ تو ابلیس نے مخالفت کی اور یہ آسمانوں سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا گیا۔

جنوں کی جو نوع شیطان کہلاتی ہے۔ ابلیس کی اولاد ہے۔ یہ اس وقت تک زندہ رہے گی، جب تک زمین پر

ایک انسان بھی باقی ہے۔ اور پھر ابلیس سمیت سب مرجائیں گے۔ ان شیاطین میں پانچ بہت مشہور ہیں :-

اول۔ تیر :- جو حادثوں کا سامان کرتا ہے۔

دوم۔ اعمور :- جو عیاشی و بد معاشی سکھاتا ہے۔

سوم۔ سوط :- جو جھوٹ بلواتا ہے۔

چہارم۔ داسم :- جو زن و شوہر میں پھوٹ ڈالتا ہے۔

پنجم۔ زلم یور :- جو فحش خانوں کا انتظام کرتا ہے۔ (ڈاس۔ ص ۱۳۵)

کچھ جن زمین پر رہتے ہیں۔ کچھ ہوا میں۔ اور کچھ سمندر پر۔ ان کی کل تعداد اڑھائی کروڑ کے قریب ہے۔ ان میں سے کچھ سانپ کی طرح ریگلتے اور کچھ اڑتے بھی ہیں۔ یہ بلی، کتے، چوہے اور بچھو کی صورت بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ گولے میں بھی ایک ٹنڈو تلخ جن ہوتا ہے۔

اہل مصر کا عام عقیدہ یہ ہے۔ کہ بستیوں میں ہر محلے کی پاسبانی ایک جن کے سپرد ہوتی ہے۔ جو سانپ بن کر وہاں رہتا ہے۔ جنوں کی ایک قسم غول کہلاتی ہے۔ جو تنہا مسافر کو پکڑ کر کھا جاتی ہے۔ (ڈاس۔ ص ۱۳۳-۱۳۸)

۸۶۔ جودی

یہ ارمینیا و عراق کے درمیان ایک پہاڑ ہے۔ جسے یونانی گوردیاری (Gordyori) اور آج کل جغرافیہ نگار ارادات کہتے ہیں۔

یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں: مقدس زمین۔ مسٹر وٹسن اپنی تصنیف ”تاریخ ارمینیا“ (ص ۳۶۱) میں لکھتا ہے کہ اراراتیہ پہاڑ کا نام نہیں۔ بلکہ ارمینیا کے ایک وسطی صوبے کا نام ہے۔ یہ ایک سطح مرتفع ہے۔ جس کے جنوب میں عراق اور شمال میں ارکساس (Araxes) کا میدان ہے۔ (ڈاب۔ ص ۴۹)

سوال یہ ہے۔ کہ نوح کی کشتی کہاں ٹھہری تھی؟

کالڈیہ کا ایک مؤرخ بروکس (Berosus) جو اسکندر یونانی کا ہم عصر تھا، لکھتا ہے۔ (ڈاب۔ ص ۴۹) کہ یہ گرجستان کے پہاڑوں پہ جار کی تھی۔ جو ارارات سے کافی جنوب میں واقع ہیں۔ یورپی محققین کے ہاں ارارات اس پہاڑ کا نام ہے۔ جسے اہل ارمینیا ماسس، ٹرک، انگریزی راغ (اونچا پہاڑ) اور ایرانی کوہ نوح کہتے ہیں۔ یہ ارکساس کے میدان سے شروع ہو کر ان دو چوٹیوں تک چلا جاتا ہے۔ جو بڑی اور چھوٹی ارارات کے نام سے مشہور ہیں۔ ان چوٹیوں میں سات میل کا فاصلہ ہے۔ بڑی چوٹی کی بلندی ۲۶۰۰ فٹ ہے اور چھوٹی کی کوئی ۱۳۰۰۰ فٹ۔ ان پر ہمیشہ برف رہتی ہے۔ یہ پہاڑ آتش فشاں قسم کے ہیں ان کی چوٹیوں پر چڑھنا کارے دارد۔

مسٹر پیرٹ پہلا کوہ پیا ہے۔ جو ۱۸۲۹ء میں شمال مغربی دامن کے ایک گاؤں ارگری (Arguri) سے اس کی چوٹی تک پہنچا تھا۔ یہ گاؤں اسی انگورستان میں تعمیر ہوا تھا۔ جس کی بنا حضرت نوحؑ نے ڈالی تھی۔ ارکساس کے میدان ہی میں وہ مقام واقع ہے۔ جہاں حضرت نوح علیہ السلام دفن ہوئے تھے۔ اور جسے ناچ جیون (Nach Jevan) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ارارات کسی ایک پہاڑ کا نام نہیں۔ بلکہ یہ پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے۔ جو ارمینیا سے گرجستان تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ آج تین ریاستوں یعنی: روس۔ ترکی اور ایران کی سرحد کا کام دے رہا ہے۔ اس کے دامنوں پر گھاس

بافراط پیدا ہوتی ہے۔ جس میں کردوں کے ریوڑ چرتے ہیں، اس کی وادیوں اور میدانوں میں گندم۔ جو اور انگور بکثرت ہوتے ہیں۔ نوح کی کشتی اسی پہاڑ کے جنوبی دامن پہ جا لگی تھی۔

مآخذ:- ۱۔ ذاب۔ ص ۴۹، ۲۔ پیپلز۔ ص ۷۵، ۳۔ قرآن شریف،

ح

۸۷۔ حام

حام کیا ہے؟

اس کے متعلق دو قول ہیں:-

اول۔ مجد الدین فیروز آبادی لکھتا ہے:-

”حام اس نراونٹ کو کہتے ہیں۔ جس سے دس اونٹنیاں حاملہ ہو چکی ہوں۔ عرب ایسے اونٹ کو

آزاد چھوڑ دیتے۔ اس پر نہ سواری کرتے۔ نہ اس کی اون کاٹتے۔ اور نہ اسے کسی کھیتی میں

چرنے سے روکتے تھے۔“ (منشی الارب۔ ج اول ص ۴۵۲)

دوم۔ ابن عباس کے ہاں حام وہ اونٹ ہے۔ جو اپنی پوتی کو حاملہ کر دے۔ ایسے اونٹ کو عرب آزاد کر دیتے تھے۔

قرآن میں ہے:

”جانوروں میں یہ بحیرہ، سائبہ، وکیلہ اور حام خدا کے تجویز کردہ نام نہیں۔ بلکہ یہ کافروں کا

افتر ہے اور ان میں اکثر احمق ہیں۔“ (مائدہ۔ ۱۰۳)

نیز دیکھیے:- ۶۰۔ ”بحیرہ“

مآخذ:- ۱۔ منشی الارب۔ ج ۱، ص ۴۵۲، ۲۔ تفسیر ابن عباس۔ ص ۲۹۱، ۳۔ مائدہ۔ ۱۰۳،

۸۸۔ حجر

دیکھیے:- ۳۰۔ اصحاب الحجر

۸۹۔ حَمَالَةَ الْحَطَبِ

(زوجہ بولہب)

ابولہب کی زوجہ جمیل بنت حرب، امیر معاویہ کی پھوپھی اور ابوسفیان کی بہن تھی۔ یہ جنگل سے خاردار شاخیں اپنی پیٹھ پہ اٹھلاتی اور حضور صلعم کی راہ میں بکھیر دیتی۔
اس پر یہ آیت نازل ہوئی:-

وَأَمْرًا تُهَمُّ حَمَالَةَ الْحَطَبِ (لہب: ۴)

(ابولہب کی ایندھن اٹھانے والی بیوی بھڑکتی آگ میں جلے گی)
حَمَالَةُ الْحَطَبِ کے لفظی معنی ہیں:- ایندھن اٹھانے والا۔ یہ عربی زبان میں شریر۔ غماز اور لگائی کھجائی کرنے والے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

اتفاق یہ۔ کہ زوجہ ابولہب میں دونوں باتیں موجود تھیں۔ وہ جنگل سے خاردار شاخیں بھی اٹھلاتی تھی۔ اور شریر و مفسد بھی تھی۔ ایک دن وہ لکڑیوں کا ایک بہت بڑا گٹھ پیٹھ پر اٹھائے جا رہی تھی۔ کہ رسی (کھجور کی چھال کی) سرک کر گلے میں پڑ گئی۔ اس نے گردن کو آزاد کرانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ اور جنگل ہی میں تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (لہب: ۵)

(اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی ڈالی جائے گی)

یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ (شاس-ص ۱۱)

مآخذ:- ۱۔ قرآن مقدس، ۲۔ جلالین۔ (لہب)، ۳۔ شاس-ص ۱۱

۹۰۔ حُنَيْن

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ لَا يَوْمَ حُنَيْنٍ لَا

(توبہ: ۲۵)

(اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی۔ اور حُنَيْن کے دن بھی)

حُنَيْن مکہ و طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ جہاں ہجرت کے آٹھویں سال جب حضور ﷺ فتح مکہ کے بعد مدینہ کو واپس جا رہے تھے۔ تو دو قبائل یعنی بنو ثقیف و بنو ہوازن نے ایک خاصی تعداد (بروایتے چار اور بروایتے بارہ ہزار) میں حضور ﷺ پہ حملہ کر دیا۔ پہلے تو صحابہ بھاگ نکلے۔ لیکن جلد ہی واپس آ گئے۔ اور پھر اس پامردی و شجاعت سے لڑے۔ کہ قبائل کو مکمل شکست ہو گئی۔ مسلمانوں میں صرف چار شہید ہوئے تھے۔ اور قبائلی مقتولین کی

تعداد ستر تھی۔ اور اسیران جنگ کی چھ ہزار۔ مال غنیمت میں ۲۴ ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی بھی شامل تھی۔ (تفسیر ص ۳۴)

عالمقہ کا ایک سردار حنین بن قانیہ بن مہلائیل مدتوں اس وادی پہ قابض رہا۔ اور یہ اسی کے نام سے مشہور ہو گئی۔

یا قوت لکھتا ہے۔ کہ:

یہ وادی مکہ سے ۱۶/۱۵ میل دور طائف کی طرف ہے۔ (معجم۔ ج ۳)

لیکن ابن الجوزی کہتا ہے:

وَحُنَيْنٌ وَّادٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَكَّةَ ثَلَاثَ لَيَالٍ

(کہ حنین ایک وادی ہے۔ جو مکہ سے تین رات کے فاصلے پر واقع ہے)

اور ساتھ ہی لکھتا ہے کہ حضور صلعم مکہ سے ۶۔ شوال کو نکلے تھے۔ اور ۱۰ شوال کو وادی حنین میں پہنچے تھے۔ (تفسیر ص ۳۴)

آج کل کے نقشوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حنین مکہ سے اندازاً ۱۶/۱۵ میل شمال مشرق میں ہے اور غالباً یہی فاصلہ صحیح ہے۔

ماخذ:- ۱۔ تفسیر ص ۳۴، ۲۔ معجم۔ ج ۳، ۳۔ قرآن حکیم

۹۱۔ حواری

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط

قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ج (عمران: ۵۲)

(جب عیسیٰ نے اپنی قوم کا کفر دیکھا۔ تو کہا۔ کوئی ہے۔ جو اللہ کی طرف بلانے میں میری مدد

کرے؟ حواریوں نے کہا۔ کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار)

حواری کا مادہ کور ہے۔ جس کے متعدد معانی ہیں۔ مثلاً:-

دھونا۔ سفیدی۔ خلوص۔ مدد وغیرہ

حضرت مسیح کے مقرب اصحاب میں سے کئی مائی گیر (مقدس: ۱۶/۱) تھے۔ اور ممکن ہے۔ کہ دھوبی بھی ہوں۔ یہ لوگ ایمان لانے کے بعد سفید کپڑے پہنتے تھے۔ پادری لوگ آج بھی اس سُنّت پہ عمل کر رہے ہیں۔ اور مسیح علیہ السلام کے مددگار تو تھے ہی۔ ان صفات کی بنا پر یہ حواری کہلاتے تھے۔ اور ان کا کام لوگوں کے دل دھونا تھا۔

۱۔ اوقیہ کا وزن سواتین تولے ہوتا ہے۔ بارہ اوقیہ کا ایک رطل یعنی تقریباً نصف سیر۔

حضور صلعم نے بھی صحابہ کو عقبہ ثانیہ کے موقع پر حواری کا خطاب دیا تھا۔ مثلاً: زبیر بن عوام اور مدینہ کے بارہ مومن۔ جن میں سے نو خورج سے تعلق رکھتے تھے۔ اور تین اوس سے۔ خاص حواریان مسیح کی تعداد بارہ تھی۔ یعنی:-

”شمعون جو پطرس کہلاتا ہے۔ اور اس کا بھائی اینڈریو، زبیدی کا بیٹا جیمز اور اس کا بھائی یوحنا، فلپ، برٹلمو، تھامس، متی محصول لینے والا، حلفی کا بیٹا جیمز، تیدی، سائمن قنانی اور یہوداہ اسکرؤٹی۔“ (متی۔ ۱۰/۵-۵)

مختصر ان کے کوائف یہ ہیں:-

- ۱۔ پطرس کا پہلا نام شمعون تھا۔ یسوع کا بیٹا۔ صوبہ گلیلی کی ایک بستی بیت سیدا (Bethsaida) کا رہنے والا۔ پیشہ مانی گیری۔ جو بعد میں حضرت مسیح کا خلیفہ اول بنا۔
- ۲۔ اینڈریو پطرس کا بھائی تھا۔ یہ حضرت یحییٰ کا بھی پیرو رہا۔ حضرت مسیح پر ایمان لانے والوں میں سے یہ چوتھا تھا۔
- ۳۔ زبیدی کا بیٹا جیمز (مرقس۔ ۱/۹، لوقا ۵/۱۰) پطرس کا ساتھی تھا۔ پیشہ مانی گیری۔ اسے ۴۴ء میں ہیرودہ اگریپا اول نے قتل کر دیا تھا۔
- ۴۔ حلفی کا بیٹا جیمز، جو اوپر والے جیمز سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے جیمز کمتر (The Less) کہلاتا تھا۔ یہ حضرت مریم کی ہمشیرہ کا بیٹا تھا۔ باپ کا نام کلوفس (دیکھیے: متی ۱۰/۳، مرقس ۳/۱۸، لوقا ۶/۱۵)۔
- ۵۔ یوحنا۔ یہ بھی زبیدی کا بیٹا تھا۔ اور گلیلی میں مچھلیاں پکڑا کرتا تھا۔
- ۶۔ فلپ، پطرس کا ہم وطن تھا۔ (متی ۱۰/۳، مرقس ۳/۱۸)
- ۷۔ متی بحیرہ گلیلی کے مغربی ساحل کی ایک بستی ’کا پر نام‘ کا رہنے والا، جو حکومت روم کی طرف سے محصولات جمع کیا کرتا تھا۔ پہلی انجیل اسی نے مرتب کی تھی۔
- ۸۔ برتھلیمو۔ گلیلی کی ایک بستی قنا کا رہنے والا۔ جو تبلیغ کے لیے ہندوستان بھی گیا تھا۔
- ۹۔ تھامس، اناطولیہ کا باشندہ، جو ایران میں تبلیغ کرتا رہا۔ اس کی قبر یونان کے ایک شہر اڈسہ میں ہے۔
- ۱۰۔ تیدی۔ اس کے حالات معلوم نہیں۔

عقبہ کے معنی ہیں گھائی، وادی، نشیب، یہاں مراؤنٹی کے قریب ایک نشیب ہے جہاں ۶۲۱ء (ہجرت سے ایک سال پہلے) میں مدینہ کے میں (اور بروایت بارہ) آدمیوں (دس خزر جی اور دس نوسی) نے حضور ﷺ کے دست مبارک پہ بیعت کی تھی۔ یہ عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس موقع پر حضور صلعم نے بارہ افراد کو حواری کا خطاب دیا تھا اور مدینہ میں اسلامی سوسائٹی کے اُمور اُن کے سپرد کر دیے تھے۔ (ذاس: ص ۱۶)

- ۱۱۔ سائنس زیات۔ (لوقا ۱۵/۱۳، اعمال ۱۳/۱)
 ۱۲۔ یہوداہ، جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کر لیا تھا۔ (یوحنا ۱۲/۳، ۱۳/۶، ۱۴/۶)
 مآخذ: ۱۔ بائبل۔ متی ۱۰/۵، مرقس ۱/۹، ۱۶/۱۸، ۳/۵، لوقا ۱۰/۵، یوحنا ۱۲/۶، ۱۳/۶، ۱۴/۶
 ۲۔ ڈاس۔ ص ۱۶، ۳۔ پیپلز۔ ”اپاسلز“، ۴۔ ڈاب۔ ایضاً، ۵۔ قرآن حکیم

۹۲۔ حُور

یہ حوراء کی جمع ہے۔ لغوی معنی: سفید۔ مراد حسینان بہشت۔ فارسی میں اسے حوری بھی کہتے ہیں۔ قرآن نے ان کا کئی بار ذکر کیا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا:-

فِيهِنَّ قَصِيْرَتُ الطَّرْفِ لَا لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا
 جَانٌّ فَبَايَ الْاَلَاءِ رَبِّكَ مَا تَكْذِبْنَ ۚ كَانَهُنَّ الْيَاقُوْتُ
 وَالْمَرْجَانُ ۚ (رحمن: ۵۶-۵۸)

حُورٌ مَّقْصُوْرَتٌ فِي الْخِيَامِ ۚ فَبَايَ الْاَلَاءِ رَبِّكَ مَا تَكْذِبْنَ ۚ
 (رحمن: ۴۲-۴۳)

(جنت میں نیچی نگاہ والی ایسی حوریں ہیں۔ جنہیں نہ تو کسی انسان نے چھوا، نہ جن نے۔ تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں۔ حسین صورت و سیرت کی مالک ہیں۔ اور خیموں میں محفوظ ہیں۔ تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے)

روایات میں ہے۔ کہ حوریں زعفران، عنبر، مشک اور کافور سے پیدا کی گئیں۔ یہ چار رنگ کی ہیں۔ سرخ۔ سفید۔ بنر اور زرد۔ ان کی چھاتیوں پر دو نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان کے شوہر کا اور اللہ کا۔ ان کی عمر ۳۳ برس ہے اور ہمیشہ یہی رہے گی۔

مآخذ: ۱۔ قرآن مغدس، ۲۔ شاس۔ ص ۱۴۰، ۳۔ لقر۔ ص ۲۹۶

خ

۹۳۔ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

الْمَنْتَرِ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اَلْوَفَّ حَذَرَ
 الْمَوْتِ ۚ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوتُوْا ۚ قَفْ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ

لَذُوا فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بقرہ: ۲۳۳)

(کیا تم نے ان ہزاروں افراد کے حال پر نظر نہیں ڈالی۔ جو موت کے ڈر سے گھروں کو چھوڑ گئے تھے۔ لیکن اللہ نے انہیں مارنے کے بعد پھر زندہ کر دیا۔ کیوں کہ اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے)

یا قوت حموی لکھتا ہے۔ کہ:

ایک دفعہ واسطہ و بصرہ کے درمیانی علاقے سے جو بطیمہ کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں یا کسی اور وجہ سے لوگ بھاگ نکلتے۔ اللہ نے سب کو مار ڈالا۔ پھر ان پر بارش برسی اور وہ سب جی اٹھے۔ جب یہ کہانی خلیفہ مامون الرشید کے سامنے بیان ہوئی۔ تو اس نے کہا۔ کہ غالباً۔ خَسِرْ جُؤا مِنْ دِيَارِهِمْ سے مراد یہی لوگ تھے۔

مآخذ:- معجم البلدان۔ ج ۲، ”بطیمہ“

۹۴۔ خلیل

لفظی معنی:- خاص دوست۔ مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

جن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ (نساء: ۱۲۵)

(کہ اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا ہے)

علامہ خازن بغدادی فرماتے ہیں۔ کہ دوستی سے مراد عبادت، حمد و ثنا اور گناہوں سے اجتناب کا ذوق و شوق ہے۔ (فتح الباری۔ بحوالہ لغات القرآن۔ ج ۱، ص ۳۳۳)

و

۹۵۔ دَابَّةُ الْأَرْضِ

قرآن میں ہے:-

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ
تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ (نمل: ۸۲)

(جب ان پر عذاب الہی آنے لگے گا۔ تو ہم زمین میں سے ایک ایسا چوپایہ نکالیں گے۔ جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔ یہ اس لیے لکھ لوگوں کو ہماری آیات کا یقین نہیں رہا) اس موضوع پر متعدد احادیث ملتی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ کہ:-

قیامت سے عین پہلے ایک عجیب الہیت جانور حرم مکہ یا کوہ صفا سے نکلے گا۔ جس کا سر نیل کا، آنکھیں سور کی، کان ہاتھی کے، سینک بارہ سنکھے کے، گردن شتر مرغ کی، رنگ شیر کا، دم مینڈھے کی، لاتیں اونٹ کی اور آواز گدھے کی ہوگی۔ یہ دنیا میں صرف تین مقامات پہ نمودار ہوگا۔ اس کے پاس موسیٰ کا عصا، اور سلیمان کی خاتم ہوگی۔ اس کا قد ساٹھ ہاتھ (فٹ) ہوگا۔ اس کی رفتار بے حد تیز ہوگی۔ وہ اپنی لائچی سے اہل ایمان کو نکلے گا۔ ”مومن“ اور کفار کی جبین پہ ”کافر“ لکھتا جائے گا۔ وہ اعلان کرے گا۔ کہ:-

اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب باطل ہیں۔ (ڈاس ص ۵۳۹)

۹۶۔ داؤد

جسی کا سب سے چھوٹا بیٹا۔ جس کا شجرہ نسب یہ ہے:-

داؤد بن جسی	بن عوید	بن عویر	بن سلما	بن فحشون
بن امی نداد	بن رم	بن خضر و ن	بن فارض	بن عمر
بن یحیٰ داہ	بن یعقوب	بن اسحاق	بن ابراہیم	

یہ آٹھ بہن۔ بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام معلوم نہیں۔ آپ کی ولادت بیت لحم (یوروشلم کے پاس جنوب میں ایک گاؤں) میں ہوئی تھی۔ یہ وہی گاؤں ہے۔ جہاں بعد میں مسیح پیدا ہوئے۔

جوان ہوئے تو ڈاڑھی رکھ لی۔ قد چھوٹا، آنکھیں روشن، بال بھورے، صورت دلکش، پھر تیلے اور صاحب

قوت و ہیبت۔ (۱۔ تاریخ، باب ۱۶۔ ۱۷)

ان دنوں بیت لحم میں ہر سال پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو جشن قربان (حج کی طرح) منعقد ہوا کرتا تھا۔ جس میں جسی مہمان خصوصی ہوتے تھے۔ ایک سال اس جشن میں حضرت یسوعیل علیہ السلام بھی جا پہنچے۔ آپ کے ہاتھ میں تیل سے بھرا ہوا ایک سینک تھا۔ اور آگے آگے ایک چھڑی۔ چھڑی ذبح کر دی۔ اور تیل آتش قربان پہ ڈال دیا۔ اسی جشن میں آپ نے حضرت داؤد سے بھی ملاقات کی۔ حضرت داؤد کی طاقت کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر کوئی شیر یا بچھ ان کی کوئی بھیڑ اٹھالے جاتا۔ تو یہ بھاگ کر اسے گرا لیتے اور بھیڑ کو چھڑا لیتے۔ (۱۔ سموئیل ۱۷/۳۳-۳۵)

ایک مرتبہ طالوت پر جنون کا حملہ ہو گیا۔ آپ کے درباری حضرت داؤد کو لے آئے۔ اور آپ نے ساز پر کوئی

ایسی چیز پیش کی۔ کہ طالوت کو صحت ہو گئی۔ آپ کی خوش الحانی ضرب المثل تھی۔ (اسموبیل۔ ۱۶/۱۳۔ ۳۰)

ہم جالوت (شمار۔ ۸۰) کے ضمن میں لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ فلسطینی دیو حضرت داؤد کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا۔ اس کا رتا مے کے بعد طالوت نے انہیں نہ صرف اپنا مشیر و مقرب بلکہ داماد بھی بنالیا۔ اور ملک بھر میں آپ کی شجاعت و جوانمردی کے گیت گائے جانے لگے۔ اس سے طالوت جلنے لگا اور مخالفت پہ اتر آیا۔

ایک رات حضرت داؤد علیہ السلام چپکے سے کہیں نکل گئے، اور یہ بیوی کو گھر ہی پہ چھوڑ گئے۔ جب برسوں تک آپ کی کوئی خبر نہ ملی۔ تو طالوت نے آپ کی بیوی کا نکاح کہیں اور کر دیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام قبیلہ بن یامین کی ایک بستی رامہ میں حضرت سموئیل کے پاس چلے گئے تھے۔ اور پھر وہاں سے کہیں اور نکل گئے۔ طالوت نے انہیں ہر طرف تلاش کیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس پر برسوں گزر گئے۔ بالآخر طالوت ایک جنگ میں ہلاک ہو گیا۔ اور حمرون والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ یہ حمرون اور نواح حمرون پر ساڑھے سات برس تک حکومت کرتے رہے۔ (۲۔ سموئیل۔ ۵/۴) پھر یہ رفتہ رفتہ سارے اسرائیل کے بادشاہ بن گئے۔ اور ۳۳ برس مزید سلطنت کی۔

طالوت سے پہلے اسرائیلیوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا تھا۔ ان کے امور کی نگرانی ان کے کاہن، اور قاضی کیا کرتے تھے، جن میں سے ایک سموئیل تھا۔ طالوت پہلا بادشاہ تھا۔ حضرت داؤد دوسرا اور حضرت سلیمان تیسرا۔ سلیمان علیہ السلام کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی:-

- ۱۔ جنوبی فلسطین یہوداہ کے حصے میں آیا۔
 - ۲۔ اور باقی پر دیگر دس قبائل کی حکومت قائم ہو گئی۔
- آپ نے ستر برس کی عمر پائی۔ آپ کی قبر یروشلم کے جنوب میں ایک پہاڑی پر ہے۔
- آپ کی حکومت ۱۰۵۵ اتم میں شروع ہوئی تھی۔ پہلے ساڑھے سات برس نواح حمرون تک محدود رہی۔ پھر سارا کنعان ان کی قلمرو میں شامل ہو گیا۔ آپ پورے چالیس برس تک بادشاہ رہے۔ اور ۱۰۱۵ اتم میں وفات پائی۔ (کشمینین۔ ص ۱۸۲)

زبور

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی الہامی کتاب ہے۔ جس میں ۱۵۰ گیت ہیں۔ انہیں محققین نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے:-

- اول۔ ۱ سے ۴۱ تک وہ گیت ہیں۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام پہ نازل ہوئے تھے۔
- دوم۔ ۴۲ سے ۷۲ تک۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں مدون ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ گیت

حضرت داؤد کے تھے۔ اور کچھ قازون کے بیٹوں نے (جو موسیقار بھی تھے) لکھے تھے۔

سوم۔ ۷۳ سے ۸۹ تک۔ بنو لاوی کے ایک مذہبی رہنما آصف نے لکھے تھے۔ اسے حضرت داؤد علیہ السلام نے مذہبی امور و عبادات کا امام مقرر کیا تھا۔

چہارم۔ ۹۰ سے ۱۰۶ تک یہوداہ کے سترھویں بادشاہ حزقیاہ (۴۳۴ ق م) کے زمانے میں مدون ہوئے تھے۔

پنجم۔ ۱۰۷ سے ۱۵۰ تک۔ جنہیں نحیمیاہ (۴۴۵ ق م زندہ) نے ترتیب دیا تھا۔ (ذاب۔ ص ۵۵۵)

تدوین زبور

صدیوں تک یہ گیت یا تو حافظے سے گائے جاتے رہے۔ اور یا کسی نامکمل کتاب سے مدد لی جاتی تھی۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں علماء کی ایک مجلس نے ان گیتوں کو ڈھونڈنے اور جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت داؤد کے گیتوں کے علاوہ بھی کوئی ایک سو گیت ان کے ہاتھ لگے۔ ان تمام کو انہوں نے ایک جلد میں جمع کیا۔ اور اس کا نام زبور تجویز کیا۔ چند گیت ملاحظہ ہوں:-

گیت نمبر ۱

مبارک ہے وہ آدمی جو شریروں کی صلاح پہ نہیں چلتا، اور خطا کاروں کی راہ میں کھڑا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی خوشنودی خداوند کی شریعت میں ہے۔ اور اس کا دھیان اسی کی شریعت پہ رہتا ہے۔

وہ اس درخت کی مانند ہے۔ جو ندی کے پاس لگایا گیا ہو جو اپنے وقت پہ پھلتا ہے۔ اور اس کا کوئی پتا نہیں مڑھاتا۔ وہ یقیناً بارور ہوگا۔ لیکن شریر ایسے نہیں۔ یہ لوگ بھوسے کی طرح ہیں، جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے..... خداوند صادقوں کی راہ جانتا ہے۔ اور شریروں کی راہ ناپود ہو جائے گی۔

گیت نمبر ۸

اے خداوند! تیرا نام کتنا عظیم ہے۔ تیرا جلال آسمانوں پر قائم ہے..... جب میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ چاند اور ستارے تیری تخلیق ہیں۔ تو ساتھ ہی سوچتا ہوں۔ کہ تیرے سامنے انسان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ تو اسے کیوں یاد رکھے اور کیوں اس کی خبر لے.....

گیت نمبر ۱۱

خداوند کا تخت آسمان پر ہے۔ اس کی آنکھیں بنی آدم کو دیکھتی اور جانچتی ہیں۔ خداوند صادق کو پرکھتا ہے۔ پرشریر اور ظالم سے اسے نفرت ہے۔ وہ شریروں پر جال، گندھک اور لوہے کے برسائے گا۔ خداوند صادق ہے..... اور صادق ہی اس کا دیدار حاصل کریں گے.....

گیت نمبر ۲۳

خداوند میرا گذریا ہے۔ وہ مجھے ہری ہری چراگا ہوں میں راحت کے چشموں کے پاس لے جاتا ہے..... میں ہمیشہ خداوند کے گھر میں سکونت رکھوں گا.....

گیت نمبر ۲۴

خدا نے اس زمین اور اس جہان کی بنیاد سمندروں پر رکھی اور سیلابوں پہ اسے قائم کیا۔ خداوند کے پہاڑ پر کون چڑھے گا۔ اور اس کے مقدس مقام پہ کون کھڑا ہوگا؟ وہی جس کے ہاتھ صاف ہیں اور دل پاک۔ جس نے باطل پہ دل نہیں لگایا۔ اور جھوٹی قسم نہیں کھائی۔ وہ خداوند کی طرف سے برکت پائے گا.....

گیت نمبر ۲۹

اے فرشتو! خداوند کی حمد و ثنا کرو۔ اس کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔ خداوند کی آواز بادلوں پر ہے۔ اس کی آواز میں قدرت ہے۔ جلال ہے۔ خدائے ذوالجلال گرجتا ہے۔ اس کی آواز لبنان کے بلند دیو داروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے..... اس کی آواز بیابانوں کو ہلا دیتی ہے۔ وہ آگ کے شعلوں کو چیر کر نکل جاتی ہے..... طوفانوں کی باگ ڈور خداوند کے ہاتھ میں ہے.....

قرآن مقدس کی رو سے حضرت داؤدؑ کو پگھلانے (النالہ الحدید)، زہرہ بنانے (صنعة لبوس) اور دوسروں کو بات سمجھانے (فصل الخطاب) کا فن بھی جانتے تھے۔ ان کے سامنے ہو رو جبال تک مسخر تھے۔ جب وہ میثقی آواز میں حمد الہی کے گیت گاتے تھے تو ارد گرد کے تمام پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم نوا بن جاتے تھے۔

مآخذ: ۱۔ پیپلز "ڈیوڈنیز سائز"، ۲۔ ڈاب، ۳۔ پاؤ، ۴۔ شاس۔

۵۔ قصص۔ ص ۵۵، ۶۔ اعلام۔ ص ۱۰۲، ۷۔ بائبل، ۸۔ زبور،

۹۔ قرآن مقدس

۹۷۔ ذوالقرنین

لفظی معنی: دو سینگوں، دو شاخوں، دو زلفوں، دو قوموں یا دو ملکوں والا۔ (منشی الارب)

یہ شاہان ذیل کا لقب تھا:-

۱۔ صعب بن حارث الزائش کا، جو یمن کا ایک شیعہ تھا۔ اس نے حضرت موت کو بھی زیرِ تکلیس کر لیا تھا۔ اور شاید

اسی وجہ سے ذوالقرنین (دو قوموں یا شاخوں والا) کہلاتا تھا۔

اس کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے:-

وَالصَّعْبُ ذُو الْقَرْنَيْنِ عَمَّرَ مُلْكُهُ الْفَيْنِ أُمْسَى بَعْدَ ذَاكَ

رَمِيمًا.

(صعب ذوالقرنین نے اپنے ملک کو دو ہزار سال تک آباد رکھا۔ اور پھر وہ تباہ ہو گیا)

(کتاب الہدیٰ - ص ۳۷۰)

۲۔ المنذر الاکبر بن ماء السماء کا۔ یہ حیرہ (عراق کی ایک ریاست) کا ایک طاقتور بادشاہ تھا۔ ثمان بن منذر

کا دادا۔ اس کے ماتھے کی دونوں جانب گندمی ہوئی میڈجیاں لگی رہتی تھیں یا انہیں سنگ کی طرح سر کی

دونوں طرف جمادیتا تھا۔

ابن زرید (بصرے کا فاضل ادیب م۔ ۹۳۳ء) کا خیال یہ ہے۔ کہ امراء القیس نے اپنے ایک قصیدے

(اہلؤزد) ”چھ دیوان“ ص ۱۵۸ میں جس ذوالقرنین کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہی تھا۔ (شاس - ص ۷۶)

۳۔ یمن کے ایک اور تبع، الا قرن، کو بھی عرب ذوالقرنین کہتے تھے۔ (ایضاً)

۴۔ بعض حلقوں میں حضرت علی بن ابی طالب کو بھی ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔ (ایضاً)

۵۔ اسکندر یونانی کو ذوالقرنین کہنے والے تو درجنوں ہیں۔ جن میں کچھ مغتر اور مؤرخ بھی شامل ہیں۔

۶۔ ایران کے دو بادشاہ فریدوں اور کیقباد بھی ذوالقرنین کہلاتے تھے۔ (قصص - ج ۳، ص ۱۳۰)

سوال یہ ہے۔ کہ جس ذوالقرنین کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ وہ کون تھا؟ اس کا جواب پیش کرنے سے پہلے

ذوالقرنین کی وہ کہانی سنئے۔ جو قرآن نے دی ہے:-

وَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ط

”اے رسول! تم سے یہ لوگ ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو۔ کہ میں تمہیں اس کا ذکر سناتا ہوں۔ ہم نے اسے زمین پہ اقتدار، نیز ہر چیز کے اسباب و وسائل عطا کیے تھے۔

ایک مرتبہ اس نے ایک سفر کا سامان کیا۔ جب وہ مغرب میں ایک ایسے مقام پہ پہنچا۔ جہاں سورج ایک کچھڑ والی جھیل میں ڈوب رہا تھا۔ تو وہاں اسے ایک قوم ملی۔ ہم نے اسے کہا۔ کہ تو چاہے تو انہیں ان کے کرتوتوں کی سزا دے۔ یا ان پر رحم کھا۔ کہنے لگا۔ ظالموں کو ہم یہاں بھی سزا دیں گے۔ اور وہ آگے چل کر اللہ کے ہاں بھی سزا پائیں گے۔ لیکن ان میں سے جو لوگ ایمان لانے کے بعد اچھے کام کریں گے۔ تو انہیں اچھا بدلہ ملے گا۔ اور ہم ان کے لیے آسانیاں فراہم کریں گے۔

اس کے بعد اس نے ایک اور سفر کا سامان کیا۔ اور مشرق میں طلوع آفتاب کے مقام پر (یعنی وہ مقام جہاں سے سورج نکلتا نظر آتا تھا) جا پہنچا۔ وہاں ایک ایسی قوم دیکھی۔ جس کے سامنے سورج سے بچنے کے لیے کوئی آڑ (پہاڑ وغیرہ) نہیں تھی۔ بات ایسی ہی تھی۔ ہم ذوالقرنین کے مادی وسائل اور دینی صلاحیتوں سے باخبر تھے۔

پھر اس نے تیسرے سفر کا سامان کیا۔ اور چلتے چلتے ایک ایسے دژے میں جا پہنچا۔ جہاں کے رہنے والے اس کی کوئی بات نہیں سمجھتے تھے۔ وہ کہنے لگے۔ کہ اے ذوالقرنین! اس دژے سے آگے یا جوج اور ماجوج آباد ہیں۔ جن کے فتنہ و شر سے ہم تنگ ہیں۔ اگر تو ایک دیوار کھڑی کر کے ان کی آمد و رفت کو روک دے۔ تو مصارف ہم ادا کریں گے۔ کہنے لگا۔ کہ مصارف کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ تم صرف دست و پا سے میری مدد کرو۔ تاکہ میں یہ آڑ بنا سکوں۔ لاؤ لوہے کی چادریں۔ جب وہ دژہ اوپر تک بھر گیا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اب آگ جلا کر اسے دھونکو۔ جب لوہا سرخ ہو گیا۔ تو فرمایا۔ کہ لاؤ پگھلا ہوا تانبہ کہ اس پر انڈیل دیں۔ اس کے بعد نہ تو یا جوج و ماجوج اس پر چڑھ سکے۔ اور نہ شگاف ڈال سکے۔“ (کہف-۸۳-۹۷)

ان آیات سے واضح ہے۔ کہ:-

- ا۔ ذوالقرنین ایک بادشاہ تھا۔ جسے بیشتر مادی وسائل، اور دولت و ثروت حاصل تھی۔
- ب۔ وہ اس حد تک فیاض تھا۔ کہ جب ایک قوم نے دیوار اٹھانے کے مصارف پیش کیے۔ تو اس نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا۔ کہ اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

ج۔ اس نے تین سفر کیے تھے:-

☆ ایک مغرب

☆ دوسرا مشرق اور

☆ تیسرا ایک پہاڑی دڑے کی طرف۔

د۔ کہ وہ ایمان و عمل صالح کی افادیت اور گناہ کی مضرت کا قائل تھا۔

اور حیات اخروی پہ یقین رکھتا تھا۔

و۔ وہ ایک عادل حکمران تھا۔

یہ تمام اوصاف نہ تو کسی نبیؐ میں موجود تھے۔ نہ حیرہ کے سلاطین میں اور نہ اسکندر و قیباد میں۔ یہ صرف ایک شخصیت میں ملتے ہیں۔ جسے دانیال نبیؑ نے دو سنگوں والا مینڈھا کہا ہے۔ اور مورخ اسے سائرس کہتا ہے۔ دانیال کا خواب سنئے:-

”تب میں نے آنکھ اٹھا کر نظر ڈالی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے۔

جس کے دو سنگ ہیں..... دونوں سنگ اونچے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک، دوسرے سے

بڑا تھا۔ وہ مغرب۔ شمال اور جنوب کی طرف سنگ مار رہا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اس

کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا۔ اور نہ اس سے جان بچا سکا۔ یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا۔

میں اس کے متعلق سوچ ہی رہا تھا۔ کہ مغرب کی طرف سے ایک بکرا آ گیا۔ جو زمین میں ہر

طرف گھوم رہا تھا۔ اس کی دو آنکھوں کے درمیان ایک عجیب سنگ تھا۔ یہ دو سنگوں والے

مینڈھے پر زور سے حملہ آور ہوا۔ اس کے دونوں سنگ توڑ ڈالے اور اسے زمین پر پٹخ دیا

.....“ (دانیال۔ ۲/۸)

اسی کتاب میں اس خواب کی تعبیر یوں دی ہوئی ہے۔ کہ:-

مینڈھے سے مراد میڈیا یا فارس کا بادشاہ ہے۔ دو سنگوں سے مراد یہی دو ملک ہیں اور

ایک سنگ والے بکرے سے مراد شاہ یونان (اسکندر) ہے۔ جس نے ۳۳۰ میں ایران کو

سخت شکست دی تھی۔ (دانیال۔ ۲۰/۸)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب اصحاب کہف کے ص ۳۴ پر سائرس کے ایک مجسمہ کی تصویر دی ہے۔ جو

۱۸۳۸ء میں مصر کے کھنڈرات سے برآمد ہوا تھا۔ اس میں سائرس کے سر پر دو سنگ ہیں اور جسم کے ساتھ عقاب

کے پَر۔ جو شجاعت، فاتحانہ مہمات اور ملکوٹی صفات کی علامت ہیں۔

مینڈیا کے متعلق بھی شمار ۴۲ کے تحت دیکھیے۔ یہاں فارس سے مراد باقی ایران ہے۔

”میں خورس (سائرس) کے متعلق کہتا ہوں۔ کہ وہ میرا چہ و چاہا ہے۔ اور میری مرضی پوری کرے گا۔“ (یسعیاہ۔ ۴۴/۲۸)

ذرا آگے ارشاد ہوتا ہے:-

”خداوند اپنے مسموح خورس (سائرس) کے حق میں فرماتا ہے۔ کہ میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑوں گا۔ امتوں کو اس کے سامنے زیر کروں گا۔ بادشاہوں کی کرسیں گھلوادوں گا۔ اور اس کے سامنے دروازے کھول دوں گا۔“ (یسعیاہ۔ ۴۵/۱)

ان حوالوں سے ظاہر ہے۔ کہ سائرس اللہ کا ایک نیک اور مقرب بندہ تھا۔ اور دانیال، نیز قرآن کا ذوالقرنین غالباً یہی ہے۔

سائرس کے مختصر حالات

میڈیا کے آخری بادشاہ استیاگس نے خواب میں دیکھا۔ کہ اس کی دختر منڈین (Mandane) کے جسم سے ایک آبشار پھوٹ نکلا ہے۔ جس کا پانی سیلاب کی صورت میں ایشیا، نیز اس کے دارالخلافت تک پھیل گیا ہے۔ وہ ڈر گیا۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح کسی عام آدمی سے کرے گا۔ اور شاہی خاندان کے کسی فرد کو نہیں دے گا۔ چنانچہ اس نے اسے ایک ایرانی ملازم کیمبازس کے نکاح میں دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے پھر خواب میں دیکھا۔ کہ اس کی بیٹی کے جسم سے انگور کی ایک بیل نکل کر سارے ایشیا میں پھیل گئی ہے۔ اس سے اس کے خوف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر بلا لیا۔ اور جب اس کا بچہ پیدا ہوا۔ تو اسے ایک درباری کے حوالے کر دیا۔ کہ اسے زندہ دفن کر دے۔ اس نے ایک گڈریے کو دے دیا۔ کہ اسے جنگل میں درندوں کے آگے پھینک دے۔ اس گڈریے کے ہاں بھی انہی دنوں ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ گڈریے نے اپنا بچہ مار کر اس کی لاش بادشاہ کو بھجوا دی۔ اور شاہی بچہ اپنے ہاں رکھ لیا۔ جب یہ جوان ہوا۔ تو اس کی شجاعت، شرافت، قابلیت اور جسمانی قوت نے اسے ایرانیوں کا لیڈر بنا دیا۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب رعایا استیاگس کے ظلم سے کراہ رہی تھی۔ چنانچہ سائرس نے ایک مضبوط فوج ترتیب دے کر ۵۵۹ ق م میں میڈیا پہ حملہ کر دیا۔ اسے شکست دی اور اس کے بادشاہ کو پکڑ لیا۔ تیرہ برس بعد جنوب مغربی ایشیائے صغیر کی ایک ریاست لبدیا کو فتح کر لیا۔ یہ ریاست آبہائے یونان کے سامنے سمرنا کے جنوب میں واقع تھی۔ ۵۳۸ ق م میں بابل اور نینوی کو دبوچ لیا اور بالآخر ۵۲۹ ق م کی ایک مقامی جنگ میں مارا گیا۔

۱۔ ایران کا شمال مغربی علاقہ جو بخیرہ و خزر کے جنوب مغرب اور عراق کے مشرق میں واقع تھا۔ اس کی لمبائی زیادہ سے زیادہ ساڑھے پانچ سو اور چوڑائی اڑھائی سو میل تھی اس میں اذربائیجان، کردستان اور بیشتر کورستان شامل تھا۔ اس کا پائے تخت ہمدان تھا۔ ساتویں صدی ق م میں میڈیا نے نینوی کو فتح کر لیا اور اس کی حدود و خزر سے فرات تک وسیع ہو گئیں۔ ۵۵۹ ق م میں اس سلطنت کو سائرس نے مٹا دیا۔ (ذاب: ص ۳۹۳)

سائرس کے زریں کارناموں میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو اور بابل کی ستر سالہ قید سے یہودی آزادی بھی ہے۔
(ڈاب۔ ص ۱۲۷)

”خداوند یوں فرماتا ہے۔ کہ جب بابل میں ستر سال گزر چکیں گے۔ تو میں تم کو کو یاد فرماؤں گا۔۔۔۔۔ اور اس جگہ تم کو واپس لاؤں گا۔ کہ جہاں سے تم کو اسیر کر کے بھیجا تھا۔“
(یرمیاہ۔ ۳۹/۱۰-۱۵)

سائرس کی تین مہمات

قرآن میں ذوالقرنین کی تین مہمات کا ذکر ہے:-
اول۔ مغرب یعنی لیڈیا کی طرف۔ جہاں اس نے سورج کو کئے پھٹے ساحل کی ایک۔ گل آلود کھاڑی میں ڈوبتے دیکھا تھا۔

دوم۔ مشرق کی طرف۔ جس کی تفصیل میں یونان کے دو تاریخ نگاروں ٹی۔ سیاز (Ctesias - ۳۹۸ ق م) اور ہیرودوٹس (پانچویں صدی ق م) نے لکھا ہے۔ کہ سائرس بلخ اور مکران کے بعض قبائل کی بغاوت کو کچلنے کے لیے اس طرف گیا تھا۔

سوم۔ اس پہاڑی درے کی طرف۔ جسے اس نے لوہے کی چادروں سے بند کیا تھا۔
مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے (اصحاب کہف۔ ص ۶۳) یہ ہے کہ یہ درہ کوہ قاف میں بحیرہ خزر اور اسود کے درمیان واقع تھا۔ ۶۰۰ ق م میں تھین قبائل نے اسی درے سے گزر کر مغربی ایشیا پہ حملہ کیا تھا۔ یہیں سائرس یا بعد کے کسی بادشاہ نے ایک دیوار بنائی تھی۔ جو سمندر کے اندر سے شروع ہو کر تیس میل مغرب میں چلی گئی تھی۔ اس میں ساحل کے قریب ایک بڑا دروازہ تھا۔ جس سے گزر کر آگے در بند کی بستی آتی تھی۔ اس دروازے کو ایرانی در بند اور عرب باب الابواب کہتے تھے۔ ذرا آگے مغرب کی طرف درہ دار یال تھا۔ جسے سائرس نے لوہے کی چادروں سے پُر کیا تھا۔ اور بعد میں ساسانی بادشاہوں نے وہاں مزید استحکامات کیے تھے۔

کولمبیا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر اے۔ وی جیکسن نے اس علاقے کا معائنہ کرنے کے بعد ایک کتاب ”استنبول سے ارض عمر خیام تک“ کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس میں اس درے کے استحکامات کا بھی ذکر کیا ہے۔

در بند کے رہنے والے ایک ترک مصنف کاظم بیگ نے، جو برسوں سینٹ پیٹرز برگ یونیورسٹی میں ترکی و فارسی کا پروفیسر رہا۔ در بند کی تاریخ پر ”در بند نامہ“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس کا ارضی نام پھاک کورائی (اصحاب کہف۔ ص ۱۳۸) دیا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کورئی، کورش (خوَرَس) کا اسم نسبت ہو۔

۱۔ بحوالہ اصحاب کہف۔ ص ۶۳

۲۔ ایک در بند بحیرہ خزر کے مشرق میں بھی تھا۔

یا قوت حموی نے ایک اور دیوار کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو بحیرہ خزر کے مشرقی ساحل پر تعمیر ہوئی تھی۔ جس کا مقصد ترک قبائل کے حملوں سے خراسان کی حفاظت تھی۔ اور جو غالباً نوشیروان نے بنوائی تھی۔ (معجم۔ ج ۶، زیر عنوان ”طیمیس“) کراچی کے ابراہیم احمد پانی نے ۱۹۶۷ء میں ”یا جوج۔ ما جوج“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں اس نے ایک تیسری دیوار کا ذکر کیا ہے۔ جو بخارا سے ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں۔ ترکستان و ہند کی شاہراہ پہ واقع تھی۔ اس کا دروازہ عربوں کے ہاں باب الحدید اور ایرانیوں کے ہاں درہ ہنی کہلاتا تھا۔

مقدسی لکھتا ہے۔ کہ ایک دفعہ واثق عباسی (۸۴۲-۸۴۶ء) نے ایک مشن باب الحدید کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ (یا جوج۔ ما جوج۔ ص ۲۷) انہوں نے واپس جا کر بتایا۔ کہ یہ دروازہ ایک ڈیڑھ سو گز چوڑے درے میں تھا۔ دروازے کی دونوں جانب اینٹوں کی مہانچیں تھیں۔ جن میں گچ یا چونے کی جگہ پگھلا ہوا سکہ بھرا ہوا تھا۔ ان کے سہارے دو بڑے بڑے فولادی دروازے کھلتے اور بند ہوتے تھے۔

مصنف قصص (جلد ۳، ص ۲۱۸) کا خیال یہ ہے کہ خلیفہ واثق کا یہ مشن درہ داریال کی طرف گیا تھا۔

تصریحات بالا کا خلاصہ یہ۔ کہ عہد قدیم میں وحشی قبائل کو روکنے کے لیے کئی دیواریں بنی تھیں۔

اول۔ دیوار چین:- جو کسی غفور نے بنائی تھی۔

دوم۔ وہ دیوار، جو ترکستان و ہند کے درمیان بخارا سے ۱۵۰ میل جنوب مشرق میں تعمیر ہوئی تھی۔

سوم۔ جو نوشیروان نے بحیرہ خزر کے مشرق میں تعمیر کی تھی۔

چہارم۔ بحیرہ خزر کے مغربی ساحل پہ دو متوازی دیواریں۔ جن میں سے ایک تیس میل لمبی تھی۔

پنجم۔ درہ داریال کی آہنی دیوار۔

سائرس اس آخری دیوار کا بانی تھا۔ باقی دیواریں دیگر بادشاہوں نے بنائی تھیں۔

مآخذ:- ۱۔ فرید وجدی۔ دائرة المعارف۔ ج ۷، ص ۶۶۱، ۲۔ معجم۔ ج ۶، طیمیس،

۳۔ منشی الارب۔ ج ۲، ”قرن“، ۴۔ دانیال۔ ۲/۸-۲۰، ۸،

۵۔ سعباہ۔ ۳۳/۲۸، ۳۵/۱، ۶۔ یرمیاہ۔ ۲۹/۱۰-۱۵،

۷۔ اصحاب کہف۔ ابوالکلام آزاد، ۸۔ یا جوج۔ ما جوج۔ ص ۲۷ ابراہیم احمد پانی،

۹۔ ابو رز۔ ”چھ دیوان“ ص ۱۵۸، ۱۰۔ شاس۔ ص ۶،

۱۱۔ ذاب۔ ص ۱۲۷، ۱۲۳، ۱۲۔ قصص۔ ج ۳، ص ۱۳۰،

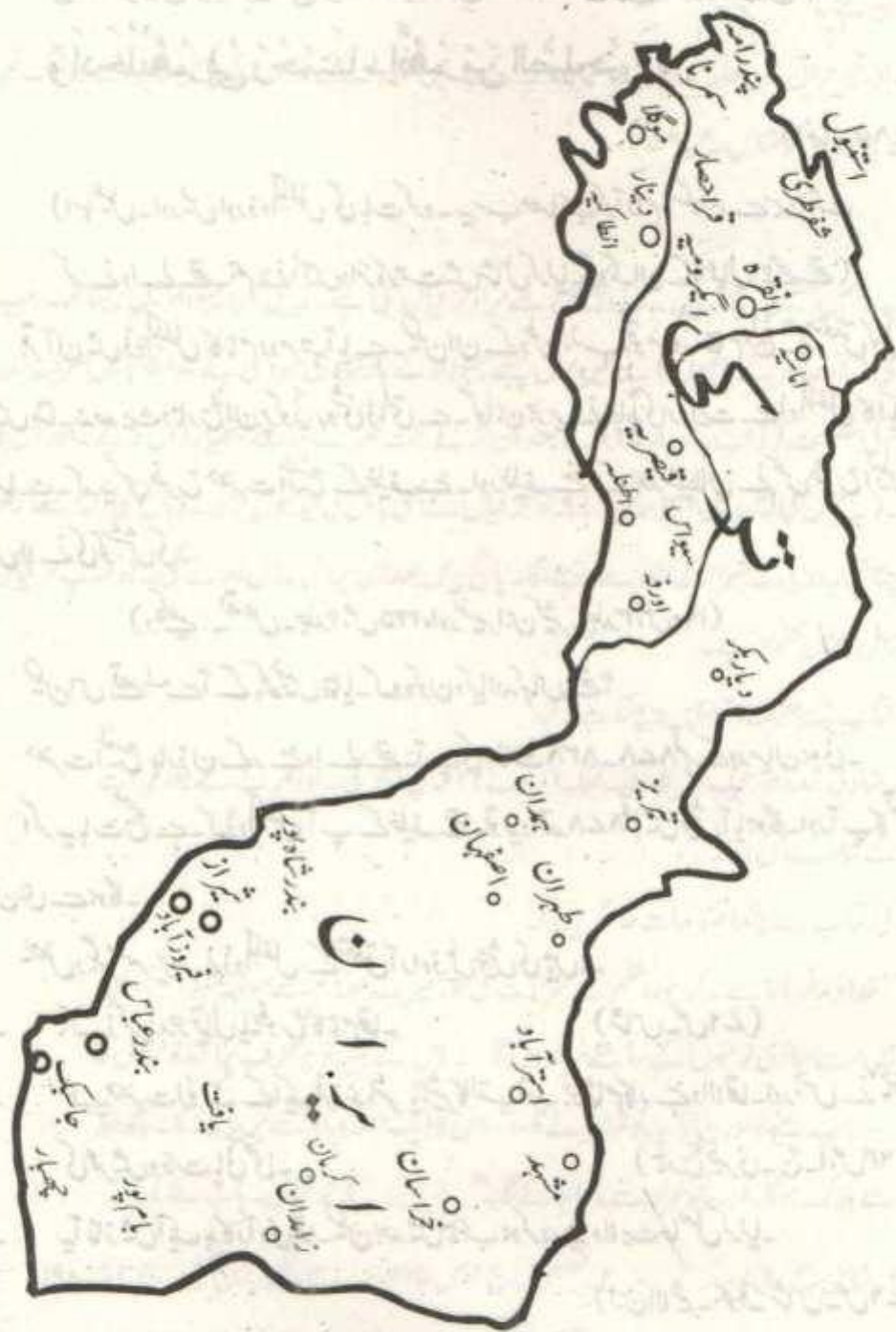
۱۳۔ قرآن حکیم، ۱۴۔ ڈاؤس۔ ص ۷۱،

۱۵۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۳۷۰، ۱۶۔ جلالین۔ انبیاء۔ کہف،

عبدالرحمن ابوشاہ بن اسماعیل بن ابراہیم المقدسی جو دمشق سے بیت المقدس کو ہجرت کر گیا تھا۔ اس نے ابن عساکر کی

تاریخ دمشق کا اختصار جس جلدوں میں تیار کیا تھا۔ (فرید وجدی: دائرة المعارف۔ ج ۷، ص ۱۶۱)

۸۷۲



این نقشه را در سال ۱۲۸۰ خورشیدی در شهر اصفهان رسم کرده‌ام. این نقشه را در شهر اصفهان رسم کرده‌ام. این نقشه را در شهر اصفهان رسم کرده‌ام.

۹۸۔ ذوالکفل

وَاسْمِعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ط كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ۝
وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ط إِنَّهُمْ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝

(انبیاء: ۸۵-۸۶)

(اسماعیل۔ ادریس اور ذوالکفل کی بات کرو۔ یہ سب مصائب کو آرام و سکون سے برداشت کرنے والے تھے۔ ہم نے انہیں دائرہ رحمت میں شامل کر لیا۔ کیونکہ ان کے اعمال اچھے تھے) قرآن میں ذوالکفل کا نام دوسرے آیا ہے۔ لیکن ان کے وطن، نسب، قوم اور مقام تبلیغ کے متعلق کوئی اشارہ تک نہیں ملتا۔ نہ حدیث و تاریخ ان پر کوئی روشنی ڈالتی ہے۔ گو ابن جریر نے مجاہد کی روایت سے ذوالکفل کا ایک قصہ بیان کیا ہے۔ کہ یہ کس طرح حضرت اُمّیہ کے خلیفہ بنے۔ اور خلیفہ بننے کے بعد شیطان نے کس طرح انہیں اپنے دام میں لانے کی کوشش کی۔

(دیکھیے:۔ قصص۔ جلد ۲، ص ۲۲۵، اور تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۳، ص ۱۹۰)

لیکن اس قصے سے آگے کچھ نہیں بتایا۔ کہ وہ کون، کیا اور کہاں تھے؟ حضرت اُمّیہ جارڈن کے رہنے والے تھے۔ آپ کی وفات ۸۳۸-۸۷۸ ق م کے درمیان ہوئی۔ اگر یہ بات صحیح ہے۔ کہ ذوالکفل آپ کے خلیفہ تھے۔ تو یہ واقعہ ۸۷۸ ق م میں پیش آیا ہوگا۔ اور آپ کا تعلق بھی جارڈن ہی سے ہوگا۔

بعض دیگر مفسرین نے ذوالکفل کے متعلق آراء ذیل پیش کی ہیں:-

- اول۔ کہ یہ زکریاؑ یا یحییٰؑ کا نام تھا۔ (شاس۔ ص ۷۶)
- دوم۔ کہ یہ حضرت ایوبؑ کے ایک فرزند بشر یا بشیر کا لقب تھا۔ جو شام کا رہنے والا تھا۔ اور جس نے پچھتر برس کی عمر میں وفات پائی تھی۔ (تاریخ طبری۔ ج ۱، ص ۳۶۴)
- سوم۔ یہ آغاز میں ایک بدکار آدمی تھا۔ لیکن بعد میں تائب ہو کر درجہ ولایت حاصل کر لیا۔ (ابن الاثیر۔ بحوالہ شاس۔ ص ۷۶)

قصے کا خلاصہ یہ کہ:-

ایک دفعہ حضرت اُمّیہ نے فرمایا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ کوئی شب بیدار سائیں انہارا اور غصہ سے دور رہنے والا شخص میرا خلیفہ بنے۔ مجمع سے ذوالکفل اٹھا اور اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس کے بعد شیطان نے اُسے عبادت سے روکنے اور غصہ دلانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔

فلسطین سے بلخ تک کتنے ہی مقابر ہیں۔ جو ڈواکفل کی طرف منسوب ہیں۔ ان میں سے ایک ٹائلس (فلسطین) کے قریب قبر نعی کفل کہلاتی ہے۔ اس کے متعلق عام خیال یہی ہے۔ کہ اس میں حضرت ایوب کا فرزند بشیر یا بشر مدفون ہے۔

ایک اور قبر عراق میں جلد کے قریب نہر ہندیہ کے بائیں کنارے بر ملا ح کے پاس ہے جسے وہ لوگ قبر ڈواکفل کہتے ہیں۔ (شاس۔ ص ۷۶)

حز قیال

ہمارے بعض محققین کہتے ہیں۔ کہ ڈواکفل سے مراد حز قیال نبی ہے۔ یہ نبی قلمرو یہوداہ میں رہتا تھا۔ جب یوروشلم کی تباہی (بخت نصر کے ہاتھوں) سے تیرہ برس پہلے یہوداہ کے بادشاہ جی ہوچن نے ۵۹۷ ق م میں صرف تین ماہ اور دس یوم کی سلطنت (ڈاب۔ ص ۲۷۵) کے بعد دن لڑے بخت نصر کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اور اس کا قیدی بن گیا۔ (یہ بابل کی جیل میں ۳۶ سال رہا)۔ تو حز قیال نے بھی بابل کی قید قبول کر لی۔ وہاں پہنچ کر اسے آزاد کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ دریائے شمر کے کنارے رہنے لگا۔ پانچ برس بعد اس پر وحی نازل ہونے لگی۔ جو کتاب حز قیال (بائبل میں شامل) میں محفوظ ہے۔

اس کتاب سے صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہے۔ کہ:

یہ شادی شدہ اور ایک گھر کا مالک تھا۔ اس نے ۲۲ سال تبلیغ کی۔ اور مرنے کے بعد فرات کے کنارے دفن ہوا۔

اس کی کتاب سے چند اقتباسات حاضر ہیں:-

”خداوند فرماتا ہے۔ کہ یوروشلم نے شرارت کی اور میرے احکام سے موئبہ موڑا..... پس

میں اسے ساری قوموں کے سامنے سزا دوں گا..... اس کے بقیہ کو ہر طرف پراگندہ کروں گا

..... باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو کھا جائے گا..... اس کا ایک حصہ دباء سے مر جائے گا۔ کچھ قحط

سے ہلاک ہوگا۔ اور کچھ تلوار سے مارا جائے گا۔“ (حز قیال۔ باب۔ ۵)

مآخذ:- ۱۔ شاس۔ ص ۷۶، ۲۔ قصص۔ ج ۲، ص ۲۲۵، ۳۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۳، ص ۱۹۰،

۴۔ اعلام۔ ص ۱۰۷، ۵۔ قرآن حکیم، ۶۔ ڈاب۔ ص ۲۷۵،

۷۔ طبری۔ ج ۱، ص ۳۶۳، ۸۔ حز قیال۔ باب ۵،

۹۹۔ ذوالنون (یونس)

قرآن میں حضرت یونس کا ذکر چھ مرتبہ آیا ہے۔ چار مرتبہ یونس اور ایک ایک دفعہ ذوالنون اور صاحب النہد (مچھلی والا) کے نام سے۔

حضرت یونس جنوبی گیلی (فلسطین) کے ایک شہر گاتھ لیسیر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ایک اسرائیلی بادشاہ جیرو بام (۹۰ ق م) کے معاصر تھے۔

اللہ نے انہیں اشوری سلطنت کے پایگاہ نینوی میں جانے کا حکم دیا۔ اس وقت اشوری سلطنت عروج پر تھی اور اس کے بادشاہ کا نام ہول تھا۔ وہاں جا کر حضرت یونس نے اہل نینوی کو بہت سمجھایا اور ڈرایا۔ لیکن وہ گناہ سے باز نہ آئے۔ تنگ آ کر آپ نے عذاب کے لیے بددعا کی۔ وحی نے آپ کو بتایا۔ کہ پورے چالیس دن بعد ان پر عذاب نازل ہوگا۔

جب ۳۷ دن گزر گئے۔ تو آپ شہر سے باہر ایک مقام پر عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ ان تین دنوں میں اہل نینوا بعض علامات عذاب دیکھ کر ڈر گئے۔ اور ناٹ کے کپڑے پہن کر اور راکھ پر بیٹھ کر رونے، گڑ گڑانے اور معافی مانگنے لگے۔ چنانچہ اللہ نے ان پر رحم کیا اور عذاب ٹل گیا۔ لیکن وحی نے حضرت یونس کو اطلاع نہ دی۔ جب تین دن گزر گئے۔ اور عذاب نہ آیا۔ تو آپ اللہ سے بگڑ گئے۔ اور نینوا کو چھوڑ کر چل دیے۔ چلتے چلتے ایک گھاٹ پہ پہنچے اور کشتی میں بیٹھ گئے۔ معاً طوفان آ گیا۔ ملاحوں نے ساحل پہ پہنچنے کی لاکھ کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ انہیں خیال آیا۔ کہ کہیں کشتی میں کوئی ایسا غلام نہ ہو۔ جو اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ آیا ہو۔

انہوں نے دریافت کیا۔ تو حضرت یونس بول اٹھے کہ:

”وہ غلام میں ہی ہوں۔“

انہوں نے مجبوراً آپ کو پانی میں پھینک دیا۔ اور ایک بڑی مچھلی آپ کو نگل گئی۔ ساتھ ہی طوفان ختم گیا۔ تین دن رات کے بعد مچھلی نے آپ کو خشکی پہ اُگل دیا۔ (یوناہ ۱۰/۲) اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ نینوا میں دوبارہ جاؤ۔ چنانچہ یہ دوبارہ وہاں پہنچے اور دم واپس تک وہیں رہے۔ آپ کی قبر موصل کے قریب ہے۔

(ذاب۔ ص ۳۱۲)

گھاٹ کہاں تھی؟

یہ سوال حل طلب ہے۔ کہ وہ گھاٹ، جہاں سے حضرت یونس علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تھے، کہاں تھی؟

قصص - ج ۲ (ص ۱۹۷) میں ہے۔ کہ آپ دریائے فرات کی ایک گھاٹ سے سوار ہوئے تھے اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں:-

- اول۔ کہ دجلہ بالکل پاس تھا۔ اسے چھوڑ کر آپ مغرب میں دو سو میل دور فرات پہ کیوں گئے؟
- دوم۔ انسانوں کو ہڑپ کرنے والی مچھلی یعنی شارک۔ جو گہرے سمندروں میں ملتی ہے۔ اسے تیرنے، جھپٹنے، غوطہ لگانے اور شکار کھیلنے کے لیے پانی کی ایک وسیع دنیا چاہیے۔ جو سمندروں ہی میں مل سکتی ہے نہ کہ دجلہ و فرات میں۔

نیوا کے اطراف میں چار سمندر تھے:-

- ☆ شمال میں چار سو میل دور بحیرہ اسود
 - ☆ مشرق میں ساڑھے تین سو میل کی مسافت پر بحیرہ خزر
 - ☆ جنوب میں ساڑھے پانچ سو میل دور خلیج ایران
 - ☆ اور مغرب میں پونے پانچ سو میل کی مسافت پر بحیرہ روم
- انہیں کسی اور سمندر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ انہیں گھر کی یاد تازہ تھی۔ اس لیے وہ نیوا سے نکل کر پہلے اپنے وطن (گلیلی) میں پہنچے۔ اور پھر جافہ کی بندرگاہ پر جا کر طریشیں یا طرسوس کے ارادے سے کشتی میں سوار ہو گئے۔ اس کے بعد وہ طوفان کا واقعہ پیش آیا۔ یہیں وہ مچھلی کے شکم میں پہنچے اور تین دن کے بعد اسی ساحل پہ مچھلی نے انہیں دوبارہ اگل دیا۔

”یوناہ (یونس) خداوند کے حضور سے طریشیں کو بھاگا۔ اور یافہ (جافہ) میں پہنچا۔ وہاں اسے طریشیں جانے والا جہاز ملا۔ اور وہ کرایہ دے کر اس میں سوار ہو گیا۔ لیکن خداوند نے سمندر پر بڑی آندھی بھیجی.....“ (یوناہ - ۱/۴)

طریشیں

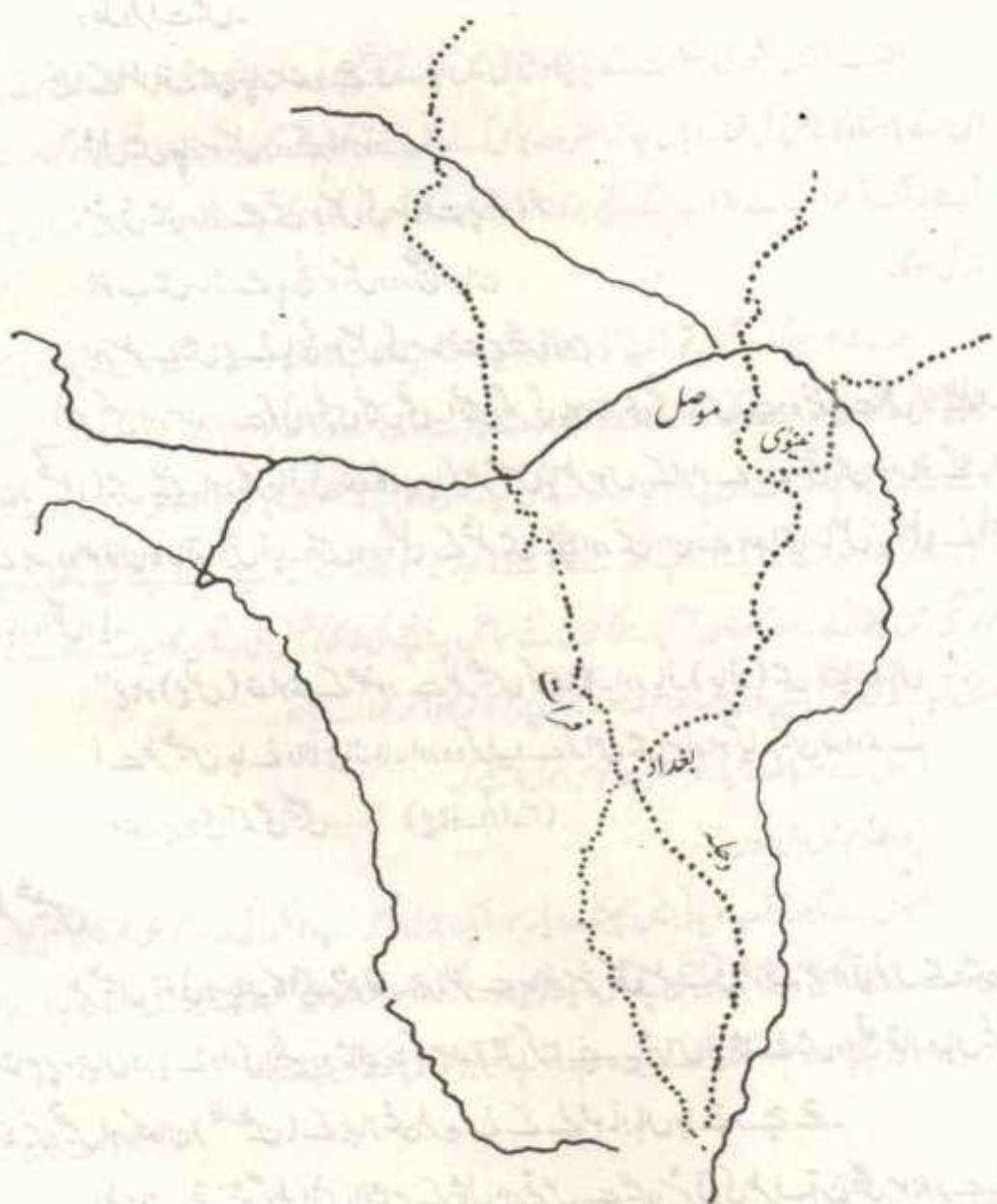
طریشیں جنوبی ہسپانیہ کا ایک شہر تھا۔ جبرالٹر سے ساٹھ ستر میل مغرب کی طرف بحر اوقیانوس میں عین اس مقام پر، جہاں دریائے وادی الکبیر دوشاخہ بنا کر سمندر میں گرتا ہے۔ یہ شہر اس دوشاخے میں واقع تھا۔ وہاں ٹین کی کانیں تھیں اور کنعان (فلسطین) کے جہاز ٹین خریدنے کے لیے عموماً وہاں جاتے رہتے تھے۔

رہا طرسوس۔ تو یہ شہر گو طرابلس الشام کے شمال اور قبرص سے عین مشرق کی طرف آج بھی موجود ہے۔ لیکن شام و فلسطین کے قدیم نقشوں میں اس کا نام نہیں ملتا۔ اس لیے علمائے بائبل کا خیال یہی ہے۔ کہ حضرت یونس کا سفر ہسپانیہ کی طرف تھا۔ ممکن ہے کہ آپ کے کچھ تاجر رشتہ دار بغرض تجارت طریشیں کو جا رہے ہوں۔ اور آپ بھی سیاحت یا تجارت کے لیے ساتھ شامل ہو گئے ہوں۔

در این نقشه از راه های آبی و خاکی که از بغداد به سوی شمال و جنوب و شرق و غرب می رود

ملاحظه شود

فی انج: ۱۵۸ میل و جلّه و فرات کا نقشه



این نقشه در سال ۱۲۸۰ قمری در طهران کشیده شد و در آن زمان که ایران در دست روسها بود

در این نقشه از راه های آبی و خاکی که از بغداد به سوی شمال و جنوب و شرق و غرب می رود

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ^۱ مَا أَنَا بِمُكْشِفَتُهُ مِنَ الظُّلُمَاتِ ^۲ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ^۳ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ^۴ (انبیاء۔ ۸۷-۸۸)

(مچھلی والے کی بات کرو۔ جب وہ اللہ سے ناراض ہو کر چل دیا۔ تو اس کا خیال یہ تھا۔ کہ وہ ہماری گرفت سے آزاد ہو گیا ہے پھر اس نے بطن مابی کے اندھیروں سے ہمیں آواز دی کہ تو ہی کائنات کا مقدس خدا ہے۔ اور میں ظالم ہوں۔ ہم نے اس کی پکار سنی۔ اسے غم سے نجات دی اور ہم اہل ایمان کو اسی طرح بچایا کرتے ہیں)

مآخذ:- ۱۔ قصص۔ ج ۲، ص ۱۹۶، ۲۔ شمس۔ ص ۶۳۵، ۳۔ ذاب۔ ص ۳۱۲،
۴۔ اعلام۔ ص ۲۰۵، ۵۔ بابل۔ یوناہ، ۶۔ قرآن حکیم،

۱۰۰۔ رَبُّوہ

لفظی معنی: ٹیلہ۔ بلند پشت اور چھوٹی سی پہاڑی۔
قرآن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ایک ایسی بات درج ہے۔ جو پیر وان مسیح کی کتابوں، مسیح کے سوانح اور اناجیل میں کہیں نہیں ملتی۔
ارشاد ہوتا ہے:-

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ^۱ (مومنون: ۵۰)

(ہم نے ابن مریم اور اس کی والدہ کو ایک نشان (اعجاز) بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور ان دونوں کو ایک پرسکون شاداب اور سرسبز ٹیلے پہ جا بٹایا)
یہ ٹیلہ کہاں تھا؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ شاید مصر میں ہو۔ جہاں یوسف مٹجار خواب میں اشارہ پا کر نومولود مسیح اور حضرت

مریم کو لے گیا تھا۔

”خداوند کے فرشتے نے یوسف کو خواب میں کہا۔ کہ اٹھ، بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر میں بھاگ جا اور جب تک میں تم سے نہ کہوں وہیں رہنا۔ کیونکہ ہیرودس اس بچے کی تلاش میں ہے۔“ (متی: ۱۳/۲)

یہ بھی ممکن ہے۔ کہ:-

نام نہاد واقعہ صلیب کے بعد مریم اور ابن مریم کسی شاداب مقام کی طرف چلے گئے ہوں۔
یا قوت حموی کا خیال یہ ہے۔ کہ:-

”یہ سرسبز نیلہ دمشق یا اس کے نواح میں تھا۔“ (معجم۔ ج ۳ ”دمشق“)

مرزا غلام احمد قادیانی کی رائے یہ ہے۔ کہ:-

ربوہ سے مراد سری نگر کا ایک محلہ خانیار ہے۔ جہاں حضرت مسیح مدفون ہیں۔

(کشتی نوح۔ ص ۱۵)

لیکن کسی اور قدیم و جدید مآخذ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

مآخذ:- ۱۔ متی۔ ۱۳/۲، ۲۔ معجم۔ ج ۳ ”دمشق“، ۳۔ کشتی نوح۔ ص ۱۵،

۱۰۱۔ رَس

دیکھیے:- ”اصحاب الرَس“

۱۰۲۔ رُوحُ الْأَمِينِ

(۸۴۔ جبریل)

آسمانوں کی وہ عظیم روح، جو اللہ کا پیغام انبیاء تک پہنچاتی ہے۔ وہ کریم، صاحب قوت، مطاع اور امین (مکھویر۔ ۱۹۔ ۲۱) ہے۔

اس کا معروف نام جبریل ہے۔

۱۰۳۔ رُوحُ الْقُدُس

(جبریل)

مبارک اور مقدس رُوح۔ یعنی: جبریل

ہیرودس کو ۴۷ ق م میں سیزر نے یرودا کا گورنر، اور انٹیشی نے بادشاہ بنا دیا تھا۔

۱۰۴۔ رُوم

تاریخ رُوم کے دو دور ہیں:-

اول: غربی رومہ (اٹلی) کی جمہوریت۔

جو ۵۰۹ ق م سے ۵۰ ق م تک جاری رہی۔ اس دور میں تمام اختیارات ایک اسمبلی (پارلیمان)

کے پاس تھے۔ ۵۰ ق م میں شہنشاہوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو ۶۷۷ء تک جاری رہا۔

ان بادشاہوں کی تعداد پچاس تھی۔

پہلا جولیس سیزر تھا۔

اور آخری ریوٹس۔

دوسرا: دور رومہ کی شرقی شاخ سے شروع ہوا تھا۔

بات یوں ہوئی۔ کہ:-

جب غربی رومہ میں قسطنطین اول (۳۰۵-۳۳۷ء) مسند نشین ہوا۔ تو بعض مصالح کی بناء

پر اس نے ۳۳۰ء میں قسطنطنیہ کے قریب ایک گاؤں بازنطیم کو دارالحکومت بنالیا۔ جب

۳۳۷ء میں اس کی وفات ہو گئی۔ تو اس کے بیٹوں نے سلطنت تقسیم کر لی۔ ایک مشرقی اور

دوسرا مغربی شاخ کا سربراہ بن گیا۔

شرقی شاخ کے سلاطین قیصر کہلاتے تھے۔ ان کی تعداد بیاسی تھی۔ آخری قسطنطین یازدہم تھا۔

۱۴۵۳ء میں سلطان محمد ثانی (۱۴۵۱-۱۴۸۱ء) نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ سلطنت ختم ہو

گئی۔

رُوم اور ایران کی اس جنگ جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے:

(غَلَبَتِ الرُّومُ) کی تفصیل:

أَذْنَى الْأَرْضِ (شمارہ ۲۰) کے تحت دیکھیے۔

مآخذ:- ۱۔ کہن۔ تاریخ رومہ، ۲۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا،

۳۔ سی۔ ڈبلیو۔ سی۔ اومان:- ستوری آف نیشنز،

۱۰۵۔ رھبان

(دیکھیے:- ۱۱۔ "احبار")

ز

۱۰۶۔ زبور

حضرت داؤد علیہ السلام کے الہامی گیت، جو آپ نے اللہ کی تعریف و تقدیس میں گائے تھے۔

☆ یہ عبرانی میں : تہلیل

☆ انگریزی میں : سامز

☆ اور عربی میں : زبور کہلاتے ہیں۔

زبور کے ایک گیت (شمار ۱۳۵) کو تہیلہ کہا گیا ہے۔

عربی کا ایک لفظ تہلیل اس کا ہم ماخذ معلوم ہوتا ہے۔ تہلیل کا مادہ ہل ہے۔ اور باب ہے۔

هَلَّلَ تَهْلِيلًا۔ یعنی اس نے خدا کی تعریف و تقدیس کی۔

تہیلہ کے معنی بھی حمد ہیں۔

بنو اسرائیل میں اللہ کے مقبول نام دو تھے:-

۱۔ جھووا اور

۲۔ الوہیم

زبور میں ان کا استعمال حساب ذیل سے ہوا ہے:-

زبور	جھووا کا استعمال	الوہیم کا استعمال	
کتاب اول	۲۷۲ مرتبہ	۱۵ مرتبہ	
دوم	جھووا کی نسبت	الوہیم کا استعمال	پانچ گنا زیادہ ہوا
سوم	دونوں	برابر۔ برابر	
چہارم	صرف جھووا کا	استعمال ہوا ہے	
پنجم	زیادہ تر جھووا۔ الوہیم	صرف دو مرتبہ	

ان گیتوں کی تعداد تدوین۔ اور عہد تدوین کے متعلق دیکھیے۔ ”داؤد“۔ شمار ۹۶

(ذاب۔ ص ۵۵۵)

۱۰۷۔ زکریا

زکریا نام کی کئی تاریخی شخصیتیں گزری ہیں۔ مثلاً:-

- ۱۔ یہوداہ کے ایک بادشاہ جیہوش فات (۹۱۴ ق م) کا ایک شاہ زادہ۔
 - ۲۔ یہوداہ کے ایک بادشاہ جوش (۸۷۸ ق م) کے زمانے میں سب سے بڑے کاہن جی ہودا (Jehoiada) کا ایک بیٹا۔
 - ۳۔ بابل سے حضرت عزیر کے ہمراہ لوٹنے والے اسرائیلیوں کا ایک سردار۔
 - ۴۔ حضرت عزیر کے زمانے میں اسرائیل کا ایک مذہبی عالم۔
 - ۵۔ جہازیل نبی (۲۔ تاریخ ۱۴/۲۰) کا والد۔
 - ۶۔ یہوداہ کے ایک بادشاہ ابی جاہ (مسند نشینی ۹۵۷ ق م) کا والد۔
 - ۷۔ جوشیا (یہوداہ کا ایک بادشاہ۔ جلوس ۶۴۰ ق م) کے عہد میں معبد یروشلم کا نگران۔
 - ۸۔ ایران کے ایک بادشاہ دارا کے زمانے میں ایک پیغمبر۔ جس کا نام تھا: زکریا بن برخیاہ بن عدو۔ یہ اس زکریا سے جدا ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ پہلا حضرت مسیح سے اندازاً سو اچانچ سو سال پہلے تھا۔ اور دوسرا مسیح کا معاصر۔ بائبل کا صحیفہ ”زکریا“ پہلے زکریا کا تھا۔
- ”دارا کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے خداوند کا کلام زکریا نبی بن برخیاہ بن عدو پہ نازل ہوا۔“ (زکریا۔ ۱/۱)
- ۹۔ قرآن کا زکریا حضرت مریم کا خالو، مسجد اقصیٰ کا متولی اور اپنے عہد کا رسول تھا۔ جب حضرت مریم کی والدہ کنہ نے نذر مانی۔ کہ وہ اپنا بیچہ معبد یروشلم کی خدمت کے لیے وقف کر دے گی۔ تو ان کے ہاں ایک لڑکی (مریم) پیدا ہوئی۔ جس کی نگرانی و پرورش حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ جب مریم ذرا بڑی ہوئی۔ تو اس کے پاس غیب سے ہر قسم کے پھل آنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت زکریا نے دعا کی۔ کہ اے معجزے دکھانے والے رب! مجھ پر بھی کرم کر۔ اور:-

۱۔ دارا نام کے کئی بادشاہ گزرے ہیں:-

اول: میڈیا کا بادشاہ دارا ابن احاشرس (شاید لہر اسپ) جس کا ذکر دانیال کی کتاب میں بار بار آتا ہے۔ دیکھیے دانیال ۱/۱۰، ۱/۱۱، ۵/۱۷، ۶/۲۵ وغیرہ۔

دوم:- دارا ابن گشتاسپ جو ۵۲۱ ق م میں مسند نشین ہوا۔ یہ ہندوستان پر بھی حملہ آور ہوا تھا۔ یہ سائرس کی طرح بنو اسرائیل کا دوست تھا اور زکریا بن برخیاہ اسی کے زمانے میں تھا۔

سوم:- دارا جو ۳۳۶ ق م سے ۳۳۰ ق م تک ایران کا بادشاہ رہا اور اسے سکندر یونانی نے شکست دی تھی۔ (ذاب: ص ۱۳۳)

هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝

(عمران: ۳۸)

(مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر۔ تو دعائیں سنتا ہے)

اس پر انہیں ایک فرشتے نے بشارت دی۔ کہ آپ کے ہاں عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ چنانچہ یہ بشارت پوری ہوئی۔ یحییٰ پیدا ہوئے۔ اور اللہ نے انہیں بھی نبوت سے نوازا۔

يٰٓيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ط (مریم: ۱۲)

(اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو)

یحییٰ کی ولادت کے وقت حضرت زکریا کی عمر ایک روایت کے مطابق: ۱۲۰ سال

دوسری کے مطابق : ۹۰ سال

اور تیسری کے مطابق : ۷۰ سال تھی۔ (قصص۔ ج ۲، ص ۲۵۴)

آپ کا پیشہ نجاری تھا۔

ابو ہریرہ نے حضور صلعم سے روایت کی ہے۔ کہ:-

كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا (مسند احمد بن حنبل)

جب پہلے ہیروڈ (جلوس ۴۷ ق م) کے فرزند، حیروڈ لہنپاس (۳۹ء) نے، جو گیلی کا گورنر تھا۔ حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا۔ تو حضرت زکریا ایک بڑے درخت کے کھوکھلے تنے میں چھپ گئے۔ کسی نے دیکھ کر رپورٹ کر دی اور آپ کو تنے سمیت چیر دیا گیا۔ (قصص۔ ج ۲، ص ۲۷۳)

مآخذ:- ۱۔ قصص۔ ج ۲، ص ۲۴۹، ۲۵۴، ۲۷۳، ۲۔ ذاب۔ ص ۱۳۳، ۷۶۵، ۳۔ ڈاس۔ ص ۶۹۹،

۴۔ شاس۔ ص ۶۵۳، ۵۔ بائبل، ۶۔ قرآن حکیم

۱۰۸۔ زَيْتُون

وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سَيْنِينَ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین: ۱-۴)

(تین۔ زیتون۔ طور سینا اور اس پر امن شہر (مکہ) کی قسم۔ کہ ہم نے انسان کو بہترین ہیئت

(بہترین قوئی کے ساتھ) پہ خلق کیا ہے)

تین شام کا ایک پہاڑ ہے۔ دمشق کے قریب۔

زیتون کے متعلق یا قوت (معجم) لکھتا ہے۔ کہ یہ وہ پہاڑی ہے۔ جس پر مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئی تھی۔ لیکن بائبل میں ہے۔

”تب خداوند خروج کرے گا..... اور اس روز وہ کوہ زیتون پر جو یروشلم کے مشرق میں ہے کھڑا ہوگا۔“ (زکریا۔ ۴/۱۴)

یہ پہاڑی صرف ایک میل لمبی ہے۔ اور یروشلم کے مشرق میں شمال۔ جنوباً پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی بلندی گردو نواح سے تین سو فٹ کے قریب ہے۔ اس پر بے شمار زیتون کے درخت ہیں۔ اور مسیح کے زمانے میں اس پر متعدد چھوٹے چھوٹے گرجے بھی تھے۔ جو بعد میں رفتہ رفتہ گر گئے۔

حضرت ابراہیم شام میں آباد ہو گئے تھے۔ اس لیے ان کا تعلق تین سے تھا۔ عیسیٰ کا زیتون سے، حضرت موسیٰ کا طور سے اور حضور کا مکہ سے۔ ان مقامات سے ان چار الوالعزم انبیاء کا پیدا ہونا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ انسان بہترین فطرت کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ ورنہ بت پرستوں کے گھر میں یہ سلیم الفطرت لوگ کبھی پیدا نہ ہوتے۔

مآخذ:- ۱۔ معجم، ج ۲، ۲۔ ذاب۔ ص ۴۷۳، ۳۔ کمالین۔ ص ۵۰۰، ۴۔ بائبل (زکریا)

۱۰۹۔ زید

سیرت نگاروں نے حضور صلعم کے تقریباً چالیس غلاموں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً:- اسلم، اسامہ، الفح، احمر، ثوبان، سابق، سالم، شقران، وردان وغیرہ۔ ان میں سے بعض کو حضور صلعم نے خود خریدا تھا۔ اور بعض انہیں احباب و اقارب سے تحفہ ملے تھے۔

حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں اسلم پیش کیا تھا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف نے شقران دیا تھا۔

اور زید بن حارثہ (اس مقالے کا موضوع) حضرت خدیجہؓ کا عطیہ تھا۔ (تصحیح۔ ص ۱۶) یہ دس سال کی عمر میں کسی بردہ فروش کے ہتھے چڑھ گیا۔ اور شام میں جا بکا۔ اسے حضرت خدیجہؓ کے ایک بھتیجے حکیم بن عوام نے خریدا کر حضرت خدیجہؓ کے حوالے کر دیا۔ اور آپ نے حضور ﷺ کو دے دیا۔ حضور ﷺ کا دستور تھا۔ کہ غلاموں کو فوراً آزاد کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے زید کو بھی آزاد کر دیا۔ لیکن اسے حضور ﷺ کی جدائی گوارا نہ ہوئی۔ اور آپ ﷺ ہی کی خدمت میں رہنے لگا۔ حضور ﷺ نے اسے منشی بنالیا اور جب یہ جوان ہو گیا۔ تو اپنی پھوپھی امیہ کی بیٹی زینب بنت جحش سے اس کا نکاح کر دیا۔ لیکن ان کے مزاجوں میں اتنا اختلاف تھا۔ کہ طلاق ہو گئی۔ اور حضورؐ نے ۵ھ میں زینبؓ

کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ حضرت زینبؓ کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی۔ اور اس وقت آپ کی عمر ۵۳ برس تھی۔
 زید کا پورا نام ابو امامہ زید بن حارثہ بن شراحیل الکھمی تھا۔ اس کے والدین نصرانی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے گھر پہنچ کر یہ اسلام لے آیا۔ بدر، احد اور خندق میں داؤد شجاعت دی۔ بارہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 غیر حاضری میں نیابت کے فرائض سرانجام دیے۔

جب حضور صلعم نے ۸ھ میں مؤتہ (شمالی عرب کا ایک سرحدی شہر) کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ تو اس کی سرداری
 زید کے حوالے کی۔ اور آپ نے اسی جنگ میں منصب شہادت حاصل کیا۔ (کانس۔ ص ۵۷۷)

مآخذ: ۱۔ تلخیص ص ۱۶۱، ۲۔ کانس۔ ص ۵۷۷، ۳۔ اعلام۔ ص ۱۶۶

س

۱۱۰۔ سائبہ

(بجیرہ۔ حام۔ و صیلہ)

جاہلیت میں یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے دے چکتی۔ تو اس کے کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے۔
 وہ بجیرہ کہلاتی۔ اور اس کی ماں سائبہ۔

ایک اور رائے یہ ہے۔ کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے جن چکتی اور وہ سب کے سب مادہ ہوتے۔ تو اسے آزاد کر
 دیتے۔ اس پر نہ سوار ہوتے اور نہ اس کا دودھ پیتے۔

ایک اور صورت یہ تھی۔ کہ جب کوئی آدمی بیمار پڑ جاتا۔ یا لمبے سفر پہ روانہ ہوتا۔ تو وہ نذر مانتا۔ کہ اگر میں
 بخیریت واپس آیا۔ یا شفا پا گیا تو فلاں ناقہ کو آزاد (سائبہ) کر دوں گا۔

مآخذ: ۱۔ مفتی الارب۔ ج ۱، ص ۴۰۹، ۲۔ مولانا احمد رضا خان۔ ترجمہ قرآن۔ ص ۱۸۱

۱۱۱۔ سامری

قرآن مقدس میں یہ ہے۔ کہ:

جب اللہ نے چالیس راتوں کے لیے حضرت موسیٰؑ کو طور پر طلب فرمایا۔ تو ان کی غیر
 حاضری میں سامری نے سونے کا ایک بچھڑا بنا کر قوم کو گنو سالہ پرستی پہ لگا دیا۔ حضرت موسیٰؑ
 واپس آئے۔ تو سخت ناراض ہوئے۔ غصے میں دس احکام والی تختیاں پرے پھینک دیں۔

حضرت ہارون کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ اور سامری پر لعنت برسانے کے بعد فرمایا۔ کہ تم جلد ایک ایسی بیماری میں پھنسو گے۔ کہ ”مجھے مت چھوٹا“ تمہارا تکیہ کلام بن جائے گا۔

(طہ۔ ۷۷۔ ۹۸)

سامری کون تھا؟

اس کے متعلق جلالین میں مذکور ہے۔ کہ یہ ایک گنوا سالہ پرست منافق تھا۔ نام موسیٰ بن ظفر، جو بنو اسرائیل میں شامل ہو گیا تھا۔ (جلالین۔ ص ۲۶۳)

مولانا عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں (اعلام۔ ص ۱۱۹)۔ کہ اس دور کی مصری زبان میں سامری کے معنی تھے۔ اجنبی۔ ممکن ہے۔ کہ یہ شخص مصر سے یا سفر کی کسی منزل پر کہیں سے شامل ہو گیا ہو۔ طبری (شاس۔ ص ۵۰۱) کی رائے یہ ہے۔ کہ یہ ساریہ کا ایک اسرائیلی تھا۔

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ حضرت یعقوب کی ساری اولاد (بنو اسرائیل) تو مصر میں آباد ہو گئی تھی۔ ان میں یہ سامرہ یا ساریہ کا اسرائیلی کہاں سے آ گیا تھا۔

اس کی ایک ہی توجیہ ممکن ہے۔ کہ شاید یہ اسرائیلی مصر سے سامرہ میں آ گیا ہو۔ اور پھر واپس چلا گیا ہو۔ سامرہ اسرائیل کے دس قبائل کی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ جو بحیرہ مردار سے تقریباً تیس میل شمال مغرب میں واقع تھا۔ اسے ۹۲۵ ق م میں اسرائیل کے ایک بادشاہ عمری نے تعمیر کیا تھا۔ پہلے وہاں ایک آٹھ میل لمبی شاداب وادی تھی۔ جس کے تین طرف پہاڑ تھے۔ اور بیچ میں منتشر بستیاں۔ ان کے باشندے سامری کہلاتے تھے۔ ۷۲۲ ق م میں اشوریہ کے ایک بادشاہ شال منیسر چہارم نے اور بعد ازاں اس کے جانشین سارگن دوم نے سامرہ پر حملہ کر کے اسے بہت نقصان پہنچایا۔ اور اسرائیل کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ (ہیپلز۔ ص ۹۶۵) ونیم سمیٹھ کی رائے یہ ہے۔ کہ:

ساریہ (یا سامرہ) اس پہاڑی کے مالک کا نام تھا۔ جس پر دارالحکومت تعمیر ہوا تھا۔ اسی شہر میں احاب بادشاہ (۸۷۵ ق م) نے بعل (بت) کا معبد بنوایا تھا۔ (ڈاب۔ ص ۶۰۱) اسرائیل کی حکومت کے خاتمہ کے بعد سامرہ میں ایک ایسی تورات رائج ہو گئی تھی۔ جو اصل تورات سے قدرے مختلف تھی۔ اس کے پیرو بھی سامری کہلاتے تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامری کا اس فرقے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کیونکہ وہ صدیوں پہلے فوت ہو چکا تھا۔

سامرہ کے متعلق شہرستانی (۵۳۸ھ = ۱۱۵۳ء) لکھتے ہیں کہ بنو داہ کا یہ فرقہ، بیت المقدس کے پہاڑوں میں آباد تھا۔ یہ حضرت یوشع کے بعد صرف ایک نبی کے آنے کا قائل تھا۔ ان کے کئی فرقے تھے۔ مثلاً کوستانہ جو آخرت کا قائل تھا۔ (دوستانہ، جو آخرت کا منکر تھا اور یہ ایک ٹھوٹے مدعی نبوت (الغفان) کے پیرو تھے۔ ان کا قبلہ بیت المقدس اور نابلس کے درمیان ایک پہاڑ تھا جس کا نام تھا۔ غزیرہ۔ (المکمل والتحل۔ ص ۲۱۸)

مآخذ:- ۱۔ ڈاب۔ ص ۶۰۱، ۲۔ پیپلز۔ ص ۹۶۵، ۳۔ اعلام۔ ص ۱۱۹،
۴۔ شاس۔ ص ۵۰۱، ۵۔ قرآن حکیم، ۶۔ الملیل والنحل۔ ص ۲۱۸،

۱۱۲۔ سبأ

سبأ ایک قحطانی قبیلے کا جدِ اول تھا۔ نام عبد شمس اور لقب سبأ۔
عربوں کے ہاں اس کا شجرہ نسب یوں ہے:-
سبأ بن یثجب بن یثرب بن قحطان۔ (قصص۔ ج ۳، ص ۲۸۷)
لیکن تورات (پ ۲۵/۱۰-۳۰) میں یوں:-
سبأ بن قحطان بن عمر بن سح بن ارفکسند بن سام بن نوح۔

جب آل سبأ نے صنعاء سے حضرموت تک حکومت قائم کر لی۔ تو ان کا ملک نیز دار الحکومت بھی سبأ کہلانے
لگا۔ اس کا دوسرا نام مارب تھا۔ بعض لوگ سبأ و مارب میں کچھ تمیز کرتے ہیں۔ لیکن تاریخی لحاظ سے اس کی کوئی بنیاد
نہیں۔ (ارض۔ ج ۱، ص ۲۴۷)

حکومت سبأ

آل سبأ نے حکومت کی بنیاد کب ڈالی تھی؟
تاریخ اس کا قطعی جواب نہیں دے سکتی۔
مؤرخین کا اندازہ یہ ہے۔ کہ اس حکومت کے تین دور تھے:-
پہلا۔ ۱۱۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک۔ یہ سلاطین مکارب کہلاتے تھے۔
دوسرا۔ ۵۵۰ ق م سے ۱۱۵ ق م تک۔ سبیلِ عرم کا حادثہ اسی دور میں پیش آیا تھا۔ اور اس کے بادشاہ ملوک سبأ کے نام
سے مشہور تھے۔

اس کے بعد ملوک حمیر کا زمانہ آیا۔

ان کے دو سلسلے تھے:-

اول۔ ملوک حمیر۔ جن کی حکومت صرف یمن پر تھی۔ اور جن کا زمانہ ۱۱۵ ق م سے ۲۸۰ میلادی تک تھا۔
دوم۔ تاجعہ۔ جو ۲۸۰ء سے ۵۲۵ء تک یمن اور حضرموت ہر دو پر حکومت کرتے رہے۔
(قصص۔ ج ۳، ص ۲۹۷)

اس طویل دور میں ان کا دار الحکومت کبھی سبأ رہا۔ کبھی صنعاء اور کبھی طغفار۔ (ڈاب۔ ص ۶۳۳)

۱۔ موجودہ نقشوں میں صنعاء کے قریب مشرق کی طرف ایک شہر مارب کے نام سے نظر آتا ہے۔ پرانے زمانے میں اسی کو سبأ
کہتے تھے۔

۲۔ حضرموت کے قریب عمان کا ایک صوبہ نیز ایک قصبہ۔

شاہانِ سبا

سلطنتِ سبا کے تین ادوار میں سلاطین کے نام کیا تھے؟

ترتیب کیا تھی؟

اور تاریخیں کون سی؟

ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ یمن کی حضریات و کتبات سے صرف چند ناموں کا پتہ چل سکا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:-

۱۔ سلاطینِ مکارب:

ذمر علی مکارب۔ کرب ایل

وتار۔ بن ذمر علی

سمعی علی۔ نیوف۔ بن ذمر علی

شیع امر بنین۔ یدع ایل ذرج

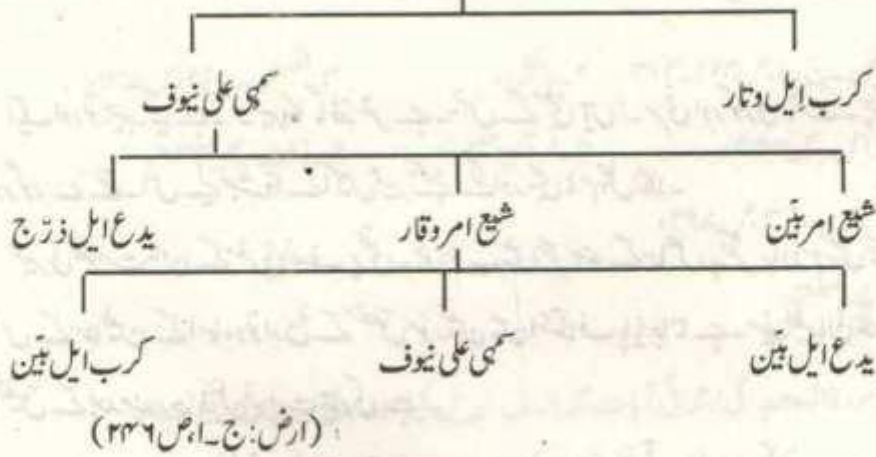
شیع امر وتار۔ کرب ایل بنین

یدع ایل بنین۔

سمعی علی نیوف بن شیع امر۔

شجرۂ نسب:-

ذمر علی مکارب



۲۔ ملوکِ سبا

ان کا دار الحکومت مارب تھا۔ جسے سبا بھی کہتے ہیں۔ یہ یمن کے مشرق میں واقع تھا۔ اس دور کے سکوں میں مارب کے ساتھ سسلحین کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ ایک قصر شامی کا نام تھا۔ ان بادشاہوں کا زمانہ ۵۵۰ ق م سے ۱۱۵ ق م

تک پھیلا ہوا ہے۔

سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن (ج۔ ۱، ص ۲۳۸) میں اس دور کے ملوک کی ایک فہرست دی ہے۔ جس کے بعض نام مشکوک ہیں۔ اور فہرست نامکمل بھی ہے۔ کیونکہ ۳۸۴ برس میں کم از کم تیس چالیس بادشاہوں نے حکومت کی ہوگی۔

لیکن اس فہرست میں صرف سترہ کا ذکر ہے۔ یعنی:-

- | | |
|----------------------------------|----------------------------|
| ۱۔ سمی علی ذرح | ۲۔ کرب ایل بن سمی علی ذرح |
| ۳۔ الیشرح بن سمی علی | ۴۔ سمی علی بن الیشرح |
| ۵۔ شیخ امر | ۶۔ کرب ایل وتار بن شیخ امر |
| ۷۔ یدع ایل بین شیخ امر | ۸۔ وہب ایل یا حوذ |
| ۹۔ کرب ایل وتار یونعم بن وہب ایل | ۱۰۔ یونعم بن وہب ایل |
| ۱۱۔ ذمر علی ذرح | ۱۲۔ نشا کریب یونعم |
| ۱۳۔ وتر و یونعم | ۱۴۔ یکرب ملک وتار |
| ۱۵۔ یارم ایمن | ۱۶۔ شیخ شرجیل |
| ۱۷۔ فرع نیوب | |

۳۔ سلاطین حمیر

جانشینان سبا میں سے پہلے بادشاہ کا نام حمیر تھا۔ اور اسی مناسبت سے یہ سلسلہ شاہان حمیر کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ایک اور وجہ یہ ہے۔ کہ حمیر کا مأخذ حر ہے۔ جس کے معنی ہیں:- سرفی اور گوری رنگت۔ چونکہ اہل یمن سرخ اور گورے تھے۔ اس لیے جشہ والے انہیں حمیر کہنے لگے اور یہی نام چل نکلا۔

حمیر کی حکومت یمن کے مغربی نصف پر تھی۔ جو جنوب میں بحر ہند کے ساحل پہ تقریباً دو سو میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے سلاطین کے اسماء و تواریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے بڑی تلاش و تحقیق کے بعد مندرجہ ذیل فہرست تیار کی ہے:-

- | | | |
|----|-------------|------------|
| ۱۔ | الیشرح مخضب | ۵۰۔ ۳۰ ق م |
| ۲۔ | شیمیل بین | ۳۰۔ ۲۰ ق م |
| ۳۔ | الیشرح محمل | ۲۰۔ ۰ ق م |

۴	:	ذمر علی بنین	۳۰-۱ء
۵	:	کرب ایل و تار یونیم	۶۰-۳۰ء
۶	:	ملک امر	۸۰-۶۰ء
۷	:	ذمر علی ذرح	۱۰۰-۸۰ء
۸	:	یفرع بنیم	۱۲۰-۱۰۰ء
۹	:	ہو فقت اشوع	۱۴۰-۱۲۰ء
۱۰	:	شید وایکن	۱۶۰-۱۴۰ء
۱۱	:	وہب ایل بنجر	۱۹۰-۱۶۰ء
۱۲	:	لغزوفان بہ صدق	۲۲۰-۱۹۰ء
۱۳	:	یاسر بہ صدق	۲۴۰-۲۲۰ء
۱۴	:	ذمر علی بہتر	۲۷۰-۲۴۰ء
۱۵	:	یاسر یونیم	۲۸۰-۲۷۰ء

۴۔ تباہ

تباہ کا دور ۲۸۰ء سے شروع ہو کر ۵۲۵ء پہ ختم ہوتا ہے۔ اس ۲۴۵ برس کی مدت میں کتنے تیغ برسر اقتدار رہے۔ اس کے متعلق ہماری معلومات یقینی نہیں۔ ہمیں صرف ۱۳/۱۳ تباہ کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ ان کی فہرست عنوان تیغ۔ شمار ۷ کے تحت دیکھیے۔

مآخذ:- ۱۔ ارض۔ ج۔ ۱، ص ۲۲۳-۳۰۴، ۲۔ بابل، ۳۔ قصص۔ ج ۲، ص ۱۳۷،

۴۔ ڈاس۔ ص ۵۵۰، ۵۔ قرآن حکیم، ۶۔ ذاب۔ ص ۶۳۳،

۷۔ قصص۔ ج ۳، ص ۲۹۷،

۱۱۳۔ سدرۃ المُنْتَهِی

”قرآن کی سورۃ الکجھ کی ابتدائی آیات میں نزوک جبریل کی صورت یوں بیان ہوئی ہے:-

”اس ستارے کی قسم جو افق سے نکل کر اوپر کو چڑھتا ہے۔ کہ تمہارا ساتھی (محمدؐ) نہ تو بہکا اور

بھٹکا ہے۔ نہ کوئی بات دل سے گھڑتا ہے۔ بلکہ جو کچھ کہتا ہے۔ وہ وحی ہوتی ہے۔ اسے ایک

مہیب اور طاقت ور فرشتے نے یوں تعلیم دی۔ کہ وہ پہلے ایک بلند افق پہ نمودار ہوا۔ پھر نیچے

اترا۔ اور اتنا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس میں اور رسول میں دو کمانوں (ایک ہاتھ) کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ نے اپنے بندے کو جو کہنا تھا۔ سو کہا۔ رسول کے دل نے اس کے مشاہدہ کی تصدیق کی۔ کہ تمہیں اس کے مشاہدات میں شک ہے؟ رسول نے جبریل کو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس۔ جس کے نواح میں پرسکون جنت ہے۔ اس وقت سدرہ پر نور و سرور کا عجیب عالم تھا۔ آنکھ کو اس منظر کے دیکھنے میں کوئی غلطی نہیں لگی۔“ نجم۔ ۱۔ ۱۶)

ان آیات سے اتنا تو واضح ہے۔ کہ:

سدرۃ المنتہی آسمانی وسعتوں میں ایک ایسا مقام ہے۔ جس کے پاس ہی جنت ہے۔ لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں۔ کہ یہ مقام کہاں اور کتنی دور ہے؟

مفسرین نے صرف اتنا ہی کہا ہے۔ کہ یہ بیری کا ایک گھنا اور اونچا درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں۔ اور شاخیں ساتویں آسمان پر۔ انسان کے برے اعمال بطن زمین (جہنم) کی طرف جاتے ہیں۔ اور اعمال صالحہ بلند یوں کی طرف، جن کی آخری حد سدرہ ہے۔ اس سے آگے کوئی عمل قطعاً نہیں جاسکتا۔ یہ مقام لعرش کی دائیں جانب واقع ہے۔

مآخذ: ۱۔ منتہی الارب۔ ج۔ ۱، ص ۳۱۷، ۲۔ جلالین اور دیگر تفاسیر و تراجم،

۱۱۴۔ سلیمانؑ

حضرت داؤد علیہ السلام کا سب سے چھوٹا بچہ۔ جو بڑھاپے میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی والدہ کا نام بت شوع تھا۔ (۱۔ تواریخ۔ ۵/۳)

پہلے (ص ۱۰۴۳) میں اس کا سال ولادت ۹۹۰ ق م دیا ہوا ہے۔ اور بعض دیگر مآخذ میں ۱۰۳۵۔ اور ۱۰۴۵ ق م۔ اس کے اٹھارہ بھائی اور بھی تھے۔ جن میں سے چھ (اسون۔ دانیال۔ ابی سلوم وغیرہ) ان سات سالوں میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت داؤد کی حکومت صرف حبرون پر تھی۔ بعد میں جب آپ یروشلم پر بھی قابض ہو گئے۔ تو اس ۳۳ سالہ دور میں آپ کے ہاں مزید بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ مثلاً: سمعا۔ سوباب۔ ابجار وغیرہ۔

(۱۔ تواریخ۔ ۱/۳)

ان میں سلیمان سب سے یا اپنے حقیقی تین بھائیوں سے چھوٹا تھا۔ اس کا نام ماں نے سلیمان (خدائے امن و سلام) رکھا۔ لیکن اس دور کے ایک نبی "ناتن" نے لفظ "داؤد" (محبوب۔ پیارا) کی مناسبت سے اسے یہ یہ (محبوب خدا) کا نام دیا۔ (۲۔ سموئیل۔ ۲۵/۱۲)

آج انسان کے بنائے ہوئے، اکٹ مریخ تک پہنچ چکے ہیں اور وہاں کی تصاویر نیچے بھیج رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ کل یہ سدرہ وخت کو بھی ڈھونڈ نکالیں۔

جب سلیمان ۱۰/۱۱ برس کی عمر کو پہنچا۔ تو اس کے ایک بھائی ابی سلوم نے باپ کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور حضرت داؤد، سلیمان کو ہمراہ لے کر یوروشلم سے چلے گئے۔ دریائے جاردن کے مشرقی کنارے پر باپ۔ بیٹے میں جنگ ہوئی۔ ابی سلوم مارا گیا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام یوروشلم میں واپس آ گئے۔ (۲۔ سموئیل ۱۵۔ ۱۸)

چونکہ اب آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور ان کے بعض بیٹے اقتدار کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔ اس لیے آپ نے سلیمان کو اپنا جانشین بنالیا۔

سلیمان کا رنگ گورا۔ قد اونچا۔ جسم توانا۔ سر بڑا۔ آنکھیں چمکیلی۔ بال گھنے اور چال متوازن تھی۔ آپ شگفتہ ظرافت اور تیز ذہانت کے مالک تھے۔ کردار بلند اور روح پاکیزہ۔ آپ نے ۱۰۱۵ ق م سے ۹۷۵ ق م تک چالیس برس سلطنت کی۔ ۱۰۱۱ ق م میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع کرائی۔ اور یہ ۱۰۰۴ ق م میں مکمل ہو گئی۔ آپ نے فرعون کی ایک بیٹی سے شادی کر کے مصر سے بھی تعلقات استوار کر لیے تھے۔ (ذاب۔ ص ۶۶۱)

آپ بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے۔ آپ کے پاس چالیس ہزار طویلے اور بارہ ہزار سوار سپاہی تھے۔ (۱۔ سلاطین۔ ۲۶/۴)

آپ کی حکومت فرات سے مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔ (۱۔ سلاطین۔ ۲۱/۴)

اللہ نے دانش و حکمت سے بھی آپ کو بہرہ وافر دیا تھا۔ اس پر آپ کی کتاب ”امثال“ (بائبل میں شامل) شاہد ہے۔

آپ علم سحر کے ماہر۔ پرندوں کی زبان سے آشنا اور جنات و ارواح کے آقا تھے۔ آپ کا تخت ہوا میں اڑ سکتا تھا۔ آپ کا وزیر آصف بن برخیا بھی علم سحر کا امام تھا۔ اور آپ عربی رسم الخط کے موجد تھے۔ (شاس۔ ص ۵۵۱)

گلاسکو کے ایک مستشرق مسٹر ڈبلیو۔ بی۔ سٹیونسن نے ۱۹۲۰ء میں ”سلیمان اور چشم بد“ کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ جس میں بتایا تھا۔ کہ کس طرح اسرائیلی و غیر اسرائیلی مائیں اپنے بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے سلیمان کے نام اور کلام سے مدد لیتی ہیں۔ یہ مضمون گلاسکو ہی کے ایک جریدے (Studia Semitica el Orientalia) میں شائع ہوا تھا۔ (شاس۔ ص ۵۵۱)

سلیمان و بلقیس کی کہانی شمار۔ ۴۸ میں گزری ہے۔ آپ کے متعلق باقی تفصیل مثلاً آپ کی قوت فیصلہ۔ آپ کا لشکر اور وادی نملہ۔ ایک شام چند گھوڑوں کو کاٹ پھینکنا۔ جنات سے خدمت لینا۔ ہند کی حقیقت وغیرہ، قصص القرآن کی جلد دوم میں صفحہ ۹۶ سے ۷۵۷ تک دیکھیے۔

تاریخ وفات

گو اسرائیلی تاریخ کے اکثر واقعات پہ محققین کا اتفاق نہیں ہے۔ اور ہمیں ایک ہی واقعہ کی مختلف تاریخیں ملتی

ہیں۔ تاہم عام رائے یہ ہے کہ ”کمینین ٹوبائل“ کی تاریخیں صحت کے قریب تر ہیں۔
 اس میں لکھا ہے (ص ۱۸۲)۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات ۱۰۱۵ ق م میں ہوئی تھی۔ اور سلیمان داؤد
 کی وفات سے چند ماہ پہلے بادشاہ بنے تھے۔
 قاضی بیضاوی لکھتے ہیں (قصص۔ ج ۲، ص ۱۶۸)۔ کہ جلوس (تخت نشینی) کے وقت آپ کی عمر صرف تیرہ
 سال تھی۔

ممکن ہے۔ کہ روایت صحیح ہی ہو۔ کیونکہ یروشلم کے ۳۳ سالہ دور حکومت میں حضرت داؤد کے ہاں بارہ بچے
 پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے سلیمان یا تو سب سے چھوٹا تھا۔ اس صورت میں تخت نشینی کے وقت اس کی عمر تیرہ کے
 قریب ہی بنتی ہے۔ اور یا اپنے مین حقیقی بھائیوں سے چھوٹا تھا۔ اگر یہ صورت ہو۔ تو پھر جلوس کے وقت وہ ۲۰/۱۹
 سال کا ہوگا۔ اس کی تائید حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک قول سے ہوتی ہے۔ آپ نے سلیمان کو بادشاہ بنانے کے
 بعد اپنے درباریوں سے کہا تھا:-

”کہ خدا نے فقط میرے بیٹے سلیمان کو بادشاہی کے لیے چنا ہے، اور وہ ہنوز لڑکا اور ناتجربہ کار ہے، اور کام
 بڑا ہے۔۔۔۔۔“ (۱۔ تواریخ۔ ۱/۲۹)

لڑکپن ۸/۷ برس سے شروع ہر کر ۲۰/۱۹ برس تک رہتا ہے۔ اس حساب سے آپ کی ولادت ۱۰۳۵ ق م میں
 بنتی ہے۔

چونکہ آپ نے چالیس سال بادشاہی کی تھی۔ اس لیے آپ کا سال وفات ۹۷۵ ق م نکلتا ہے۔

مزار

آپ کے مزار کے متعلق تین روایات ہیں:-

اول۔ کہ آپ مسجد اقصیٰ میں دفن ہوئے تھے۔

دوم۔ کہ آپ کی قبر بحیرہ طبریہ کے مغربی ساحل پر تھی۔

سوم۔ کہ آپ کا مزار طبریہ میں ڈوب گیا تھا۔ اور بعد کی کھدائیوں میں برآمد ہوا ہے۔

قبر کی ہیئت یوں ہے کہ:-

ایک تہ خانے میں تخت بچھا ہوا ہے۔ اوپر حضرت سلیمان لیٹے ہوئے ہیں۔ خاتم بدستور انگلی

میں ہے۔ اور بارہ محافظ ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں۔ (شاس۔ ص ۵۵۱)

مآخذ:- ۱۔ شاس۔ ص ۵۵۱، ۲۔ ڈاب۔ ص ۶۶۱، ۳۔ قصص۔ ج ۲، ص ۹۶، ۱۶۸، ۱۷۵،

۴۔ ڈاس۔ ص ۶۰۱، ۵۔ اعلام۔ ص ۱۲۱، ۶۔ بابل۔،

۷۔ قرآن مقدس، ۸۔ پیپلز۔ ص ۱۰۴۳،

۱۱۵۔ سُوَاع

قوم نوح کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا كُبَّارًا ۚ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا
سُوَاعًا ۚ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۚ

(نوح: ۲۲-۲۳)

(قوم نوح کے رؤساء نے سازشیں کیں۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ اپنے خداؤں کو مت چھوڑو۔

اور ود۔ سُوَاع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر کی عبادت ترک نہ کرو)

یا قوت مخوی (معجم۔ ج۔ ۸ "وَد") لکھتا ہے کہ آل قاتیل کے پانچ دانشمندوں کا نام:- ود، سُوَاع، یغوث، یعوق اور نسر تھا۔ اتفاقاً یہ کسی وبا کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ اور ساری قوم غم میں ڈوب گئی۔ اس پر ایک سنگتراش نے ان کے مجسمے تیار کیے۔ تاکہ انہیں دیکھ کر لوگ کچھ تسکین حاصل کریں۔ پہلے تو ان کی تعظیم ہوتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ عبادت میں بدل گئی۔ جب طوفان نوح عرب کی طرف بڑھا۔ تو یہ بت بھی بہہ نکلے۔ اور بحر احمر کے ساحل تک جا پہنچے۔ جب طوفان تھا۔ تو لوگوں نے انہیں ادھر ادھر سے سمیٹ کر جدہ کے قریب جمع کر دیا۔

ایک دفعہ قبیلہ ازد (یمین) کا ایک سردار عمرو بن لُحی وہاں جا نکلا۔ اپنے ایک جن ملازم ابو تہامہ کو حکم دیا۔ کہ وہ ان بتوں کو تہامہ میں پہنچا دے۔ اور پھر حج کے موقع پر اعلان کیا کہ اسے اسلاف کے چند قدیم اصنام ملے ہیں۔ جو قبیلہ ان کی پرستش کرنا چاہے۔ وہ لے سکتا ہے۔ چنانچہ:-

☆ بنو قُضَاعہ کے رئیس عوف بن عذرہ نے وُد لیا۔ اور اسے دُومۃ الجندل (شمال عرب کا سرحدی قصبہ) میں جانصب کر دیا۔

☆ سُوَاع تہامہ کے بنو ہذیل کو ملا۔

☆ یَعُوق کو بنو ہمدان (یمین) کا ایک سردار مالک بن مرثد بن شُثم اٹھا لایا۔ اور اپنے قبیلہ کی ایک بستی تخیوان میں نصب کر دیا۔

☆ نسر بنو حمیر کے معدی کرب کو مل گیا۔ اور

☆ یغوث یمین کے ایک قبیلے مذحج کے حصے میں آیا۔ جس کی عبادت میں بنو مراد بھی شامل ہو گئے۔

ایک دفعہ بنو مراد نے اس بت کو بنو مذحج سے چھیننے کے لیے ان پر حملہ کر دیا۔ لیکن شکست کھائی۔ یہ جنگ یوم بدر کو ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد نجران کا ایک قبیلہ (بنو عقیف) اس بت کو چھین کر نجران میں لے گیا۔ (معجم۔ ج۔ ۸، ص ۵۱۰)

مولانا احمد رضا خان بریلوی اس آیت کے متعلق حاشیے پہ لکھتے ہیں۔ کہ:

- ☆ وِدْکِ ہِیْتِ مرد کی تھی۔
- ☆ سَوَاعِ کی شکل عورت کی۔
- ☆ یغوث شیر کی ہِیْتِ پہ تھا۔
- ☆ یعوق گھوڑے کی اور
- ☆ نسر کرگس کی۔ (القرآن الکریم۔ ترجمہ مولانا احمد رضا خان۔ ص ۸۳۱)

۱۱۶۔ سِلِّ عَرَم

ملوک سب نے مآرب کے پاس دو پہاڑیوں کے درمیان ایک بند لگا کر پانی روک لیا تھا۔ جس سے وہ اپنی زمینوں اور باغوں کو سیراب کرتے تھے۔ جب یہ لوگ عیاشی میں پڑ گئے۔ تو انہیں سزا دینے کے لیے اللہ نے یہ بند توڑ دیا۔

فَاعْرِضْهُمُ افْرِضْ لَنَا عَلَیْهِمْ سِلِّ الْعَرَمِ۔ (سبا: ۱۶)

(ان لوگوں نے ہم سے منہ موڑ لیا۔ اور ہم نے انہیں سِلِّ عَرَم سے تباہ کر دیا)

عَرَم جمع ہے عَرْمہ کی۔ جس کے معنی ہیں:۔ بند۔ کسی وادی میں دیوار۔ اور شدید بارش (مُخِجِد)

اہل یمن اس وادی کو، جس میں بند لگایا گیا تھا۔ عَرَم کہتے تھے۔ (ارض۔ ج۔ ۱، ص ۲۵۴)

یہ وادی کوہ ابلق میں تھی۔ جو مآرب کے جنوب میں شرقاً۔ غرباً پھیلا ہوا تھا۔ وادی کا نام اُفْرَہ تھا۔ اس کا بند سلاطین مکارب میں سے کسی نے بنوایا تھا۔ کانس (ص ۳۴۹) میں اس کا نام لقمان بن عاد یا عبد شمس سبأ تھا۔ لیکن وہاں کے کتبوں میں چند اور ملوک کے نام بھی درج ہیں۔ جنہوں نے اس کی تعمیر اول یا ثانی یا مرمت میں حصہ لیا تھا۔ ان کتبات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ بند مکمل تباہی سے پہلے دو دفعہ ٹوٹا تھا۔

اولاً۔ پانچویں صدی میلادی کے وسط میں۔ اور

ثانیاً۔ چھٹی صدی میلادی کے نصف اول میں۔

تعمیر و مرمت میں حصہ لینے والوں کے نام یہ ہیں:-

☆ شیخ آثر بنین ☆ علی بنوف ☆ سمعی علی بنوف

☆ کرب علی بنین ☆ ذمر علی ذرح اور

☆ یدع ایل اوتار (ارض۔ ج۔ ۱، ص ۲۵۵، اور کانس۔ ص ۳۴۹)

سید سلیمان ایک یورپی سیاح ”ارناؤ“ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کہ:-

یہ بند ڈیڑھ سو فٹ لمبا اور پچاس فٹ چوڑا تھا۔ اور اس کی ایک تہائی اب بھی موجود ہے۔

(ارض۔ ج۔ ۱، ص ۲۵۵)

لیکن کانس (ص ۳۴۹) میں اس کی لمبائی ۶۰ انٹ، چوڑائی ساٹھ فٹ دی ہوئی ہے۔ سدّ مآرب کے ایک کتبہ کے مطابق، جو ابرہہ نے وہاں نصب کیا تھا۔ سیل عرم ۵۴۲ء میں آیا تھا۔ (ارض۔ ج ۱۔ ص ۳۱۸)

یا قوت حموی (مجم۔ ج ۷ مآرب) لکھتا ہے۔ کہ سبا، یمن کا ایک رئیس تھا۔ جس کے دو بیٹوں کا نام کھلان و حمیر تھا۔ سیل عرم کے زمانے میں ان کی اولاد یمن پہ حکمران تھی۔

☆ کھلانی مآرب کے حاکم تھے۔ اور ☆ حمیری باقی یمن کے۔

کھلانیوں کا سردار عمرو بن عامر تھا۔ جو بند ٹوٹنے سے قدرے پہلے مر گیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی عمران بن عامر مسند نشین ہوا۔

ایک دن مآرب کی ایک کاہنہ عمران کے ہاں گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ بہت جلد ایک سیلاب آ رہا ہے۔ جس سے مآرب تباہ ہو جائے گا۔

چونکہ سیلاب کا خطرہ سدّ عرم کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے عمران اس کے معائنہ کے لیے گیا۔ دیکھا۔ کہ وہاں چوہوں نے جا بجا سوراخ کر دیے ہیں۔ واپس آتے ہی اس نے اپنی قوم کو تو سب کچھ بتا دیا۔ لیکن آل حمیر سے بات چھپالی۔ پھر اپنی ساری جائیداد حمیر کے پاس بیچ کر اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔

ان کی منازل یہ تھیں:-

نام	تعارف	منزل
عمران بن عمرو بن عامر	مآرب کا سردار	نحمان
جفنه بن عمرو بن عامر	عمران کا بھائی	شام
ثعلبہ	عمران کا بھتیجا	حجاز
حارثہ ابن ثعلبہ	ثعلبہ کا بیٹا	مدینہ: اوس و خزرج
حارثہ	عمران کا بھائی	اسی کی اولاد ہیں
رکندہ۔ قضاہ	کھلان کی شاخیں	مکہ میں سے بنو جرہم کو نکال کر قابض ہو گیا تھا
غسان	شاخ	نجد
لخم۔ جذام	شاخیں	شام
		عراق

دیگر تفصیل کے لیے دیکھیے:- ”سبا“۔ ۱۱۲

مآخذ:- ۱۔ ارض۔ ج۔ ۱، ص ۲۵۴-۲۲۱، ۲۔ معجم۔ ج۔ ۷، "مارب"، ۳۔ قصص۔ ج۔ ۲، ص ۱۳۷، ۴۔ مُجَدِّد "عِزْم"، ۵۔ قرآن حکیم،

۱۱۔ سَیناء (طُور)

قرآن میں سَیناء مفتوح سین آیا ہے۔ لیکن بکسر سین بھی صحیح ہے۔

(جلالین۔ ص ۲۸۳)

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالذُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْكَالِينِ ۝ (مومنون: ۲۰)

(اللہ طو سینا سے ایک ایسا درخت (ذہنون) پیدا کرتا ہے۔ جس سے تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن نکلتا ہے۔ یعنی لوگ گھی کی طرح اس تیل کو روٹی کے ساتھ کھاتے ہیں) سورہ اتین میں طور کے ساتھ سینین کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی، جلالین کے مطابق (ص ۵۰۰)، مبارک۔ اور خوش منظر ہیں۔

پہلے انسانیکلو پید یا میں لفظ "سینا" کے تحت لکھا ہے (ص ۱۰۳۵)۔ کہ یہ لفظ عبرانی زبان کا ہے۔

جس کے معنی ہیں:- خاردار اور کٹی پھٹی زمین۔

ایک اور تو جیہ یہ ہے۔ کہ یہ "سن" سے ماخوذ ہے۔

جس کے معنی ہیں:- چاند دیوتا۔

چاند کی پرستش پہلے بابل میں ہوتی تھی۔ وہاں سے یہ صحرائے سینا تک پھیل گئی۔ اور اسی مناسبت سے یہ سینا کہلانے لگا۔

حیر کے ایک کتبے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یمن میں بھی چاند کی پوجا ہوتی تھی۔

سَینا کیا ہے؟

آج کل سیناء اس مثلث خطہ زمین یا جزیرہ نما کا نام ہے۔ جو خلیج عقبہ اور خلیج سوز کے مابین واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۲۴۰ میل اور چوڑائی ۱۲۰ میل کے قریب ہے۔ لیکن عہد موسیٰ میں یہ چار حصوں میں منقسم تھا:-

☆ نیچے جنوب میں صحرائے سن۔ ☆ شمال مغرب میں صحرائے ثور۔

☆ شمال مشرق میں صحرائے زین۔ اور

☆ اس سے ذرا نیچے صحرائے فاران تھا۔

ل فاران نام کے دو صحرائے تھے:-

ایک جزیرہ نما سینا میں تھا اور دوسرا وہ جس میں مکہ واقع ہے۔

سینا اس پہاڑ کا نام بھی تھا۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دس احکام عطا ہوئے تھے۔ یہ پہاڑ ایک بڑے پہاڑ یعنی حوراب کا ایک حصہ تھا۔ حوراب خلیج عقبہ سے دور تک مغرب میں پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کے دامن میں جابجا سرسبز ٹیلے تھے۔ جو گرد و نواح کے ہموار میدانوں سے ملے ہوئے تھے۔ اس کی بلند ترین چوٹی نو ہزار تین سو فٹ تھی۔ یہ تین حصوں میں منقسم تھا:-

اول۔ شمال مغربی حصہ۔ جس کے شمال میں وادی فاران تھی۔ بلندی ۶۷۵۹ فٹ، اور اس کا نام جبل سربیل تھا۔ یہ وسطی حصے (جبل موسیٰ) سے تیس میل مغرب میں تھا۔

دوم۔ وسطی حصہ۔ جس کے شمال میں وادی الشیخ تھی۔ یہ سینا نیز جبل موسیٰ کے نام سے مشہور تھا۔

سوم۔ جبل موسیٰ کے مشرق میں کوہ کتھرین کی چوٹی۔ جو ۸۷۰۵ فٹ اونچی تھی۔

(ذاب۔ ص ۶۵۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا دیدار کہاں ہوا تھا؟

اس کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ:-

کوہ سربیل پہ ہوا تھا۔

اور بعض جبل موسیٰ کی ایک بلند چوٹی کا نام لیتے ہیں۔

لیکن یہ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ ان پہاڑوں کے دامن میں سوا چھ لاکھ اسرائیلیوں کو ٹھہرانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ وہاں ہر طرف چٹانیں اور خاردار پودے تھے۔ اور تورات میں بوضاحت مذکور ہے کہ:-

جب حضرت موسیٰ پہ تجلّی نازل ہوئی۔ تو اس منظر کو دامن کوہ سے تمام اسرائیلی دیکھ رہے تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ تجلّی ایک ایسے مقام پہ ہوئی ہوگی۔ جس کے دامن میں دور تک ہموار میدان ہو۔ اور یہ مقام جبل موسیٰ کا وہ شمال مغربی حصہ ہی ہو سکتا ہے۔ جس کی بلندی ذرا کم ہے۔ اور جس کے ساتھ سینکڑوں ٹیلے سامنے کے شمالی میدان الزاحہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہیں ہم کلام ہوا تھا۔ یہیں آپ کو الواح عطا ہوئی تھیں اور اسی کا نام طو ر سینا ہے۔

ماخذ:- ۱۔ پیپلز۔ ص ۱۰۳۵، ۲۔ ذاب۔ ص ۶۵۵، ۳۔ جلالین۔ ص ۵۰۰، ۴۔ قرآن حکیم،

۵۔ بائبل،

لفظی معنی :- درخت

اس سے مراد وہ درخت ہے۔ جس کے نیچے حضور صلعم نے حدیبیہ میں صحابہ کرام سے بیعت لی تھی۔ عربوں کے ہاں اس درخت کا نام سُمرہ تھا۔

بات یوں ہوئی۔ کہ حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس سے حضور ﷺ کو بے اندازہ مسرت ہوئی اور پندرہ سو صحابہ کو ہمراہ لے کر چھٹے سال ہجری کے ذی القعدہ میں مکہ کو چل دیے۔ اور تمام امور پر یاسر بن عبد اللہ بن اُمّ مکتوم کے سپرد کر گئے۔

جب یہ خبر اہل مکہ تک پہنچی۔ تو ان کے لشکر مکہ کے باہر مقابلہ کے لیے آ گئے۔

حضور صلعم حد و حرم کے قریب چارہ حدیبیہ پہ جائزہ لے (یہ مقام مکہ سے آٹھ میل دور تھا) اور حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر مکہ میں بایں پیغام بھیجا۔ کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں، بلکہ عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے ہمیں مت روکیے۔

جب حضرت عثمانؓ نہ آئے اور ہر طرف یہ افواہ پھیل گئی۔ کہ حضرت عثمانؓ کو مکہ والوں نے شہید کر ڈالا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ کرام سے جہاد پہ بیعت لی۔ یہ خبر مکہ میں پہنچی۔ تو اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو ربا کر دیا۔ اور ساتھ ہی عروہ بن مسعود اور سہیل کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے شرائط ذیل پر حضور ﷺ سے صلح کرنی۔

ا۔ کہ جاہلین دس سال تک ایک دوسرے پہ حملہ نہیں کریں گے۔

ب۔ کہ مسلمانوں کو اگلے سال طواف کی اجازت ہوگی۔

ج۔ کہ قبائل عرب کو اہل مکہ یا مسلمانوں کی مدد کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔

د۔ کہ اگر کوئی قریشی مدینہ میں جا کر مسلمان ہو گیا تو حضور ﷺ اس کو لوٹا دیں گے اور اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں آ گیا۔ تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ تھا معاہدہ حدیبیہ۔

اور وہ تھی بیعت رضوان جو سُمرہ درخت کے نیچے لی گئی تھی۔

حضور صلعم حدیبیہ میں بیس یوم رہے۔ اور پھر واپس چل پڑے۔ جب ایک مقام صحنان میں پہنچے۔ تو سورہ

الفتح نازل ہوئی۔ جس میں اس معاہدہ کو فتح کہا گیا۔ اور بیعت کرنے والوں کو اللہ نے اپنی رضا (رضوان) و خوشنودی کی خبر دی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(فتح: ۱۸)

(جب مومن درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پہ بیعت کر رہے تھے۔ تو اللہ ان کے اس عمل

سے بہت خوش ہوا)

مآخذ: ۱۔ التلخیص ص ۳۰، ۲۔ رحمۃ اللعالمین ج ۱، ص ۲۷۹، ۳۔ ترجمہ قرآن از احمد رضا خان ص ۴۲

۱۱۹۔ شعریٰ

وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۚ وَإِنَّهُ أَهْلَكَ عَادَانَ الْأُولَىٰ ۚ

وَتُؤَمُّدُ فَمَا أَبْقَىٰ ۚ (نجم: ۳۹-۵۱)

(وہ شعریٰ ستارے کا رب ہے۔ اس نے عادِ اُولیٰ کو تباہ کیا۔ اور ثمود کو بھی باقی نہ چھوڑا)

صاحب جلالین لکھتا ہے۔ کہ:-

شعریٰ برج جوزا کے ایک ستارے کا نام ہے۔ جو گرمیوں میں طلوع ہوتا ہے۔ اور عرب کا

ایک قبیلہ ”بنو خزاعہ“ اس کی عبادت کیا کرتا تھا۔ (جلالین ص ۴۳)

۱۲۰۔ شعیب

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کو قتل کرنے کے بعد مصر سے بھاگ نکلے۔ تو سفر کے دوران مدین کے

ایک کنویں پہ دم لینے کے لیے رکے۔ وہاں ان کی نظر دو لڑکیوں پہ پڑی۔ جو اپنے ریوڑ کے ساتھ اس انتظار میں کھڑی

تھیں۔ کہ باقی گڈریے نہیں۔ تو یہ آگے بڑھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی بے بسی پہ رحم آ گیا۔ اٹھے، کنویں

سے پانی نکال کر ان کے ریوڑ کو پلایا۔ اور دوبارہ درخت کے نیچے لیٹ گئے۔

کچھ دیر کے بعد ایک لڑکی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ کہ میرے بپا آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت

موسیٰ اس کے ساتھ ہو لیے اور وہاں جا کر اپنی ساری کہانی اس کے والد کو سنائی۔

اس بزرگ نے پہلے اسے ظالموں سے نجات پانے پہ مبارک دی اور پھر کہا۔ کہ اگر تم یہاں رہ کر سات سال

تک میرے کام کرو گے تو میں اپنی ایک لڑکی تمہارے نکاح میں دے دوں گا۔

جب یہ معیاد گذر گئی۔ تو ایک شام حضرت موسیٰ اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر کہیں چل دیئے۔ کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا۔ کہ وادی حوراب کے ایک درخت میں آپ کو آگ نظر آئی۔ اس کے قریب گئے۔ تو آواز آئی:-

اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ یہ ایک مقدس وادی ہے جو تے اتار کر ہم سے کلام کرو۔ ہم نے تمہیں نبوت کے لیے انتخاب کر لیا ہے۔ اس لیے مصر میں جاؤ۔ اور اپنی قوم کو فرعون کی

غلامی سے نجات دلاؤ۔ (قصص۔ ۲۰-۳۲)

ہماری تمام تفصیلات اور تاریخیں اس بات پر متفق ہیں۔ کہ مدین کے اس بزرگ سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام ہیں۔ یہ انہی کی ہشت سالہ تعلیم و تربیت کا اثر تھا۔ کہ موسیٰ منصب نبوت کے قابل بنے۔

اگر کوئی شعیب آئے مُنیر

شہابی سے کلیسی دو قدم ہے (اقبال)

مدین ایک وسیع علاقے کا نام تھا۔ جو خلیج عقبہ کے شرقی و غربی کنارے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس علاقے کے مرکزی شہر کا نام بھی مدین تھا۔ یہ دراصل حضرت ابراہیمؑ کے ایک فرزند کا نام تھا۔ جو آپ کی ایک بیوی قطورہ کے لطن سے پیدا ہوا تھا۔ (پیدائش۔ ۱/۲۵) اور اس علاقے میں آباد ہو گیا۔ یہ حضرت شعیب کی چوتھی پشت میں تھا۔ شعیب بن میکائیل بن یثغر (عفر) بن مدین بن ابراہیم۔ (اعلام۔ ص ۱۲۷)

حضرت شعیب کی قوم۔ جو مدین اور قریب کے جنگلات (ایک) میں آباد تھی۔ مشرک اور بددیانت تھی۔ ان کے ہاں لینے کے قول الگ تھے اور دینے کے الگ۔ شعیب علیہ السلام نے انہیں بہتیرا سمجھایا۔ لیکن یہ نہ مانے۔ اور اللہ نے انہیں ایک زلزلے سے تباہ کر دیا۔

فَاخَذَهُمُ الرَّجْفَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثِيمٍ ۝

(اعراف: ۹۱)

(انہیں بھونچال نے آلیا۔ اور صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے)

بائبل میں شعیب کے دو نام دیئے ہوئے ہیں:-

اول۔ جتھرو (Jethro)۔ دیکھیے:- خروج۔ ۱/۳

دوم۔ رعوایل (Reuel)۔ ملاحظہ ہو:- گنتی۔ ۲۹/۱۰

بعض اسے حو باب بھی کہتے ہیں۔ لیکن گنتی (۲۹/۱۰) کے مطابق حو باب، رعوایل کا بیٹا تھا۔ جسے حضرت موسیٰ کنعان کے سفر میں مشورے اور رہنمائی کے لیے ساتھ لے گئے تھے۔

حضرت شعیب کی اس بیٹی کا نام جو حضرت موسیٰ کے نکاح میں آئی تھی۔ صُورہ (Zipporah) تھا۔ اس

کے لطن سے دو بچے پیدا ہوئے تھے:-

۱۔ جرشوم اور

۲۔ الیچزر (خروج-۱/۸)

جب وادی طور میں حضرت موسیٰ کو فرعون کے ہاں جانے کا حکم ملا۔ تو وہ اپنی بیوی بچوں کو حضرت شعیب کے ہاں چھوڑ گئے۔

جب واپسی پر کوہ طور سے الواح لے کر ساتھ کے بیاباں میں خیمہ زن ہوئے تو وہاں حضرت شعیب، صفورہ اور اس کے بچوں کو ساتھ لے کر آ گئے۔ (خروج-۵/۱۸)

یہ واقعہ ۱۴۹۱ ق م کا ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر اسی برس تھی اور حضرت شعیب کی ایک سو تیس کے قریب۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں چالیس برس رہے تھے۔ (باؤ-ص ۳۸۵) اور جس روز آپ نے لڑکیوں کے ریوز کو پانی پلایا تھا۔ ایک لڑکی نے کہا تھا۔ کہ: یہاں ریوز ہمیں ہی لانا پڑتا ہے۔ کیونکہ:

وَابْنُكَ شَيْخٌ كَبِيرٌ

ہمارا والد بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور وہ یہاں تک نہیں آ سکتا۔

قیاس یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر نوے کے قریب ہوگی۔ اور چالیس سال بعد اندازاً ایک سو تیس سال۔ ان کی وفات کب ہوئی؟

تمام تاریخیں بائبل سمیت خاموش ہیں۔

خیال یہی ہے۔ کہ:-

طور سے واپس جانے کے بعد وہ جلد ہی فوت ہو گئے ہوں گے۔

مآخذ:- ۱۔ بائبل۔ خروج۔ احبار اور کنفی، ۲۔ عہد بائبل کی کہانی۔ ص ۲۶،

۳۔ ڈاب۔ ”جنتھر“ اور ”Zipporah“،

۴۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۵۰۶، ۵۔ باؤ۔ ص ۳۸۵، ۶۔ قرآن حکیم

۱۲۱۔ شہر حرام

لفظی معنی: عزت والا مہینہ۔

عہد رسول ﷺ میں عرب چار مہینوں کو مقدس سمجھتے تھے۔ یعنی:-

۱۔ ذُو الْقَعْدَہ

۲۔ ذُو الْحِجَّہ

۳۔ مُحَرَّم

۴۔ رَجَب

اور ان میں جنگ و جدال کو حرام قرار دیتے تھے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط (توبہ: ۳۶)

(اللہ کی کتاب میں، اُس دن سے، جب اللہ نے ارض و سما کو پیدا کیا تھا۔ مہینوں کی تعداد بارہ

رہی ہے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں)

۱۲۲۔ شیطان

دیکھیے: ”ابلیس“ شمار۔ ۵

ص

۱۲۳۔ صابئین

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّبِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَزَاءً

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (بقرہ: ۶۲)

(مومن ہوں یا یہود، نصاریٰ ہوں یا صابئین۔ ان میں سے جو بھی خدا و آخرت پر ایمان لائے

کے بعد اچھے کام کرے گا۔ اسے اللہ سے اجر ملے گا۔ اور وہ خوف و غم سے محفوظ رہے گا)

صابئین کون تھے؟ علماء نے اس کے مختلف جواب دیے ہیں۔

ایک گروہ کے ہاں یہ عراق کے ان عیسائیوں کا نام تھا۔ جنہوں نے اپنے مذہب میں بعض یہودی نیز پادری

رسوم و عقائد شامل کر لیے تھے۔ اور حضرت یحییٰ کو حضرت مسیحؑ پر ترجیح دیتے تھے۔ یہ پہلی ساری میلادی میں ظاہر ہوئے

تھے۔ اور ان کے کچھ افراد بعض ممالک میں اب تک موجود ہیں۔

ایک اور گروہ کے ہاں یہ خزان (شام) کا ایک لاندہ بفرقہ تھا۔ جو اپنے آپ کو محض اس لیے صابی کہتا تھا۔ تاکہ وہ اسلامی سلطنت سے وہی رعایات لے سکے۔ جو یہود و نصاریٰ کو حاصل تھیں۔ (شاس۔ ص ۷۷) علامہ شہرستانی لکھتے ہیں۔ کہ:

صابی، صباء سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ ایک طرف کو جھک جانا۔ اور ٹیڑھا ہونا۔ چونکہ یہ لوگ راہِ صداقت کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ اس لیے صابی کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(المسلل۔ ج ۲، ص ۵)

شہرستانی نے المسلل میں صابین پر ۳۵ صفحات کا ایک طویل مقالہ لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ کہ:- یہ لوگ روحانی طاقتوں (فرشتے۔ ارواح) کا احترام عبادت کی حد تک کیا کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد یہ تھا۔ کہ بندے خدائے مقدس تک، جو عقل کل، حی و قیوم اور عظیم بھی ہے، انہی روحانی طاقتوں کی وساطت سے پہنچ سکتے ہیں اور اس کی صورت یہ کہ ہم خواہشات کو چلیں۔ گناہوں سے بچیں اور عبادت سے روح کو پاک کریں۔ سورج، چاند، ستاروں اور عناصر پہ انہی طاقتوں کی حکومت ہے۔ انہی کی خواہش سے مادہ مختلف صورتیں بدلتا ہے۔ زلزلوں، بجلیوں اور سیلابوں پہ انہی کی سلطانی ہے۔ یہ تین نمازیں پڑھتے۔ سور، کتنے، پنجوں سے پکڑنے والے پرندوں اور کبوتر کو حرام سمجھتے تھے۔

چند عباسی خلفا مثلاً مامون۔ القاہر اور الطبع نے انہیں مٹانا چاہا۔ لیکن بعض صابی فضلا (جوان کے درباروں میں تھے) کی سفارش کی وجہ سے رُک گئے۔ (شاس۔ ص ۷۷)

بغداد کے بیت الحکمتہ اور عباسی خلفا کے درباروں میں متعدد صابی علماء علمی و طبی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں:-

☆ ثابت بن قزہ	☆ سنان بن ثابت
☆ ثابت بن سنان	☆ ابراہیم بن سنان
☆ ہلال بن الحسن	☆ ابراہیم بن ہلال
☆ ابوالخلق بن ہلال	☆ ابراہیم بن زہرون
☆ ثابت بن ابراہیم بن زہرون	☆ الجبائی
☆ خازن	☆ ابن الوشیہ

(علمائے عالم)

۷ ان میں صابنہ کا ایک مشہور معبد تھا۔ جس میں چاند کی پرستش ہوتی تھی۔ اسے مصر کے فاطمیوں نے گرا دیا۔ اور گیارہویں صدی میلادی میں ۷ ان سے اس فرقے کے آخری آثار مٹ گئے۔ (شاس۔ ص ۴۷۷)

یہ صرف دو پیغمبروں پر ایمان رکھتے تھے۔ یعنی:-

☆ اور لیس (ہرمس) اور

☆ شیث (عازینون) (مئل۔ ج ۲، ص ۴)

ان کا قبلہ جنوب کی طرف تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق یہ دین نوح کے پیرو تھے۔

(ڈاس۔ ص ۵۵۱)

ماخذ:- ۱۔ المئل۔ ج ۲، ص ۴-۳۹، ۲۔ شاس۔ ص ۴۷۷، ۳۔ ڈاس۔ ص ۵۵۱،

۴۔ قرآن حکیم، ۵۔ حکمائے عالم،

۱۲۴۔ صاحب الحوت

دیکھیے:-

۹۹۔ ”ذوالنون“

۱۲۵۔ صاحبہ

لفظی معنی:- رسول کا ساتھی۔ مراد ابوبکرؓ۔ ان کا ذکر آیہ ذیل میں ہوا ہے:-

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ
الْثُنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ
مَعَنَا (توبہ: ۴۰)

(اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے۔ تو نہ سہی۔ اللہ نے اس کی اس وقت مدد کی۔ جب کفار نے

اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اور وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب وہ غار ثور میں پناہ گیر ہوئے۔) اور

کسی بات پر ابوبکر مضطرب ہوئے) تو اپنے رفیق سفر سے کہنے لگے۔ کہ گھبراؤ مت۔ اللہ

ہمارے ساتھ ہے)

ابوبکر عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تميم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر حضور صلعم سے اندازاً دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی ولادت غالباً ۵۷۲ء میں ہوئی تھی۔ والد نے آپ کا نام

عبدالکعبہ رکھا تھا۔ جسے بعد از بعثت حضور ﷺ نے عبداللہ میں بدل دیا والدہ کا نام اُمّ الخیر سلمیٰ بنت صخر تھا۔

(استیعاب - ج ۱، ص ۳۲۹)

آپ ایک دولت مند تاجر (بزاز) تھے۔ اسلام قبول کرتے وقت آپ کا سرمایہ چالیس ہزار درہم تھا۔ آپ نوشت و خواند سے آشنا اور انساب کے عالم تھے۔ جاہلیت میں بھی آپ فقراء و مساکین کے دنگیر، مہمان نواز اور کمزوروں کے مددگار تھے۔ رسالت سے پہلے بھی حضور ﷺ سے آپ کے تعلقات نہایت مخلصانہ و برادرانہ تھے۔ یہ ہر روز ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ مردوں میں ابوبکرؓ سب سے پہلے مسلمان تھے۔ بچوں میں یہ فخر علیؓ کو اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہوا۔ آپ کی اولاد میں سے عبدالرحمن، بدر اور احد میں کفار کے ساتھ تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ تمام غزوات میں حضورؐ کے ہمراہ رہے۔ معاہدہ حدیبیہ پر آپ کے دستخط بھی تھے۔ آپ نے حضورؐ صلعم کی آخری علالت میں فرائض امامت سرانجام دیئے۔

آپ کی پانچ بیویاں تھیں:-

اول۔ قُتیلہ عامر کی قُتیلہ بنت عبدالغزّی۔ جس سے عبداللہ و اسماء پیدا ہوئے۔ چونکہ یہ اسلام لانے پہ آمادہ نہیں تھی۔ اس لیے اسے طلاق ہو گئی۔

دوم۔ قبیلہ کنانہ کی اُمّ رومان۔ عائشہ و عبدالرحمن کی ماں۔

سوم۔ قبیلہ کلب کی اُمّ بکر۔ جس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

چہارم۔ خُثعم کی اسماء بنت غنیمس۔ جس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے تھے۔

پنجم۔ مدینہ میں قبیلہ خزرج کی خُیمہ بنت خارجہ جس سے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد اُمّ کلثوم پیدا ہوئی تھی۔

(دائرۃ معارف اسلامیہ - ج ۱، ص ۷۵۰)

خلافت ابوبکرؓ

آپ ۶۳۲ء سے ۶۳۴ء تک دو سال تین ماہ اور گیارہ دن مسند خلافت پہ متمکن رہے۔ اس عرصے میں آپ نے سب سے پہلے اسامہ بن زید کو سرحد شام پر رومیوں کی گوشمالی کے لیے بھیجا۔ پھر جھوٹے نبیوں یعنی یمن کے الاسود العنسی، یمامہ کے مُسَلمہ، قبائل اسد و غطفان کے طلحہ اور تمیم کی کاہنہ سجاح کی سرکوبی کی۔ بعد ازاں زکوٰۃ نہ دینے والے قبائل کے خلاف جو یمن، عُمان، بحرین اور ساحل قلمزم تک پھیلے ہوئے تھے۔ لشکر کشی کی۔ اور ان تمام فتنوں کا سرچند ماہ میں کچل کر ریاست میں امن قائم کر دیا۔

وفات

آپ وفات سے پہلے پندرہ دن بیمار رہے۔ اور ۲۰ یا ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳ھ کو جمعہ یا سوموار یا منگل کے دن

اللہ سے جا ملے۔ نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔ لحد میں آپ کو حضرت عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور عبدالرحمنؓ بن ابوبکرؓ نے اتارا۔ اور حضور صلعم سے بے شمار قرابتوں کی بنا پر آپ حضور ﷺ ہی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مآخذ:- ۱۔ استیعاب۔ ج۔ ۱، ص ۳۲۹، ۲۔ دائرۃ معارف اسلامیہ۔ ج۔ ۱، ص ۷۵۰،

۳۔ الامامة والسياسة۔ ج۔ ۱، ص ۲، قرآن مقدس،

۱۲۶۔ صالح

نیز دیکھیے:- ۳۰۔ ”اصحاب الحجر“

اور ۷۹۔ ”ثمود“

حضرت صالح قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ قوم وادی التمری کے پہاڑوں میں آباد تھی۔ اور انہیں کاٹ کر گھر بناتی تھی۔ یہ پہاڑ اثلث کے نام سے مشہور تھے۔ (معجم۔ ج۔ ۱)

تورات (پیدائش۔ ۱۱/۱۰) میں نوح کا نسب نامہ یوں درج ہے:-

نوح

حام ————— سام ————— یافث

ارکشد

سالح

عبر

فلج

رعو

سروج

نحور

آزر

ابراہیم

یورپ کے ایک محقق بوچر (Bochart) کا خیال یہ ہے۔ کہ عرب، عبر کے بیٹے فلج کو صالح کہتے ہیں۔ اور ڈ۔ ہربالٹ (D. Herbolot) صالح کو صالح سمجھتا ہے۔ (ڈاس۔ ص ۵۶۳)

شمود کا زمانہ حضرت ابراہیم (پیدائش۔ ۱۹۹۶ ق م) سے اندازاً تین سو سال پہلے تھا۔ یہ لوگ بت پرست، بدکار اور آخرت کے منکر تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں راہِ راست پر لانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ نہ مانے: ”اللہ کے رسول (صالح) نے ان سے کہا۔ کہ اللہ کی نافرمانی کا خیال رکھو۔ اور اسے اپنی باری پہ پانی پینے دو۔ لیکن وہ نہ مانے۔ اور نافرمانی کو مار ڈالا۔ سو اللہ نے ان پر وہ تباہی نازل کی۔ کہ ان کی بستیوں زمین کے برابر کر دیں۔ اور اللہ کو کسی انتقام کا قطعاً کوئی خوف نہیں ہے۔“

(الشمس۔ ۱۳۔ ۱۵)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا
بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝

(الحاقة۔ ۳۔ ۶)

(شمود و عاد نے قیامت کا انکار کر دیا تھا۔ سو شمود کو ہم نے ایک خوفناک چنگھاڑ سے ہلاک کیا۔ اور عاد کو ایک دھاڑتی اور گرجتی آندھی سے)

ماخذ:- ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ ڈاس۔ ص ۵۶۲، ۳۔ شاس۔ ص ۴۹۹، ۴۔ کتاب الہدیٰ۔ ج ۲، ص ۳۴۵،

۱۲۷۔ صُحُفِ أُولَىٰ

سورۃ الاعلیٰ کی آخری آیات یہ ہیں:-

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤَثِّرُونَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي
الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝ (اعلیٰ: ۱۳۔ ۱۹)

(وہ شخص جیت گیا۔ جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔ اللہ کو یاد کرتا رہا۔ اور نماز کا پابند بن گیا۔ لیکن تم (ان باتوں کو چھوڑ کر) حیاتِ دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ حیاتِ اخروی اس سے بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی تھیں۔ یعنی ابراہیم و موسیٰ کے صحائف میں)

ان آیات میں دو صحائف کا ذکر ہوا ہے:-

۱۔ صحیفہ ابراہیم۔ اور

۲۔ صحیفہ موسیٰ کا۔

آخر الذکر کی تو پانچ کتابیں موجود ہیں۔ (دیکھیے: ۷۵۔ توراۃ) لیکن صحیفہ ابراہیم کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ البتہ قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کے کتنے ہی اقوال منقول ہیں۔ مثلاً:-

☆ انہوں نے مکہ کی آسودگی و خوشحالی، اپنی اولاد کے لیے اسلام اور آل اسماعیل سے ایک رسول پیدا کرنے کی دعا مانگی تھی۔ (بقرہ: ۱۲۶-۱۲۹)

☆ اپنی اولاد کو اسلام پہ قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ (بقرہ: ۱۳۲)

☆ نمرود سے مناظرہ کرتے وقت کہا تھا۔ کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکال کر مغرب کی طرف لے جاتا ہے۔ تو ذرا اس کے الٹ کر دکھا۔ نیز کہا تھا۔ کہ موت و حیات اللہ کے اختیار میں ہے۔

(بقرہ: ۲۵۸)

☆ اپنے والد آزر کو بت پرستی سے روکا تھا۔ غروب ہونے والی اشیاء کی الوہیت سے انکار کیا تھا۔

(انعام: ۷۵-۸۵)

☆ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے پابندی صلوٰۃ۔ اپنے والدین اور اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی۔

(ابراہیم: ۴۱)

☆ اہل بابل کے بت توڑ کر انہیں خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلایا تھا۔

(انبیاء: ۵۱-۷۰)

☆ اور اللہ سے اشارہ پا کر بیٹے کی گردن پہ چھری رکھ دی تھی۔ * (صافات: ۱۰۲-۱۰۷)

ظاہر ہے۔ کہ یہ تمام باتیں صحیفہ ابراہیم میں بھی موجود ہوں گی۔ ایک مقام پہ اللہ نے صحیفہ ابراہیم کی تعلیمات پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:-

”کیا اے علم نہیں۔ کہ ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے صحیفوں میں کیا لکھا ہے؟ وہاں درج ہے۔ کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کہ انسان کو صرف اس کی کوشش کا پھل ملے گا۔ اس کی کوشش کا پورا جائزہ لینے کے بعد اسے پوری جزا ملے گی۔ کہ حیات انسانی کی آخری منزل اللہ ہے۔ وہی جو ہنساتا اور رُللاتا۔ مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ جس نے نطفہ سے نرو مادہ کے

جوڑے پیدا کیے۔ جو موت کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ جو کسی کو دولت اور کسی کو قناعت دیتا ہے۔ جو شرعی ستارے کا مالک ہے۔ جس نے عادِ اولیٰ، ثمود اور قوم نوح کو اس لیے تباہ کیا تھا۔ کہ وہ لوگ ظالم و سرکش تھے۔ نیز قوم لوط کی بستیاں الٹادی تھیں۔“ (النجم: ۳۶-۵۳)

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:-

فَبَيِّنُ إِنَّ الَّذِي اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ الصُّحُفُ هُوَ الَّذِي اشْتَمَلَتْ
عَلَيْهِ هَذِهِ السُّورَةُ. (البطل: ج ۱، ص ۲۳۰)

(ظاہر ہے کہ ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں وہی کچھ ہے۔ جو سورۃ الاعلیٰ (نیز دیگر
سورتوں) میں بیان ہوا ہے)

مآخذ:- ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ البطل - ج ۱، ص ۲۳۰

۱۲۸۔ الصَّخْرَةُ

سورۃ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ درج ہے۔ کہ ایک مرتبہ وہ اپنے ایک خادم کے ہمراہ کسی سفر
پر روانہ ہوئے۔ اور کہنے لگے:-

..... لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي
الْبَحْرِ سَرَبًا فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ إِنِّي جَدَا نَارَ لَقَدْ لَقِينَا
مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ
فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسِينِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ
وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا (کہف: ۶۰-۶۳)

(کہ میں دو سمندروں کے مقامِ اتصال تک پہنچنے کے لیے مسلسل چلتا رہوں گا۔ خواہ اس پر
کئی برس لگ جائیں۔ جب یہ اس مقام پہ پہنچے۔ تو اپنی مچھلی بھول گئے۔ اور وہ ایک سرنگ
سی بنا کر سمندر میں چلی گئی۔ جب یہ آگے نکل گئے۔ تو حضرت موسیٰ خادم سے کہنے لگے۔ کہ

لاؤ ناشتہ۔ آج ہم بہت تھک گئے ہیں۔ وہ بولا۔ کہ دیکھیے۔ جب ہم فلاں چٹان کے پاس ٹھہرے۔ تو مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا۔ شیطان نے اسے میرے ذہن سے نکال دیا۔ اور وہ بڑے عجیب طریقے سے سرک کر سمندر میں چلی گئی)

اس آیت میں تین باتیں حل طلب ہیں:-

اول۔ خادم کون تھا۔

مفسرین نے اس سوال کا ایک ہی جواب دیا ہے۔ کہ اس سے مراد حضرت یوشع ہیں۔ جو مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ آئے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین بنے تھے۔ آپ حضرت یوسف کی پشت سے تھے۔

یوشع بن نون بن ایلیمع بن غمی ہوو بن لعدان بن تحن بن تلح بن ریح بن بریعد بن افرانیم بن یوسف بن یعقوب۔ (۱۔ توارخ: ۷/۲۰-۲۷)

دوم۔ یہ کس زمانے کا واقعہ ہے؟

اگر خادم سے مراد حضرت یوشع ہیں۔ جو مصر سے آئے تھے اور چالیس برس تک صحرائے سبہ میں حضرت موسیٰ کے ساتھ رہے تھے۔ تو پھر یہ واقعہ صحرائے سبہ کے زمانہ قیام میں پیش آیا ہوگا۔ یہاں یہ ذکرنا مناسب نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے ابتدائی چالیس برس مصر میں، اگلے چالیس برس مدین میں اور آخری چالیس برس صحرائے سبہ میں گزارے۔ (باڈ: ص ۲۸۵)

سوم۔ مجمع البحرین سے مراد کیا ہے؟

اس کا ایک جواب تو وہ ہے۔ جو صاحب جلالین نے دیا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ:

مجمع البحرین سے مراد بحر روم اور بحر ایران کا مقام اتصال ہے۔

جغرافیہ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ کہ بحر روم افریقہ و یورپ کے درمیان واقع ہے۔ اور بحر ایران، ایران و عرب کے درمیان۔ ان دونوں میں آٹھ سو میل کی خشکی حائل ہے۔ اور یہ آج تک کبھی جمع نہیں ہوئے۔ اور نہ آئندہ کوئی امکان ہے۔

حاشیہ پہ صاحب کمالین لکھتے ہیں۔ کہ:

ممکن ہے۔ اس سے مراد دریائے جازون اور بحیرہ قلزم کا مقام اتصال ہو۔

اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں:-

اول۔ کہ بحر کا اطلاق دریا پہ نہیں بلکہ سمندر پہ ہوتا ہے اور دریا کے لیے تین الگ لفظ موجود ہیں:-

۱۔ یَم ۲۔ وادی اور ۳۔ نہر

دوم۔ دوسرا اعتراض یہ کہ:-

دریائے جازن شمال سے آتا ہے اور بحیرہ مُردار میں جذب ہو جاتا ہے یہ از ابتداء تا انتہا

بحیرہ قلزم سے تیس تا پچاس میل دور بہتا ہے۔

یا قوت حموی (معجم۔ ج ۵ "صحراء") لکھتا ہے۔ کہ جس چٹان کے پاس مچھلی کے سرکنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ وہ شبروان میں تھی۔ شبروان روسی آذر بائیجان کے شمال اور بحیرہ خزر کے مغرب میں ایک علاقہ نیز شہر ہے۔ اس کے مشرق میں کچھ دور صرف ایک سمندر (خزر) ہے۔ دوسرا کہیں نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں یہ مقام مدین یا صحرائے تبہ سے اندازاً بارہ سو میل دور ہے۔ راستے نہایت دشوار گزار۔ حضرت موسیٰ کو کیا پڑی تھی۔ کہ وہ سوا چھ لاکھ اسرائیلیوں کو تبہ میں چھوڑ کر خود بارہ سو میل مشرق میں نکل جائیں۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا۔ جب آپ مدین میں حضرت شعیب کے پاس مقیم تھے۔ یہاں آپ کا عرصہ قیام چالیس برس تھا۔ اور مجمع البحرین سے مراد خلیج عقبہ کا وہ حصہ ہے۔ جہاں یہ خلیج بحیرہ قلزم میں شامل ہوتی ہے۔ یہ مقام مدین سے ۳۰/۲۰ میل جنوب میں تھا۔ مدین خلیج عقبہ کے دونوں کناروں پر واقع تھا۔ اور کوہ حوراب کا شرقی حصہ بھی مدین میں شامل تھا۔

حضرت موسیٰ کو کسی نے بتایا ہوگا۔ کہ مجمع البحرین کے پاس (کوہ طور کے جنوب میں) کوئی خدا رسیدہ انسان رہتا ہے۔ چنانچہ یہ کسی خادم کو ساتھ لے کر اس کی زیارت کو چل دیے۔ اور پھر "کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم" کے واقعات پیش آئے۔

ایک اور امکان یہ ہے۔ کہ:-

حضرت موسیٰ قیام طور کے دوران وہاں گئے ہوں۔ کیوں کہ طور سے یہ مقام بہت قریب تھا۔

یہ بھی احتمال ہے۔ کہ:-

صحرائے تبہ سے گئے ہوں۔

اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں:-

اول۔ کہ کوہ طور کی مقدس الواح اور صحرائے تبہ کی مفصل شریعت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی کسی عابد و عارف

سے مزید ہدایات لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

دوم۔ تہیہ سے یہ مقام اڑھائی سو میل دور تھا۔ اور راستہ ریگستانوں اور پہاڑوں سے گزرتا تھا۔ تہیہ میں خیمہ اندازی کے وقت حضرت موسیٰ کی عمر ۸۱ برس کی تھی۔ ۸۱ برس کے ایک پیر ناتواں میں یہ ہمت کہاں۔ کہ وہ پانچ سو میل کا سفر کرے۔ اور سوا چھ لاکھ اسرائیلیوں کو ۹۰/۸۰ دن کے لیے تنہا چھوڑ جائے۔ آپ قلہ طور پر صرف چالیس دن کے لیے گئے تھے۔ اور بعد میں یہ لوگ پھڑے کی پوجا کرنے لگے تھے۔ اگر انہیں ۹۰/۸۰ دن مل جاتے تو نہ جانے کیا کر گزرتے۔

مآخذ:- ۱۔ انجم۔ ج ۵ "صحرا"، ۲۔ پاؤ۔ ص ۴۸۵، ۳۔ جلالین۔ ص ۲۴۶، ۴۔ بائبل، ۵۔ قرآن حکیم

۱۲۹۔ صفا و مروہ

طواف کعبہ کے بعد ایک حاجی باب الصفا سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سات دوڑیں لگاتا یا تیز چلتا ہے۔ اور اس طرح ہاجرہ و اسماعیل کے ایک تاریخی واقعہ کو عملاً دہراتا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ جب حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ و اسماعیل کو فاران کے ویرانے میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ تو اسماعیل کو اتنی پیاس لگی۔ کہ وہ ایڑیاں رگڑنے لگے۔ ہاجرہ مضطرب ہو کر پانی کی تلاش میں نکلی۔ قریب کی دو پہاڑیوں پر سات سات مرتبہ چڑھی۔ کہ شاید کہیں کوئی چشمہ یا مسافر نظر آجائے۔ لیکن ناکام رہی۔ مایوسی کے اس عالم میں اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اسماعیل کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی ابل پڑا۔ یہ چشمہ آج بھی موجود ہے اور چاہہاں زم زم کہلاتا ہے۔ یہ دونوں پہاڑیاں کعبہ سے کوئی ایک فرلانگ مشرق کی طرف ہیں۔

☆ شمالی مروہ ہے۔ اور

☆ جنوبی صفا۔

مآخذ:- ۱۔ شمس۔ ص ۴۸۷، ۲۔ قرآن حکیم

۱۳۰۔ صَلَوَاتٌ

قرآن میں ہے:-

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتْ صَوَائِعُ
وَبِيعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسْجِدٌ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ط

(حج: ۳۰)

(اگر اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے نہ روکتا، تو تمام خائفان ہیں، گر جے، یہود کی عبادت گاہیں اور مسجدیں، جہاں اللہ کا بہت ذکر ہوتا ہے۔ تباہ ہو جاتیں)

صواعق: وہ خائفان ہیں (یا حجرے) جن میں ایک راہب تنہا یا کسی ایک آدھ ساتھی کے ساتھ عبادت کرتا ہے۔

واحد: صومعہ

بیع: گر جے

واحد: بیعہ

واحد: صلوة

صلوات: یہود کی عبادت گاہیں۔

مآخذ: ۱۔ جلالین۔ نص ۲۸۱، ۲۔ منتحی الارب، ۳۔ منجد

۱۳۱۔ صواعق

صومعہ کی جمع۔ مراد: وہ خائفان ہیں یا حجرے جن میں عیسائی راہب تنہا یا ایک آدھ ساتھی کے ساتھ عبادت کیا کرتا تھا۔ (منتحی۔ ج۔ ۱، "صومعہ")

ض

۱۳۲۔ ضیف ابراہیم

لفظ ضیف کے معنی ہیں:۔ مہمان۔ یہ مفرد ہے۔ لیکن جمع و مفرد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں مہمانانِ ابراہیم کی کہانی دو جگہ بیان ہوئی ہے۔ سورہ حجر اور پھر الذاریات میں۔ جس کا خلاصہ یہ کہ:۔ ایک مرتبہ تین فرشتے نو عمر لڑکوں کی ہیئت میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاں فروکش ہوئے۔ جب آپ نے ان کے سامنے پچھڑے کا بھنا ہوا گوشت رکھا۔ اور انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ تو آپ کو ان سے خوف آنے لگا۔ وہ بھانپ گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم فرشتے ہیں۔ اور دو باتیں بتانے آئے ہیں:۔

اول۔ کہ آپ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔

دوم۔ کہ جلد لوط کو بستیاں زیرِ وزیر ہو جائیں گی۔

بچے کی بشارت سن کر حضرت سارہ کو سخت حیرت ہوئی اور کہنے لگیں کہ میں بانجھ ہوں اور میرا

شوہر سو برس کا ضعیف۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

فرمایا۔ اللہ ہر بات پہ قادر ہے۔

باقی تفصیل

۴۔ ”ابراہیم“

۲۳۔ ”اسحاق“ کے تحت دیکھیے۔

اور

ط

۱۳۳۔ طاغوت

یہ لفظ قرآن میں سات مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کا مادہ ”طغی“ ہے۔ جس کا مفہوم ہے:۔ بغاوت۔ سرکشی اور نافرمانی۔

طاغوت کے معنی ہیں:۔ سرکش۔ اللہ کا باغی۔ گمراہ۔ بُت اور شیطان۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الطَّاغُوتُ لَا يَخْرِجُونَهُمْ مِنَ
النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ط (بقرہ: ۲۵۷)

(کافروں کی دوستی شیطانوں سے ہے۔ یہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں)

شیطانوں کے متعلق دیگر تفصیل ۵۔ ”ابلیس“ کے تحت دیکھیے۔

۱۳۴۔ طالوت

(نیز دیکھیے ۸۰۔ ”جالوت“)

اسرائیل کا پہلا بادشاہ، جس کا انتخاب حضرت یسویٰ کی وساطت سے خود اللہ نے کیا تھا۔ (بقرہ: ۲۴۵) دراز قد۔ قوی۔ صحت مند۔ بہادر۔ صاحب علم اور خوش صورت طالوتؑ بیت لحم کے قریب ایک وادی ریفام کا رہنے والا تھا۔ اس کے والد کا نام قیس بن ایل بن ضرور بن بکورت بن افح تھا۔ وہ اپنے قبیلے بن یمن کا ایک فارغ البال اور متمول رئیس تھا۔ اس کے پاس گدھوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ ایک دن کچھ گدھے پہاڑوں میں بھٹک گئے۔ قیس نے طالوت کو ایک نوکر کے ساتھ ان کی تلاش کے لیے بھیجا۔ یہ چلتے چلتے یسویٰ کے گاؤں میں جا نکلے۔ نبی نے انہیں خوش آمدید کہا۔ بڑی خاطر مدارات کی۔ رات کو اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ اور صبح کو اس کے سر پر مقدس تیل ڈال کر کہا۔ کہ تم بہت جلد بادشاہ بن جاؤ گے۔ چند روز بعد، جب قبائل اسرائیل نے ایک بادشاہ کا مطالبہ کیا۔ تو یسویٰ نبی نے روسائے قبائل کی ایک میٹنگ بلائی۔ اور قرعہ ڈالا۔ طالوت کا نام نکلا۔ جس پر لوگوں نے ”شاہ زندہ باد“ کا پہلی

دفعہ نعرہ لگایا اور یہ نعرہ آج تک چل رہا ہے۔ (۱۔ سیمویل ۲۴/۱۰)۔ اس نے بادشاہ بننے کے بعد سب سے پہلے اس فلسطینی ریاست کی خبر لی۔ جو بحر روم کے شرقی ساحل پہ قائم تھی۔ اور جس کے بادشاہ بار بار کنعان پہ حملے کرتے تھے۔ اس کے بعد دیگر ریاستوں مثلاً: ایڈوم، موآب، عتمان اور عمالقہ پہ حملہ کیا۔ کچھ عرصے کے بعد طالوت نے سیمویل کو ناراض کر لیا۔ اور وہ طالوت سے الگ ہو گئے۔ ان کا جانا تھا۔ کہ طالوت پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سب سے پہلے وہ ایک رُوح بد کے پنجے میں پھنس گیا۔ جو نہ صرف اسے بار بار پاگل بنا دیتی۔ بلکہ اس کا گلا تک داب لیتی۔ اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے کسی طبیب نے علاج موسیقی تجویز کیا۔

اس زمانے میں حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں بلایا۔ اور ان کی موسیقی سے اسے شفا ہو گئی۔ لیکن معا بعد فلسطینی پھر ریاست اسرائیل پر چڑھ آئے۔ اور مظالم ڈھانے لگے۔ اس جنگ میں طالوت کے تین بیٹے مارے گئے۔ خود زخمی ہوا۔ اور خود کشی کر لی۔

ایک اور روایت یہ ہے۔ کہ:

اس نے ایک عملی سپاہی کو گریہ و زاری سے مجبور کیا۔ کہ وہ اسے قتل کر ڈالے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰۵۵ ق م میں پیش آیا تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت داؤد کو بادشاہ بنالیا اور آپ نے ۱۰۱۵ ق م تک حکومت کی۔

مآخذ: ۱۔ بائبل، ۲۔ قرآن حکیم، ۳۔ ڈاب۔ ص ۶۱۳

۱۳۵۔ طوی

کوہ حوراب، جس کی ایک چوٹی کا نام طور ہے۔ خلیج عقبہ و قلم کے درمیان شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس کا مشرقی دامن مندین کا ایک حصہ تھا۔ انہی دامنوں اور ان کی دادیوں میں حضرت موسیٰ اپنے خسر حضرت شعیب کے ریوڑ چرایا کرتے تھے۔

”موسیٰ اپنے خسر متھرو (شعیب) کی، جو مندین کا کاہن تھا۔ بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔

ایک دن وہ بھیڑ بکریوں کو ہانکتا ہوا بیاباں کی پرلی طرف سے خدا کے پہاڑ حوراب کے

نزدیک لے گیا۔ وہاں خداوند کا ایک فرشتہ ایک جھاڑی سے آگ کی صورت میں اس پر ظاہر

ہوا۔ وہ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اور وہ جھاڑی بھسم نہیں ہوتی

..... تب خدا نے اسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا کہ:

اے موسیٰ!..... پاؤں سے جوتا اتار کہ جس جگہ تو کھڑا ہے۔ وہ مقدس زمین ہے۔“

(خروج: ۳/۶۱)

یہ آگ والی جھاڑی وادی طوئی میں تھی۔

قرآن اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے:-

”کیا تمہیں موسیٰ کی وہ کہانی معلوم ہے؟ جب اس نے آگ دیکھ کر اپنی بی بی سے کہا تھا۔ کہ تم ذرا یہیں ٹھہرو۔ مجھے آگ نظر آرہی ہے۔ شاید میں تمہارے لیے کوئی دہکتا ہوا کوئلہ لے آؤں۔ یا وہاں مجھے کوئی راستہ بتانے والا مل جائے۔ جب وہ آگ کے قریب گیا۔ تو آواز آئی:

اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ جوتے اتارو۔ کہ تم طوئی کی مقدس وادی میں ہو۔“

(طہ: ۱۰-۱۲)

ایک اور مقام پر ہے:-

”جب موسیٰ آگ کے قریب گیا۔ تو اسے اس مقدس نخلے میں ایک درخت سے جو وادی کے

دائیں کنارے پہ تھا، آواز آئی۔ کہ:

اے موسیٰ! میں اللہ ہوں۔ سارے جہانوں کا رب!“ (قصص: ۳۰)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ:

حضرت موسیٰ اپنی اہلیہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ شام کے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔

اور بائبل کہتی ہے۔ کہ:

اس وقت آپ ریوڑ چارہ رہے تھے۔

چونکہ بائبل کی تمام تاریخی و سوانحی تحریریں انسانی قلم کا نتیجہ ہیں اور قرآن سرناپا الہام ہے۔ اس لیے قرآن

حکیم ہی کا بیان قابل تسلیم ہے۔

مآخذ:- ۱۔ بائبل (خروج- ۳/۶۱)، ۲۔ قرآن حکیم

۱۳۶۔ طور

(دیکھیے: ۱۱-۱۷)

ظ

۱۳۷۔ الظلہ

قرآن میں ہے۔ کہ:

جب قوم شعیب نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا۔ تو:

فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ

عَظِيْمٍ ۝ (شعراء: ۱۸۹)

(انہیں ساتیان والے دن کے عذاب نے آلیا۔ اور وہ ایک بڑے دن کا عذاب تھا)

ہوایوں۔ کہ:

ہوا بند ہو گئی۔ اور گرمی کی شدت میں اس قدر اضافہ ہوا۔ کہ لوگوں کو کہیں چین نہ ملتا۔ نہ سطح زمین پر۔ نہ تہ خانوں میں۔ سات دن کے بعد سیاہ بادل کا ایک ٹکڑا ان کی بستیوں کی طرف بڑھا۔ لوگ ٹھنڈک کی خاطر اس کے سایہ میں جمع ہو گئے۔ پہلے وہ گر جا، پھر اس سے آگ برسنے لگی اور سب تباہ ہو گئے۔ (جلالین: ص ۳۱۳)

عربوں میں یہ دن یوم الظلہ کے نام سے مشہور رہا ہے۔

ع

۱۳۸۔ عاد

عرب کی ایک قدیم قوم، جسے مورخین نے دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔

☆ عاد اولی:

جس کا زمانہ اندازاً ۲۵۰۰ ق م سے ۱۵۰۰ ق م تک تھا۔ اور

☆ عاد ثانیہ (ثمود):

جس کا عہد ۱۵۰۰ (یا ۲۰۰۰ ق م) سے اندازاً ۷۰۰ ق م تک تھا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے۔

۱۳۹۔ عبدُ اٰمِن عبادنا

ہم عنوان ۱۳۸۔ ”الصخرۃ“ کے تحت لکھ چکے ہیں۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سفر پہ روانہ ہوئے۔ تو راہ میں ایک چٹان کے پاس خادم موسیٰ کی مچھلی سمندر میں سرک گئی۔ جب خادم نے یہ واقعہ حضرت موسیٰ کو بتایا۔ تو آپ نے فرمایا:-

قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْعَثُ فَاَرْتَدَّا عَلَىٰ اٰثَارِهِمَا قَصَصًا
فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنَهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِّنْ
لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف: ۶۳-۶۵)

(یہی تو ہماری منزل مقصود تھی۔ چنانچہ وہ اپنے نشانات پا پھیل چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو ہمارا ایک ایسا بندہ دیکھا۔ جسے ہم نے اپنی رحمت اور خاص علم سے نوازا رکھا تھا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کچھ سیکھنے کی استدعا کی۔ تو اس نے کہا۔ کہ تم میرے علم کا حوصلہ و ظرف نہیں رکھتے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کیا تو وہ موسیٰ کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ اور اس کے بعد ”کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یمیم“ کے تین واقعات پیش آئے۔ صاحب جلالین صحیح بخاری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کہ یہ حضرت تھے۔ (جلالین۔ ص ۲۴۷)

۱۴۰۔ عَجُوز (زوجہ لوط)

قرآن حکیم میں یہ لفظ چار مرتبہ آیا ہے۔ دودفعہ حضرت سارہ (زوجہ ابراہیم) کے لیے اور دودفعہ حضرت لوط کی بیوی کے لیے۔

وَإِنَّ لُوطًا لِّمَنِ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا
عَجُوزٌ أَفِي الْغَيْبِ ۚ (صافات: ۱۳۳-۱۳۵)

(بے شک لوط ہمارا رسول تھا۔ ہم نے اسے اور اس کے اہل و عیال کو عذاب سے بچا لیا۔ لیکن ایک بڑھیا (ان کی زوجہ) اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے پیچھے رہ گئی اور تباہ ہو گئی) ”تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ برسائی اور اس نے ان شہروں، ان کے باشندوں اور اس سب کچھ کو جو زمین سے اگا تھا تباہ کر دیا اور اس کی بیوی..... نمک کا

ایک ستون بن گئی۔“ (پیدائش۔ ۲۴/۱۹۔ ۲۶)

طبرنی لکھتا ہے (بحوالہ شاس۔ ص ۲۹۰) کہ:-

اس کا نام وائلہ حلسا کا تھا۔

ماخذ:- ۱۔ بائبل، ۲۔ قرآن شریف، ۳۔ شاس۔ ص ۲۹۰

۱۴۱۔ عربی (لسان)

وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۝ (نحل: ۱۰۳)

(اور یہ (قرآن کی زبان) روشن عربی زبان ہے)

عربی زبان کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟

مختلف علماء نے اس سوال کے مختلف جواب دیے ہیں۔ ہشام الکلبی کی رائے یہ ہے۔ کہ عربی خط کے موجد

چھ افراد تھے۔ یعنی:-

۱۔ ابوجاد ۲۔ حواز ۳۔ حطی

۴۔ کلثوم ۵۔ صغصص ۶۔ قریات

یہ عرب تھے۔ جو مدین میں آباد ہو گئے تھے۔ اور یوم الظلہ (شمار۔ ۱۳۷) کی زد میں آ گئے تھے۔

ابن عباسؓ (۶۸ھ) کی رائے یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے عربی لکھنے والے قبیلہ بولان (انبار۔ عراق) کے

تین آدمی تھے۔ یعنی:-

۱۔ مرمر بن مرہ ۲۔ عامر بن جدرہ اور

۳۔ اسلم بن سدرہ

عام عربوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرت اسماعیلؑ (تقریباً ۲۰۰۰ ق م) کی زبان عربی تھی۔ نیز قدیم عرب قبائل

مثلاً طسم۔ جدیس اور عاد اولیٰ (۲۵۰۰۔ ۱۵۰۰ ق م) بھی عربی بولتے تھے۔ (ابن ندیم۔ الفہرست۔ ص ۱۲)

صاحب فدا اللسان اپنی کتاب کے مقدمہ (ص ۳) میں بدلائل ثابت کرتے ہیں۔ کہ عربی یا تو سامی زبانوں

یعنی عبرانی۔ آرامی۔ فنیقی۔ اشوری وغیرہ کی ماں تھی اور یا کسی مجہول الاسم ماں کی پہلی بیٹی۔

پروفیسر نکلسن کی ”تاریخ ادب عربی“ نیز انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ”سامی زبانیں“ اور انسائیکلو پیڈیا آف

اسلام میں عنوان ”عربیہ“ کے تحت عربی زبان پر طویل اور مفصل مقالات ملتے ہیں۔ جن کی بعض تفصیل ایک

دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ لیکن بعض میں وہ متفق ہیں۔

۱۔ المنذر ہشام بن محمد بن سائب الکلبی (۲۰۶ھ) انساب و اخبار کا عالم، بلند پایہ مؤرخ اور پونے دو سو کتابوں کا مصنف تھا۔

آخر الذکر کا ملخص یہ کہ عربی، سامی زبانوں میں سے ایک ہے۔ ان زبانوں میں قدیم ترین عبرانی تھی۔ جو ۱۶۰۰ ق م سے ولادت مسیح تک عرب کے بعض حصوں میں رائج رہی۔ پھر جنوبی عربی جس کے متعلق کتبات بتاتے ہیں۔ کہ یہ مسیح سے آٹھ سو سال پہلے بھی استعمال ہو رہی تھی۔ یہی کیفیت فنی و آرامی زبانوں کی تھی۔ تفہیم کی خاطر ہم عربی کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:-

- ۱۔ قدیم عربی
- ۲۔ کلاسیکی عربی اور
- ۳۔ موجودہ عربی

قدیم عربی

اس سے مراد وہ عربی ہے۔ جو حضرت اسماعیلؑ کے سسرال بنو جرہم نیز طسم۔ جدیس اور عادِ اُولیٰ بولتے تھے۔

کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ پہلے گزرے تھے، کی عبرانی کتاب (بائبل میں شامل) میں عربی کے الفاظ کثرت سے تھے۔

دشوق اور حلب کے نواح سے یورپ کے ایک مستشرق T. H. Rosmarin کو عربی کے کچھ ایسے کتبات ملے ہیں۔ جن کا تعلق ۸۵۳-۶۲۶ ق م سے تھا۔ اور جن پر اشوری اثرات غالب تھے۔

اس کے بعد حجاز وغیرہ سے چند کتبات ملے ہیں۔ جن میں سے آخری کا تعلق ۱۲۰ ق م سے تھا۔ ساحلِ بحرین سے بھی بنو لعیان کے چند کتبات دستیاب ہوئے۔ جن پر مبطی و آرامی زبانوں کے اثرات زیادہ تھے۔

کلاسیکی عربی

مختلف بولیوں اور قبیلوں کے اختلاط سے عربی کی ہیئت بدلتی گئی۔ چوتھی صدی میلادی میں اس کی شکل و صورت بڑی حد تک مُعین ہو گئی۔ اور اس میں اتنی وسعت پیدا ہوئی کہ یمن سے جازن اور عراق تک ایک ہی زبان بولی جانے لگی۔ جسے ہم کلاسیکی عربی کہتے ہیں۔ اس کی تعمیر میں دربارِ حمیرہ کے بعض عیسائیوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ ان میں سے زید بن حماد (۵۰۰ء) اور اس کا شاعر بیضا عدی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

- | | | | |
|---|-------------|---|--------------|
| ☆ | امراء القیس | ☆ | طرفة |
| ☆ | زُھیر | ☆ | عمرو بن قُیس |

☆	قیس بن الخطیم	☆	عمر بن کلثوم
☆	عترہ	☆	لبید
☆	نابغہ	☆	اعشى

اور دیگر ہزاروں شعرائے جاہلیت نے کلاسیکی عربی ہی میں شاعری کی تھی۔ قرآن وحدیث کی زبان بھی یہی تھی۔ اس زبان کے کچھ کتبے جنوبی عرب میں بھی چند مستشرقین کو ملے ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

ا۔ کارشن پہلا آدمی ہے۔ جس نے یمن کے ایک شہر ظفار کے کچھ کتبوں کو پڑھنے کی کوشش کی۔
ب۔ اس کے بعد یو جاسپر Urich Jospert کو ۱۸۱۰ء میں ظفار ہی سے کچھ کتبے ملے۔ جنہیں وہ صحیح طریقے سے نہ پڑھ سکا۔

ج۔ ایک دفعہ انگلستان کی ایک ٹیم عرب کے جنوبی وغربی ساحل کے سروے کے لیے یمن میں پہنچی۔ تو ایک صاحب قلم جے۔ آر۔ ویل سڈ بھی اس کے ساتھ تھا۔ یہ وہاں سے کچھ کتبے لے آیا۔ اور اپنی کتاب Travels In Arabia میں انہیں شامل کر دیا۔

د۔ ۱۸۳۱ء اور ۱۸۳۳ء میں ان کتبوں کا وسیع پیمانے پر مطالعہ شروع ہوا۔ اور مسٹر ارناڈ نے ۱۸۴۳ء میں تار ب کے ۶۰/۵۰ کتبے پڑھ ڈالے۔

ہ۔ ۱۸۷۰ء میں ایک باہمت انگریز ہیلری (Halery) یمن سے سات سو کتبوں کی نقول وتصاویر ساتھ لے گیا۔

و۔ اس کے بعد وہ اور انگریز:- ای۔ جی۔ گلینر اور بولیس نے بھی کئی کتبے حاصل کیے۔

ان کتبوں سے کلاسیکی عربی کے عہد بعہد ارتقا پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ ج۔ ۱، ص ۵۶۱)

جدید عربی

گو پچھلی صدی (بیسویں) کے اوائل تک عرب، عراق، شام، جازون اور شمالی افریقہ میں کلاسیکی عربی کا تسلط رہا۔ لیکن پچھلے ستر برس سے ساحلی شہروں، بستیوں اور ریاستوں میں اس کی ہیئت کسی حد تک بدل رہی ہے۔ بائیں ہمہ بڑے بڑے شہروں مثلاً مکہ، مدینہ، ریاض، بغداد، دمشق اور قاہرہ کی علمی زبان بدستور کلاسیکی ہے۔

مآخذ:- ۱۔ الفہرست۔ ص ۱۲، ۲۔ مقدمہ فقہ اللسان۔ ص ۳،

۳۔ انسائیکلو پیڈیا۔ اسلام۔ ج۔ ۱، ص ۵۶۱، ۴۔ انسائیکلو پیڈیا۔ برٹانیکا۔ ”سامی زبانیں“،

۵۔ نکلن۔ تاریخ ادب عربی، ۶۔ ڈاس۔ ص ۲۰

۱۴۲۔ عربی (عرب کا اسم نسبت)

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَبِيَّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ طء

أَعْجَبِيٍّ وَعَرَبِيٍّ ط

(حم سجدہ: ۴۴)

(اگر ہم یہ قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں نازل کرتے۔ تو یہ لوگ اعتراض اٹھاتے۔

کہ اس کی آیات ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ رسول عربی ہو اور قرآن عجیبی۔ یہ بات پھبتی نہیں)

عرب ایک وسیع و عریض ملک ہے۔ جو کئی ریاستوں پر مشتمل ہے۔ حضور صلعم کے زمانے میں عراق، شام، جازن اور فلسطین کی زبان عربی نہیں تھی۔ اس لیے وہ عرب کے حصے نہیں سمجھے جاتے تھے۔ لیکن اب حالات بدل گئے ہیں۔ عربی زبان عراق سے مراکش تک چھا گئی ہے۔ اور آج کل مصر، لیبیا، تیونس، الجزائر اور مراکش بھی عرب ممالک تصور ہوتے ہیں۔ طول بیان سے بچنے کے لیے میں اپنی تصریحات جزیرہ نمائے عرب تک محدود رکھوں گا۔

عرب کے تمام حصوں کا رقبہ اور آبادی حسب ذیل ہے:-

شمار	نام	رقبہ۔ مربع میل میں	آبادی ۱۹۶۳ء میں	ریمارک
۱	سعودی عرب	۹۶۰۴۰۰	۶۶,۲۰,۰۰۰	جغرافیہ نگاروں میں
۲	عمان و مسقط	۸۵۰۰	۷,۵۰,۰۰۰	عرب کے رقبہ کے متعلق
۳	کویت	۶۲۱۶	۴,۶۸,۰۰۰	کافی اختلاف پایا جاتا ہے میں
۴	یمن	۷۸۰۰۰	۵۰,۰۰,۰۰۰	نے مختلف مآخذ سے وہ اعداد
۵	عدن اور دیگر	۱۰۸۰۰۰	۱۲,۵۰,۰۰۰	لیے ہیں۔ جن پر کم از کم
	ریاستیں			دو مآخذ کا جزوی یا کلی اتفاق
۶	بحرین	۲۴۰	۱,۸۲,۲۰۰	تھا۔
۷	قطر۔ وغیرہ	۴۳۵۴	۵۵,۰۰۰	
۸	دعنی وغیرہ	۳۳۳۵۵	۱,۱۱,۰۰۰	
	میزان	۱۱,۹۹,۱۶۵	۱,۴۴,۳۶,۲۰۰	

عربستان کی تاریخ ایک ہزار سال قبل مسیح سے آگے نہیں جاتی۔ اگر جاتی بھی ہے۔ تو قیاس و تخمین کے دائرے سے باہر نہیں نکلتی۔ گو مورخین نے عاد۔ ثمود۔ اہل مدین اور عمالقہ کے کچھ حالات قلم بند کیے ہیں۔ لیکن ان کی بنا تخمین و ظن پر ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ۔ کہ شمالی عرب کے قدیم باشندے اڈومی، موآبی، اہل مدین، آل اسماعیل اور عمالقہ تھے۔ جب ۱۵۰۰ ق م میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کے ہمراہ سینا سے آگے نکلے۔ تو انہیں مشرق میں ایک ہموار ریگستان نظر آیا۔ جسے انہوں نے زمین مشرق (پیدائش۔ ۶/۲۵) کے نام سے یاد کیا۔ لیکن ۲۔ تواریخ ۹/۱۴، ۱۱۔ سعبا ۲۱/۱۳ اور جریمیاہ ۲۵/۲۳ میں اسے عرب (ریگستان) کہا گیا ہے۔ آغاز میں صرف شمالی صحرا کا نام عرب تھا۔ بعد میں یہ سارے ملک کا نام بن گیا۔

مغربی عرب (جس میں سینا بھی شامل ہے) میں حضرت یعقوب کے ایک بھائی عیسوی اولاد (عمالقہ وغیرہ) آباد تھی۔

جنوبی عرب (یمن، سبا، حضرموت وغیرہ) میں آل قحطان رہتی تھی۔ جنہوں نے یمن میں ایک چھوٹی سی حکومت قائم کر لی۔ اس سلطنت کا بانی یعرب بن قحطان تھا۔ یہ سبا کے نام سے مشہور تھی۔ سبا کے ایک فرزند حمیری اولاد کی سلطنت کافی بعد میں قائم ہوئی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ۱۱۲۔ ”سبا“) اسے ابرہہ نے ختم کیا تھا۔

آل قحطان کی ایک اور سلطنت یعرب کے ایک بھائی جُرہم کی اولاد نے حجاز میں قائم کی تھی۔ جس کا پائے تخت مکہ تھا۔

حضور صلعم کے زمانے میں عرب کے اہم حصے یہ تھے:-

☆ شمال میں حجاز، مدین، وادی القری، تبوک اور نفود۔

☆ وسط میں نجد و یمامہ۔

☆ مغربی ساحل پر حجاز و تہامہ۔

☆ مشرقی ساحل پر کویت، بحرین اور دیگر ریاستیں۔

☆ جنوب میں یمن، حضرموت، عمان اور مسقط۔

مزید تفصیل کے لیے ارض القرآن کی جلد اول دیکھیے۔

مآخذ:- ۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ ج۔ ۱، ص ۵۳۳، ۲۔ ذاب۔ ص ۴۶،

۳۔ ارض۔ ج۔ ۱، ص ۵۷، ۴۔ بائبل، ۵۔ ڈاس۔ ص ۱۷،

۱۴۳- عرفات

مکہ کے مشرق میں ۱۳ میل دور ایک دو سو فٹ اونچی پہاڑی، جسے جبل الرحمت بھی کہتے ہیں۔ اس کے جنوب میں سات میل لمبا اور چار میل چوڑا ایک کھلا میدان ہے۔ جس میں نویں ذی الحجہ کو تمام حاجی جمع ہوتے اور غروب آفتاب تک ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس پہاڑی پر چڑھنے کے لیے پتھروں کا ایک زینہ ہے۔ جو اتابک زنگی کے وزیر جمال الدین نے بنوایا تھا۔ اس کے ساٹھویں زینے پر ایک چبوترہ اور منبر ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر امام خطبہ حج دیتا ہے۔

عرفات کا مادہ عرف ہے۔

عَرِفَ يَعْرِفُ عِرْفَةً وَعِرْفَانًا وَمَعْرِفَةً۔ معنی ہیں:-

جاننا۔ پہچاننا۔

اس کے متعلق دو روایات ہیں:-

- اول۔ کہ یہاں جبریلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو حج کے طریقے سے روشناس کرایا تھا۔
 - دوم۔ جب اللہ نے آدمؑ کو جنت سے نکالا۔ تو آدمؑ کو سراندیپ (لنکا)، حوٰک و عرفات۔ شیطان کو سینتان۔ مور کو کابل اور سانپ کو اصفہان میں پھینک دیا تھا۔ حضرت آدمؑ کی تلاش میں نکل پڑے۔ دو سو برس کے بعد مکہ کے قریب ایک پہاڑی پہ پہنچے۔ وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ جبریلؑ نے آواز دی۔ کہ یہ حوا ہے چنانچہ یہ ایک دوسرے کو پہچان گئے۔
- اسی واقعہ کی وجہ سے یہ پہاڑی جبل عرفہ (شناخت کی پہاڑی) کہلانے لگی۔ اور آج کل یہ عرفات کے نام سے مشہور ہے۔

مآخذ:- ۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ ج۔ ۱، ص ۶۰۴، ۲۔ ڈاٹ اس۔ ص ۲۱، ۳۔ شناس۔ ص ۴۴،

۱۴۴- عرم

مآرب کی ایک وادی۔

تفصیل:- ۱۱۶۔ ”سبیل عرم“ کے تحت دیکھیے۔

۱۳۵۔ عُزْی

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّتَّ وَالْعُزَّىٰ ۚ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَىٰ ۚ أَلْكُمْ

الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَىٰ ۚ بَلْكَ إِذَا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ۔ (نجم: ۱۹-۲۲)

(کیا تم نے لات۔ عُزْی اور تیسرے بت منات کو دیکھا ہے؟) عرب انہیں خدا کی بیٹیاں

سمجھتے تھے (تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو۔ اور خدا کی طرف بیٹیاں منسوب کرتے ہو۔

یہ کس قدرت بھونڈی تقسیم ہے)

آغاز میں عُزْی بنو غطفان کا بت تھا۔ جو طائف و مکہ کی راہ پر ایک وادی تَحْلُفَ اَشْشَامِیہ میں نصب تھا۔ بعد میں اس کی پرستش قریش۔ حِمْیَر۔ کنانہ۔ ثقیف اور بنو غنم میں بھی ہونے لگی۔ اس کے قریب غنجب نامی ایک غار تھا۔ جس میں قربانی کے جانوروں کا لہو گرایا جاتا تھا۔

عربوں نے لات۔ منات اور عُزْی کی ایک تثلیث قائم کر رکھی تھی۔ جن میں عُزْی عمر میں چھوٹا اور احترام میں سب سے بڑا تھا۔

عربوں کا ایک شاعر زید بن عمر و عُزْی کو ماں اور باقی دو کو اس کی بیٹیاں قرار دیتا ہے۔ اس کی پرستش حیرہ میں بھی ہوتی تھی۔ حیرہ کا ایک بادشاہ منذر۔ چہارم اس کی قسمیں کھایا کرتا تھا۔ (اغانی: ج ۲، ص ۲۱)

ایک مرتبہ منذر نے چار سو اسیران جنگ کو اس کے سامنے ذبح کیا۔ اور اس عمل کو قربانی کا نام دیا۔

بعض عرب اپنے بچوں کے نام ان بتوں کے نام پر رکھتے تھے۔ مثلاً:-

☆ زید منات بن حمیم ☆ تیم اللات بن رفیدہ اور ☆ عبد العزْی بن کعب

کعب کا طواف کرتے وقت بھی ان اصنام کو پکارتے تھے۔ شام میں بھی ان کی پرستش ہوتی تھی۔ شاس (ص)۔

(۶۱۷) نے اس کے لفظی معنی طاقتور بتائے ہیں۔

یا قوت (معجم۔ ج ۶ ”عُزْی“) لکھتا ہے۔ کہ:

عُزْی دراصل ایک درخت کا نام تھا۔ جس کے نیچے عُزْی نصب تھا۔ بعد میں یہی نام اس بت

کو مل گیا۔ اس کا پہلا پرستار بنو غطفان کا ایک سردار ظالم بن اسعد تھا۔

فتح مکہ کے بعد حضور صلعم نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ عُزْی اور اس کے معبد کو تباہ کر دے۔ اُفْلَح بن نصر اس

کا آخری پروہت (نگران۔ متولی) تھا۔

مآخذ:- ۱۔ شاس۔ ص ۶۱۷، ۲۔ ڈاس۔ ص ۶۵۸، ۳۔ معجم۔ جلد ۶،

۱۴۶۔ عزیز

دیکھیے۔

۴۷۔ ”الَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ“

۱۴۷۔ عزیز (مصر)

”عزیز“ کے لفظی معنی ہیں: شریف۔ قوی۔ غالب اور صاحب عزت۔

یہ اللہ کا ایک نام بھی ہے۔

اور دربار فرعون کا ایک منصب دار بھی۔

سورۃ یوسف میں یہ لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ پہلی دفعہ جب:-

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۝

(یوسف: ۳۰)

(شہر کی کچھ عورتوں میں یہ چرچا ہوا۔ کہ عزیز کی بیوی اپنے نو جوان (یوسف) کو پھسلا کر اپنی

ناجائز خواہش کو پورا کرنا چاہتی ہے)

اور دوسری دفعہ جب:-

سرکاری پیمانہ بن یا مین کے بورے سے برآمد ہوا۔ اور اسے یوسف نے اپنے ہاں روک لیا۔ تو دوسرے

بھائیوں نے کہا:

يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدًا مِمَّا كَانَتْ

(یوسف: ۷۸)

إِنَّا نَرُكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

(اے عزیز! اس لوگے کا والد بہت ضعیف ہے۔ (وہ اس غم کی تاب نہ لاسکے گا) اس لیے اس

کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے۔ کہ ہمیں آپ شریف اور ہمدرد نظر آتے ہیں)

ان آیات سے ظاہر ہے کہ عزیز کسی شخص کا نام نہیں تھا۔ بلکہ یہ ایک منصب تھا۔ جس پر پہلے زلیخا کا شوہر فائز

تھا۔ اور بعد میں یوسف۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فرعون کے ہاں کئی عزیز ہوں۔ جو مختلف فرائض سرانجام دے رہے ہوں۔

حضرت یوسف و زراستو مالیات پہ فائز تھے۔ زلیخا کا شوہر شاہی باڈی گارڈ زکاسر دار تھا۔ اور اس کا نام فوطی فار تھا۔

”وہ لوگ یوسف کو مصر میں لائے اور فوطی فار مصری نے جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوداروں کا

سر دار تھا۔ اس کو اسماعیلیوں کے ہاتھ سے خرید لیا۔“ (پیدائش۔ ۱/۳۹)

یوسفؑ کو اسی نے زندان میں ڈالا تھا۔ اس اقدام کے بعد بائبل اس کا ذکر نہیں کرتی۔ اور نہ قرآن اس کے متعلق کچھ اور بتاتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:- ۵۰۔ ”امراۃ العزیز“

ماخذ:- ۱۔ بائبل، ۲۔ قرآن شریف، ۳۔ ذاب۔ ص ۵۴۴، ۴۔ اعلام۔ ص ۱۳۱

۱۴۸۔ عمران

قرآن میں دو عمرانوں کا ذکر ہوا ہے:-

اول۔ حضرت مریمؑ کے والد، جن کے متعلق بعض تفاسیر نے صرف اتنا ہی لکھنے پہ اکتفا کیا ہے۔ کہ ان کے والد کا نام ماٹان تھا۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ..... (عمران: ۳۵)

اس آیت کا ترجمہ۔ ۵۱۔ ”امراۃ عمران“ کے تحت دیکھیے۔

دوم۔ حضرت موسیٰؑ کے والد۔ جن کا ذکر آیہ ذیل میں ہوا ہے:-

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى

الْعَالَمِينَ ۝ (عمران: ۳۳)

(اللہ نے آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو دنیا میں سے چن لیا ہے)

یہاں آل عمران سے مراد ہارونؑ و موسیٰؑ کی اولاد ہے۔ بائبل میں عمران کو عمرا م کہا گیا ہے۔ یہ حضرت یعقوبؑ

کے ایک فرزند لاویؑ کی پشت سے تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے:-

یعقوب

↓

لاوی

↓

قہات

↓

عمرا م

↓

مریم

موسیٰ

ہارون

بائبل کا یہ نسب نامہ صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ (ولادت ۱۸۳۶ ق م) اور حضرت موسیٰؑ (ولادت ۱۵۷۱ ق م) میں اندازاً تین سو سال کا زمانہ حائل تھا۔ جس میں کم از کم دس گیارہ پشتیں گزری ہوں گی۔ لیکن یہاں صرف چار دی ہوئی ہیں۔ یثوعؑ حضرت موسیٰؑ کے ہم عصر اور جانشین تھے۔ ان کے شجرہ نسب میں حضرت یثوعؑ سے حضرت یعقوبؑ تک سترہ پشتوں کا ذکر ہے۔ (۱۔ توارخ۔ ۲/۷-۲۸)، اتنی ہی حضرت موسیٰؑ و حضرت یعقوبؑ کے درمیان بھی ہونی چاہئیں۔

شاس (ص ۱۶۸) لکھتا ہے۔ کہ:

ولادت موسیٰؑ کے وقت عمران کی عمر ستر برس تھی۔ اور وفات کے وقت ۱۳۷ برس۔ اس کا مطلب یہ کہ آپ ۱۶۴۱ ق م میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۱۵۰۴ ق م میں وفات پائی۔ آپ فرعون کے وزیر اور محافظ خاص بھی رہے۔

ماخذ: ۱۔ شاس۔ ص ۱۶۸، ۲۔ ڈاب۔ ص ۳۶، ۳۔ بائبل (۱۔ توارخ)، ۴۔ قرآن حکیم (عمران)

۱۴۹۔ عیسیٰؑ

’عیسیٰ‘، ’یثوع‘ ہی کی عربی صورت ہے۔ معنی ہیں: نجات دہندہ۔

قرآن میں آپ کو مسیح اور ابن مریم بھی کہا گیا ہے۔ یہود کے ہاں یہ رسم تھی۔ کہ جب ان کے بادشاہ اور پادری اپنے مناصب سنبھالنے لگتے تھے۔ تو ملک کا مقدس ترین آدمی ان کے سر پر مقدس تیل ڈالتا تھا اور اس کے بعد وہ مسیح کہلاتے تھے۔ (ڈاب۔ ص ۴۰۵)

ولادت

حضرت مسیح باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کی ولادت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا اعجاز تھا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ عیسوی سمت کا آغاز ولادت مسیح سے چار سال بعد ہوا تھا۔ اس حساب سے عیسیٰ ۴ قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے اور بیت لحم (یروشلم سے دس میل جنوب میں ایک بستی) آپ کا مولد تھا۔ آپ کی والدہ مریم گلیل (شمالی فلسطین کا ایک ضلع) کی ایک بستی ’ناصرہ‘ میں رہتی تھی۔ جس کی نسبت سے مسیح، ناصری کہلاتے تھے۔ کسی کام کے لیے مریم کو اپنے مگتیر یوسف کے ہمراہ بیت لحم جانا پڑا۔ اور وہیں مسیح کی ولادت ہوئی۔ چونکہ مریم کے پاس کوئی چنگوڑا وغیرہ نہیں تھا۔ اس لیے نومولود کو ایک گھری میں لٹا دیا۔ (یہ گھری آج تک محفوظ ہے)

۱۔ مٹین۔ ص ۱۸۲

۲۔ حضرت موسیٰؑ کا سال ولادت ۱۵۷۱ ق م تھا۔ ستر برس اور ماضی کی طرف جائے۔ تو ۱۶۴۱ ق م بنتا ہے۔ اس سے ۱۳۷ نکالے تو ۱۵۰۴ ارہ جاتا ہے۔

اسی رات آسمان سے آواز آئی:

”عظیم خدا کی تعریف کرو۔ جس نے زمین کو امن اور انسان کو پیامِ رحمت دیا ہے۔“

(لوقا: ۲/۸-۲۰)

اسی رات آسمان پر ایک عجیب ستارہ نمودار ہوا۔ جو باہر سے آنے والے زائرین کی رہنمائی کرتا۔ اور مریم کے مسکن پر آکر رک جاتا تھا۔ اس بچے کی برکت کا اس قدر چرچا ہوا۔ کہ یہوداہ کا رومی گورنر ہیروڈ کانپ اٹھا۔ اور اس نے تمام بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ یوسف، خواب میں اشارہ پا کر مسیح و مریم کو مصر لے گیا۔ جب ۱۱/۱۰ ماہ کے بعد ہیروڈ مر گیا۔ تو یوسف لوٹ آیا۔ اور ناصره میں رہنے لگا۔

عیسیٰ کا بچپن کیسے گذرا؟ ہم نہیں جانتے۔

لوقا (۵۲-۲/۴۰) نے اتنا ہی بتایا ہے۔ کہ:

جب وہ بارہ برس کا تھا۔ تو مسجد اقصیٰ میں عموماً جاتا۔ اور علما کے وعظ سنتا تھا۔ تیس سال کی عمر (۲۶-۲۷ء) میں آپ کو بنوت ملی۔ جو تقریباً تین سال جاری رہی۔ اس عرصے میں آپ گلیلی اور یوروشلم کی گلی گلی میں گھومے۔ بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہِ صداقت دکھائی۔ اندھوں، بہروں، اور فالج وغیرہ کے مریضوں کو شفا دی۔ کئی جگہ مردوں کو زندہ کیا اور اس طرح مسیح عوام کا مرجع و مامن بن گیا۔ یہ چیز حکومت وقت کو پسند نہ آئی۔ اور ”قوم کے تمام سردار، کانفا نامی سردار کاہن کے دیوان خانہ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا۔ کہ یسوع کو فریب سے پکڑ کر قتل کر دیں۔“ (متی: ۲۶/۳)

اس سازش میں ایک حواری، یہوداہ بھی شامل تھا۔ جب سردار کاہن کے آدمی اسے پکڑنے آئے تو:-

”سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔“ (متی: ۲۶/۵۶)

ان لوگوں نے اسے کاہن کے سامنے پیش کیا۔ وہاں کاہن کے حاشیہ نشینوں نے:

۳۷ ق م میں یھو لیس سیزر نے ہیروڈ (ایک اڈوی یہودی) کو یہوداہ کا گورنر لگا دیا تھا۔ ۴۰ ق م میں اس پر پارٹھیا (ایران) نے حملہ کر دیا اور یہ روم کی طرف بھاگ گیا۔ اُس وقت روم پر انجی کی حکومت تھی۔ اُس نے اسے یہوداہ کا بادشاہ بنا دیا۔ ۳۷ ق م میں اُس نے یوروشلم پر قبضہ کر لیا۔ گو یہ اُس کے بعد ہیروڈی حملوں سے محفوظ رہا لیکن داخلی رقابتوں اور سازشوں نے اسے آخر تک ٹھن نہ لینے دیا۔ اُس نے اطفال یہود کو قتل کرنے کا حکم آری مرض میں دیا تھا۔ اُس نے ایک ہی نیکی کا کام کیا کہ مسجد اقصیٰ کو از سر نو تعمیر کرایا اور اس میں شاندار اضافے کیے۔ (ذاب: ص ۲۳۷)

اس کا خاندان ۱۰۰ء تک حکمران رہا۔

”اس کے منہ پہ ٹھوکا۔ اسے ملے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا۔ کہ تجھے کس نے مارا ہے۔“ (متی: ۲۶/۶۸)

اس وقت حواری اول پطرس باہر صحن میں بیٹھا تھا۔ اس سے آگے پیچھے تین آدمیوں نے پوچھا۔ کہ کیا تو بھی مسیح کے ساتھ تھا۔ تو:-

”اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا۔ کہ میں مسیح کو نہیں جانتا۔ عین اس وقت مرغ نے بانگ دی۔ اور جھٹ پطرس کو حضرت مسیح کی بات یاد آ گئی۔ کہ اے پطرس! تو مرغ کی بانگ سے پہلے تین مرتبہ میرا انکار کرے گا۔“ (متی: ۲۶/۷۳-۷۵)

بالآخر حضرت مسیح کو رومی گورنر پیلاط کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ گورنر نے کئی سوال پوچھے۔ لیکن آپ خاموش رہے۔ اس پر گورنر نے پہلے آپ کو کوڑے لگائے اور پھر حوالہ دار کر دیا۔ (متی: ۲۶/۷۷)

سپاہیوں نے ان کے کپڑے اتار کر انہیں ایک قرمزی پٹخ پہنایا۔ پھر کانٹوں کا تاج ان کے سر پر رکھا۔ ایک سرکنڈا عصائے حکومت کی جگہ ان کے ہاتھ میں دے کر مزاحاً کہنے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ! آداب۔ اس کے بعد اسی سرکنڈے سے انہیں پٹنے لگے۔ پھر پیپ اور شراب پینے کو دی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ چند لمحے بعد آپ کو دو چوروں کے درمیان صلیب پہ لٹکا دیا گیا۔ بعد ازاں مرگ انہیں ایک قبر میں گاڑ دیا گیا۔ تین دن کے بعد آپ زندہ ہو کر قبر سے نکل گئے۔ اور اپنے تمام شاگردوں کو یوروشلم اور گلیل میں نظر آئے۔

(متی: ۲۸/۹-۱۷)

یہ تھی مسیح علیہ السلام کی داستان انجیل کی رُوسے۔ قرآن واقعہ صلیب کا منکر ہے:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَمَا قَتَلُوهُ
يَقِينًا ۚ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ط (نساء: ۱۵۷-۱۵۸)

(ان لوگوں نے نہ تو مسیح کو قتل کیا۔ اور نہ صلیب پہ چڑھایا۔ بلکہ ان میں سے کسی ایک کو مسیح کی صورت دے دی گئی تھی۔ (اور یہی مصنوعی مسیح سپرد دار ہوا تھا)..... ان لوگوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا ہے)

اللہ انہیں اٹھا کر کہاں لے گیا ہے؟ اس کا ہمیں علم نہیں۔ انسان خلائی گروں کی چھان پھٹک میں سرگرم ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے متلاشی راکٹ کل کسی ایسے ستارے پہ جا پہنچیں۔ جہاں حضرت مسیح علیہ السلام قیام پذیر ہیں۔

حضرت مسیح کے متعلق چند آیات ملاحظہ ہوں:-

ا) - مسیح بن مریم بے شک اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے۔ جو اس نے مریم پہ پھینکا تھا۔ نیز اللہ کی روح ہے۔ (نساء: ۱۷۱)

ب) - مسیح نے بنو اسرائیل سے کہا۔ کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے اور یاد رکھو۔ کہ مشرک یہ جنت حرام ہے۔ (مائدہ: ۷۲)

ج) - ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات دیئے۔ اور روح القدس سے اس کی مدد کی۔ (بقرہ: ۸۷)

د) - فرشتوں نے مریم سے کہا۔ کہ اللہ تجھے ایک کلمہ (فرزند) کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ جو دنیا و آخرت ہر دو میں صاحب عزت ہوگا۔ جو لوگوں سے مہذب اور پھر قبولت (بعد از نزول) میں باتیں کرے گا اور صالح ہوگا۔ وہ بنو اسرائیل کی طرف رسول بن کر جائے گا۔ اور انہیں کہے گا۔ کہ میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں۔ کہ میں مٹی کے کھلونے میں پھونک مار دوں گا اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جائے گا۔ میں اندھے کو نظر اور کوڑھی کو شفا دوں گا۔ اللہ کی اجازت سے مردوں کو زندہ کروں گا۔ اور یہ بھی بتاؤں گا۔ اور یہ بھی بتاؤں گا۔ کہ تم نے کیا کھایا اور گھر میں کیا کچھ رکھا ہوا ہے۔ (عمران: ۴۵-۴۹)

ہ) - عیسیٰ نے کہا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی۔ نبی بنایا۔ جہاں بھی رہوں مبارک کیا۔ زندگی بھر صلوٰۃ و زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی۔ نیز ہدایت کی۔ کہ میں اپنی ماں کی خدمت کروں۔ اس نے مجھے سنگ دل اور ظالم نہیں بنایا۔ (مریم: ۳۰-۳۲)

تو یہ تھی عیسیٰ علیہ السلام کی قرآنی تصویر۔

وفات

ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ مسیح کی ولادت ۴ قم میں ہوئی تھی۔ ۲۶-۲۷ء میں نبوت ملی، ۷ اپریل ۳۰ء کو واقعہ صلیب پیش آیا۔ اور ۱۹ اپریل ۳۰ء کو آپ ”بیروایت انجیل“ دوبارہ زندہ ہو کر بلند یوں کی طرف پرواز کر گئے۔

ماخذ:- ۱- شاس۔ ص ۱۷۳، ۲- قرآن حکیم، ۳- بائبل، ۴- ذاب۔ ص ۲۹۱، ۵- پپلز۔ ”Jesus“،

۱۵۰۔ الغار

اس سے مراد جبل ثور کی وہ غار ہے۔ جس میں حضور صلعم اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تین دن رہے تھے۔ یہ پہاڑ مکہ سے تین چار میل مشرق کی طرف ہے۔ غار تک راستہ اس قدر پتھریلا تھا۔ کہ حضور ﷺ کو چلنے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کو کندھوں پہ اٹھالیا۔

چوتھی رات حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے دواؤنٹیاں آگئیں۔ جن پر یہ سوار ہو کر مدینہ کو چل دیئے۔

مآخذ:۔ رحمۃ للعالمین۔ ج۔ ۱، ص ۱۰۸

۱۵۱۔ فتاہ

لفظی معنی: اپنے خادم۔ اپنے جوان۔ یہ حضرت موسیٰ کا وہی خادم ہے۔ جس کی مچھلی دریا میں سرک گئی تھی۔ ملاحظہ ہو: ۱۲۸۔ ”الصحر“۔ بیشتر مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ کہ اس سے مراد حضرت یوشع ہیں۔ جو حضرت موسیٰ کے مصاحب بھی تھے اور ان کے جانشین بھی۔ آپ حضرت یوسفؑ کے ایک فرزند افرائیم کی پشت سے تھے۔ جب اسرائیلی مصر سے نکلے تو اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ طور پر چڑھے۔ تو کچھ اور تک یہ ساتھ گئے اور واپسی پر بھی ان کے استقبال کو وہیں پہنچے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد آپ سرزمین کنعان میں داخل ہو گئے اور چھ برس میں اسے قاطبہ مسخر کر لیا۔ آپ کی وفات ۱۲۲۹ ق م میں ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۱۰ سال تھی۔

مآخذ:۔ ۱۔ بائبل، ۲۔ ڈاب۔ ص ۳۱۶

۱۵۲۔ فتاہا

زلیخا کا نو جوان۔ مراد حضرت یوسف علیہ السلام۔

دیکھیے: ۱۹۹۔ ”یوسف“

۱۵۳۔ فرعون

لفظ ”فرعون“ کے معنی ہیں فرزند آفتاب۔ اہل مصر سورج کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اور فرعون کو سورج دیوتا کا

زمینی منظر سمجھتے تھے۔

فرعون کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں تھا۔ بلکہ یہ قدیم سلاطین مصر کا عمومی لقب تھا۔ ہم ان کی تعداد۔ ان کے اسماء اور سنیں سے نا آشنا ہیں۔ مصر کی کھدائیوں۔ پرانی یادگاروں اور تحریروں سے ہمیں اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ ان بادشاہوں کے تین سلسلے تھے۔ ہر سلسلہ تقریباً دس خاندانوں پر مشتمل اور صدیوں پہ پھیلا ہوا تھا۔ پہلے سلسلے کے تیسرے خاندان کا ایک فرعون مین (Menes) نیم تاریخی شخصیت ہے۔ اس کی قبر ابیڈس (Abydos) میں ہے۔ ممفس اس کا دار الحکومت تھا۔ یہ صحرائے سینا سے تانبہ نکالتا اور بیرونی ممالک سے تجارت کیا کرتا تھا۔

چوتھے خاندان کی شہرت تعمیر اہرام کی وجہ سے ہے۔ اس کا دوسرا بادشاہ چوفو (Chufu) سب سے بڑے ہرم کا بانی تھا۔ اس پر ایک لاکھ مزدوروں نے بیس سال کام کیا تھا۔ اس فرعون کا عرصہ سلطنت ۶۳ برس تھا۔ اس کے جانشین چفرن (Chephren) نے ۶۶ سال حکومت کی۔ اور اہرام میں ایک کا اضافہ کیا تھا۔ اس کا جانشین مائی کرینس (Mykrinus) بھی ایک ہرم کا بانی تھا۔ ابوالہول (ایک مہیب تعمیر جس کا سر عورت کا تھا اور دھڑ شیرنی کا) اسی خاندان نے تعمیر کرائے تھے۔ اس خاندان کا بانی سنفر و (Sneferu) تھا۔ اس سلسلے کے باقی خاندان غیر معروف تھے اور ہم ان سے نا آشنا ہیں۔

دوسرا سلسلہ چھ سو برس تک قائم رہا۔ اس کا دار الخلافہ تھبیس (Thebes) تھا۔ جونیل کے دونوں کناروں پہ واقع تھا۔ اٹھارواں خاندان ۱۵۸۷ ق م سے ۱۳۰۰ ق م تک برسر اقتدار رہا۔ یہ دور فتوحات کا دور تھا اس خاندان کا تیسرا بادشاہ تھتھمس اول (Thothmes) اور چھٹا تھتھمس۔ سوم دونوں بڑی قوت و عظمت کے مالک تھے۔ ثانی الذکر کی سلطنت نیل سے فرات تک تھی۔ امانوفس (Ameno Phis) بھی اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا دار الحکومت ممفس اور تھبیس کے درمیان ایک اور شہر طلن عمرنا (Tell-e-Amarna) تھا۔ اس کی وفات ۱۳۷۰ ق م میں ہوئی۔ اس خاندان کے کتبے ۱۸۸۷ء میں نیل سے فرات تک برآمد ہوئے ہیں۔

۱۳۳۷-۱۲۸۱ ق م اور ۱۲۲۰-۱۱۹۰ ق م کا تعلق انیسویں خاندان سے تھا۔ یہ سلسلے آٹھویں صدی قبل مسیح تک چلتے رہے۔ اور ۷۲۸ ق م میں حبشہ نے مصر کو فتح کر لیا۔ کچھ دیر بعد فراہمین پھر ابھرے۔ لیکن مصر کئی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد اس انتشار سے ایران نے فائدہ اٹھایا۔ اور سائرس۔ اعظم کے فرزند کیمبیس (Cambyses) نے ۵۲۵ ق م میں مصر پہ قبضہ کر لیا۔ جو ایک سو برس تک باقی رہا۔ اس کے بعد فراہمین کا ایک سلسلہ برسر اقتدار آیا۔ جسے اسکندر اعظم نے ۳۳۱ ق م میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ آخری فرعون کا نام نکٹین بوس دوم (Nectane Bus II) تھا۔ جو اکتیسویں خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۳۲۳ ق م میں ہلاک شد۔ جس کے چودہ بادشاہوں نے ۳۲۳ ق م سے ۳۰ ق م تک ۲۹ سال حکومت

کی۔ قلوپطرہ (۳۳-۳۰ ق م) اس سلسلے کی آخری فرماں روا تھی۔ (پپلز: ص ۲۳۹)

انبیاء و فرامین

کچھ ایسے فرعون بھی تھے، جن کا واسطہ بعض انبیاء سے پڑا تھا۔ مثلاً:

- ۱۔ سلاطیس (Salatis)۔ جسے فرعون ابراہیم بھی کہتے ہیں۔ اس کا تعلق پندرہویں خاندان سے تھا۔ جب حضرت ابراہیم سارہ کے ہمراہ مصر میں پہنچے، اور فرعون کے شر سے بچنے کے لیے سارہ کو اپنی بہن بتایا۔ تو فرعون اسے اپنے گھر لے گیا۔ جب سارہ نے اسے حقیقت بتائی۔ تو اس نے سارہ کو بن چھوئے ابراہیم کے پاس واپس بھیج دیا اور دونوں کو مصر سے نکال دیا۔
 - ۲۔ فرعون یوسف۔ کا نام آسرتسن (Osirtesen-III) تھا۔ اس کا پائے تخت ممفس تھا۔ اس نے ۲۶ سال حکومت کی تھی۔
 - ۳۔ فرعون یعقوب۔ جب حضرت یعقوب مصر میں پہنچے۔ تو اس وقت اپوس کی حکومت تھی۔ یہ پندرہویں خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا۔ اور اس کا عرصہ حکومت ۱۸۷۶ء سے ۱۸۵۰ ق م تک تھا۔
 - ۴۔ فرعون شنگر۔ جو ولادت موسیٰ (۱۵۷۱ ق م) سے قدرے پہلے مسند نشین ہوا تھا۔ قتل اطفال کا مجرم تھا۔ حضرت موسیٰ اسی کے محل میں پلے تھے۔ اس کے نام کے متعلق اختلاف ہے۔ کوئی پٹامن (Pthamen) بتاتا ہے۔ کوئی اموسس (Amosis) اور کوئی رامسس سوم۔
 - ۵۔ فرعون خروج۔ یعنی وہ فرعون۔ جس کے زمانے میں بنو اسرائیل مصر سے نکلے تھے۔ (سال خروج ۱۴۹۱ ق م)۔ اس کا نام معلوم نہیں۔ یہ ۱۴۹۳ ق م میں مسند نشین ہوا تھا۔
 - ۶۔ فرعون داؤد و سلیمان۔ جس نے اپنی ایک بیٹی حضرت سلیمان کے نکاح میں دے دی تھی۔ یہ ایکسویں خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کا نام سوزنئس۔ اول (Fsuse Nnes-I) تھا۔
 - ۷۔ فرامین بائبل۔ یعنی وہ فرعون جن کے نام بائبل میں آئے ہیں۔ یہ صرف دو ہیں:-
 - اول۔ نیشو (Necho) جس کا تعلق چھبیسویں خاندان سے تھا۔ اس نے سولہ سال حکومت کی تھی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ ایک نہر تھی۔ جو اس نے نیل سے کاٹ کر بحیرہ قلزم میں ڈال دی تھی۔
 - دوم۔ ہوفرہ (Hophra) جو ۵۸۹ء سے ۵۷۰ ق م تک حکمران رہا۔ (ذاب۔ ص ۵۲۴)
- قرآن میں ستر مرتبہ فرعون کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام مقامات کے مطالعہ سے فرعون کا تصور یہ قائم ہوتا ہے کہ وہ مغرور، سرکش، ظالم، انسان دشمن، بدکار، سنگدل اور خدا سے گریزاں تھا۔
- ۱۔ بردایچے اس فرعون کا نام اپوفیس (APOPHEIS) تھا۔ (ذاب۔ ص ۵۲۴)

ماخذ:- ۱۔ قرآن، ۲۔ بائبل، ۳۔ ذاب۔ ص ۵۲۳،

۴۔ پیپلز۔ ص ۲۳۹، ۸۵۳،

۵۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۵۷۶، ۶۔ ڈاس۔ ص ۴۵۲، ۷۔ شاس۔ ص ۱۰۷

۱۵۴۔ فرقان

یہ لفظ ”فرق“ سے مشتق ہے۔ جس کا ایک مفہوم امتیاز کرنا اور دو چیزوں کو الگ الگ کرنا ہے۔ المنجد نے الفرقان کی وضاحت یوں کی ہے:-

كُلُّ مَا فَرَّقَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ الْفُرْقَانُ۔

(ہر وہ چیز فرقان ہے۔ جس سے حق و باطل میں تمیز کی جاسکے۔ نیز برہان)

اللہ نے قرآن کو بھی فرقان کہا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لَیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ

ذِیْقُرْاٰنَ (فرقان: ۱)

(مبارک ہے وہ رب جس نے اپنے بندے پر قرآن (فرقان) نازل کیا۔ تاکہ وہ دنیا کو

ڈرائے)

تفصیل کے لیے دیکھیے: ”قرآن“

ق

۱۵۵۔ قارون

قارون کے متعلق قرآن کی کہانی یہ ہے:

کہ وہ ایک دولت مند اسرائیلی تھا۔ جس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانے کے لیے کئی مزدوروں

کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس نے حضرت موسیٰؑ اور اپنی قوم کے خلاف بغاوت کر دی۔ قوم

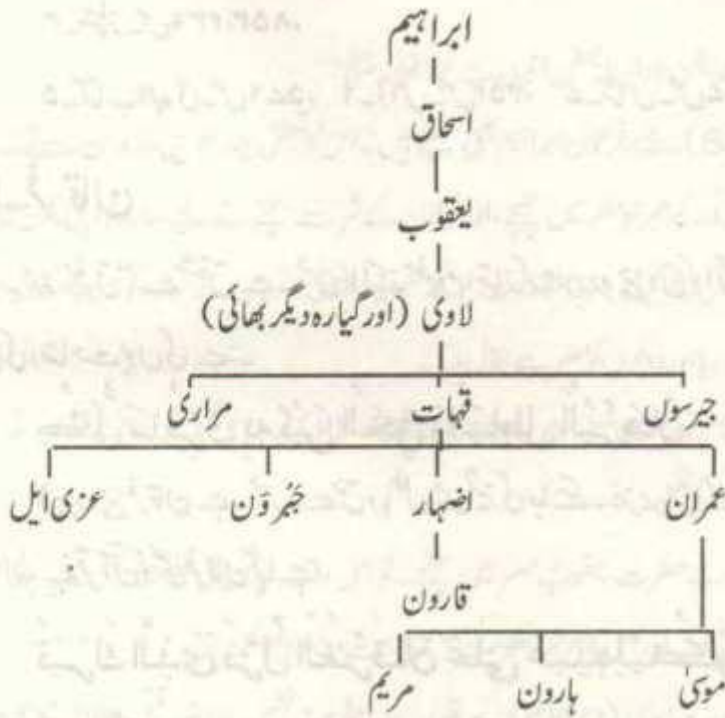
نے اسے کہا کہ اپنی دولت پہ مت اتراؤ۔ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ دنیا سے ٹکی کرو

اور فساد سے بچو۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب وہ بن ٹھن کر باہر نکلتا۔ تو کئی طالبان دنیا

کہتے کہ کاش ہم کو بھی یہی شان و شوکت نصیب ہوتی۔ بالآخر اللہ نے اسے اس کے گھر

سمیت زمین میں غرق کر دیا۔ اور اس کی امداد کو کوئی نہ پہنچا۔ (قصص۔ ۷۶-۸۱)

بائبل کی رو سے قارون، حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس کا شجرہ نسب یہ ہے:-



جب بنو اسرائیل صحرائے سینہ میں مقیم تھے۔ تو قارون نے حضرت موسیٰ کے خلاف تحریک چلا دی اور تقریباً اڑھائی سو چیدہ آدمیوں کو ساتھ ملا کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ جب ساری قوم کا ہر فرد مقدس ہے تو تمہیں سیادت و قیادت کا حق کہاں سے مل گیا۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر گئے اور اللہ سے اشارہ پا کر قارون سے کہنے لگے کہ کل صبح تم سب میرے پاس آؤ۔ اپنے بخور دان ساتھ لاؤ۔ ان میں آگ بھرد۔ پھر بخور جلاؤ۔ تب خداوند جسے چن لے وہی مقدس ٹھہرے گا۔

دوسرے دن یہ سب لوگ ایک وسیع خیمے میں جمع ہو گئے۔

حضرت موسیٰ نے بلند آواز سے کہا کہ تمام غیر متعلق لوگ اس خیمے سے دور ہٹ جائیں۔ لوگوں نے تعمیل کی۔

اس کے بعد زمین پھٹ گئی۔ قارون کو سب اہل و عیال اور مال و دولت سمیت نگل گئی۔ پھر اوپر سے مل گئی۔ اور ساتھ ہی زمین سے ایک آگ نکلی۔ جس نے قارون کے اڑھائی سو آدمیوں کو بھسم کر ڈالا۔

(کنفی: ۱۶/۱-۳۵)

مآخذ:- ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ بائبل (کنفی)، ۳۔ پیپلز، ص ۶۲۶، ۴۔ ذاب، ص ۳۳۳

۱۵۶۔ قرآنِ مقدس

قرآن کے بہت سے پہلو وضاحت طلب ہیں۔ مثلاً:-

۱۔ کہ اس کے نزول کا آغاز کب ہوا؟

ب۔ اسے موجودہ ترتیب کس نے دی؟

ج۔ اس کی حفاظت کا انتظام کیا تھا؟

د۔ سورتیں کس ترتیب سے نازل ہوئیں؟

ہ۔ اس کے وحی ہونے کا ثبوت کیا ہے؟

و۔ کیا اس کی زبان معجزانہ ہے؟

ز۔ اعراب کس نے لگائے؟ وغیرہ وغیرہ۔

یہاں ان تمام مطالب کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے میں اپنی معروضات کو چند مسائل تک محدود رکھوں گا۔

جمع قرآن

سنن ترمذی، مسند امام احمد اور مشکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضُ

مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُولُ ضَعُوا هُوْلَاءِ الْآيَاتِ فِي

السُّورَةِ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا

(جب رسول اکرم صلعم پر کوئی چیز نازل ہوتی۔ تو آپ کسی کا تب وحی کو بلاتے اور فرماتے۔

کہ ان آیات کو لکھ کر فلاں فلاں سورتوں میں رکھ دو)

عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں حضور صلعم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ناگاہ آپ ﷺ نے آنکھیں

جھکا لیں۔ قریب تھا کہ آپ ﷺ کا سر اقدس زمین کو چھو لیتا۔ پھر آپ ﷺ نے آنکھ اٹھائی اور فرمایا:-

أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضَعَ هَذِهِ الْآيَةَ بِهَذَا

الْمَوْضِعِ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۝

(مسند امام احمد: ج ۴، ص ۲۱۸)

(میرے پاس جبریل آیا تھا۔ اس نے مجھے ہدایت کی۔ کہ میں اس آیہ (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ

(بالعدل.....) کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پہ رکھ دوں)

اس نوع کی احادیث اور بھی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلعم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں قرآن کو ایک خاص ترتیب دے دی تھی۔ یہ قرآن کا غدو، پتوں، ٹھیکروں اور چمڑوں پہ لکھا ہوا تھا۔ اور حضرت عائشہ کے ہاں ایک صندوق میں رکھا تھا۔

روایات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ چند دیگر صحابہ کرام نے بھی قرآن کے نسخے تیار کیے تھے۔ مثلاً:-

۱- محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ:

جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ خَمْسَةً مِنَ الْأَنْصَارِ

(سنن ابی داؤد)

(کہ حیات رسول میں پانچ انصار نے قرآن جمع کیا تھا)

ب- آپ نے وہ مشہور کہانی تو سنی ہی ہوگی۔ جب عمر بن خطاب ہاتھ میں تلوار لیے حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لیے گھر سے نکلے تو راہ میں کسی نے کہا کہ پہلے اپنے بہنوئی کی خبر تو لو۔ وہاں پہنچے۔ تو ان کے بہنوئی نے وہ اجزاء جن پر قرآن لکھا ہوا تھا۔ ادھر ادھر چھپا دیے۔

ج- عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ:

جَمَعْتُ الْقُرْآنَ فَقَرَأْتُ بِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ. فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَعم

فَقَالَ اقْرَءْهُ فِي شَهْرٍ. (سنن ترمذی)

(کہ میں نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ جسے ہر رات ختم کر ڈالتا تھا۔ حضور ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ ایک ختم ایک ماہ میں کیا کرو)

د- ”عامر اشعی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی میں معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو

الدرداء، البوزید اور سعد بن عبید نے قرآن جمع کیا تھا۔“ (بحوالہ تاریخ القرآن۔ ص ۴۵)

ہ- ”ابو عمر اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ حیات رسول ﷺ میں عثمانؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعود اور

حذیفہ کے مولیٰ سالم نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ (ایضاً۔ ص ۴۵)

و- چند ایسی احادیث اور بھی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن جمع کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد کم از کم

اتیس تھی۔ (ایضاً۔ ص ۴۴)

حفاظتِ قرآن

قرآن کی حفاظت کے لیے حضور ﷺ نے دو قدم اٹھائے تھے:

اول۔ لکھے پڑھے صحابہ کو قرآن لکھنے کی ترغیب دی۔

دوم۔ ہزار ہا صحابہ نے قرآن کو یاد کر لیا۔

رحلت رسول ﷺ کے وقت صحابہ کی تعداد ۵/۴ لاکھ کے قریب تھی۔ آخری حج میں سو لاکھ صحابہ شامل ہوئے تھے۔ یہ لوگ خدا و رسول اور قرآن پہ جان چھڑکتے تھے۔ قرآن تیس برس میں دھیرے دھیرے نازل ہوا تھا۔ ان صحابہ کے لیے ہر روز ایک دو آیات یاد کرنا مشکل نہ تھا۔ اس لیے قیاس یہ ہے کہ تمام صحابہ قرآن کے حافظ ہوں گے۔ لیکن اگر ہم ان کا تناسب پانچ فیصد ہی فرض کر لیں۔ تب بھی یہ تعداد میں ہزار تک جا پہنچتی ہے۔ ان لوگوں نے برسوں حضور ﷺ سے قرآن سنا اور انہیں سنایا۔ پھر اسے اصلی صورت میں کسی تبدیلی کے بغیر اگلی نسل تک پہنچایا اور یہ سلسلہ ہم تک آپہنچا۔

اللہ نے اس کی حفاظت کا ایک اور انتظام یہ کیا کہ اسے معجزانہ زبان میں نازل فرمایا۔ یعنی اسے فصاحت و بلاغت کے اس مقام تک پہنچا دیا کہ بڑے سے بڑا ادیب، شاعر اور عالم قرآن کے اسلوب میں ایک جملہ تک نہ لکھ سکے۔

مصحف ابو بکرؓ

جب جنگ یمامہ (۱۱ھ) میں سینکڑوں حفاظ شہید ہو گئے۔ تو حضرت صدیقؓ نے حضور ﷺ کا مصحف جو اینٹوں، چمڑے کے ٹکڑوں وغیرہ پہ لکھا ہوا تھا۔ اپنی بیٹی عائشہؓ کے گھر سے منگوایا اور زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں ایک مکمل نسخہ تیار کرالیا۔

ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ کی وفات کے وقت اس نسخے کی ایک لاکھ نقول ملک کے طول و عرض میں موجود تھیں۔ حضرت عثمانؓ نے ان میں مزید اضافہ کیا اور اس طرح قرآن پوری طرح محفوظ ہو گیا۔

سات قرأتیں

حدیث میں ہے، کہ حضور ﷺ نے سات قبائل یعنی قریش۔ طے۔ ہوازن۔ اہل یمن۔ ثقیف۔ ہذیل اور حمیم کو مقامی تلفظ میں قرآن پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

اہل یمن الناس کو النات اور کلام کو شلام پڑھتے تھے۔

ارض ہذیل میں ح غائب تھی۔ وہ حق کو حق اور حاکم کو عاکم کہتے تھے۔ اس قسم کا اختلاف برصغیر میں بھی موجود ہے۔ دہلی والے قلم بولتے ہیں۔ اہل پنجاب کلم اور حیدر آباد کن والے ظلم۔ قرأت کے یہ اختلافات عہد عثمان تک

چلتے رہے۔ جب حضرت عثمانؓ نے لغت قریش کی بنیادوں پر مصحف استعار کر لیا۔ (یہ تمام اختلافات خود بخود ختم ہو گئے۔

بتاریخ نزول وحی

قاضی سلیمان منظور پوری، پوری تحقیق کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ:

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹۔ ربیع الاول ۱۔ عام اقل،

مطابق ۲۲۔ اپریل ۱۷۵۷ء۔ مطابق یکم جیٹھ ۱۱۲۸ ہجری کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و

قبل از طلوع غیر عالم کتاب پیدا ہوئے۔“ (رحمۃ اللعالمین۔ ج۔ ۱، ص ۴۲)

نزول وحی کے متعلق فرماتے ہیں:

جب آں حضرت صلعم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو ۹۔ ربیع الاول ۴۱

میلادی ۱۲ فروری ۱۹۶۰ء کو بروز دو شنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ (ایضاً۔ ص ۲۷)

ستھنسی سالوں کے حساب سے نزول وحی کے وقت حضور صلعم کی عمر ۳۸- سال ۱- ۹ ماہ اور ۲۰

ان تھی۔ چونکہ حضور ﷺ کی رحلت ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ (اور بروایت ۱۳۔ ربیع الاول)

مطابق ۸۔ جون ۶۳۲ء ہوئی تھی۔ اس لیے شکی لحاظ سے آپ کی عمر ۶۱ سال، ایک ماہ، ۶۰ ایوم

ورنزولی جی کا زمانہ ۲۲ سال ۳ ماہ اور ۲۶ دن تھا۔

اعراب

روایت ہے کہ اعراب ابوالاسود تسوکی بصری (۶۹ھ) کی ایجاد ہے۔ ہوا یوں کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا

کہ قرآن غلط پڑھا تھا۔ اسود نے اسے صحیح قرأت سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی یہ علامات سمجھائیں :-

- ۹۔ زبر کے لیے حروف کے اوپر ایک نقطہ۔

- ب۔

- ج۔ پیش۔۔۔۔۔ آگے۔۔۔۔۔

- توین کے لیے ایک نقطے کی جگہ دو نقطے۔

حضرت عثمانؓ نے چار آدمیوں کو نیا نسخہ تیار کرنے پہ لگایا تھا۔ زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبد الرحمن بن حارث۔ (ذیل: ۴۸۳)

یہاں مصنف سے سہو ہو گیا ہے۔ ۴۱ عام اخیل چاہیے تھا۔

۷۔ کنانہ کی ایک شاخ دُئل بن بکر کی طرف منسوب، حضرت علی کا مصاحب۔

کچھ عرصہ بعد خلیفہ عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو قرآن پہ اعراب لگانے کا حکم دیا۔ اس نے اس مقصد کے لیے حسن بصری، مالک بن دینار، یحییٰ بن یحمر، عاصم بن میمون البجدی اور دود گیر علماء کی ایک مجلس ترتیب دی۔ یحییٰ بن یحمر نے نقطے (ب ت ث وغیرہ) ایجاد کیے اور دیگر ارکان نے سکون۔ تنوین۔ تشدید اور حرکات کو ایک معین صورت دی۔
(تاریخ القرآن۔ ص ۱۳۰)

قرآن کے صفاتی نام

اللہ نے قرآن کے لیے کچھ صفاتی نام بھی استعمال کیے ہیں۔ مثلاً:-					
☆	الفرقان	☆	الکتاب	☆	البرہان
☆	التور	☆	الہدی	☆	الرحمت
☆	الشفاء	☆	احسن الحدیث	☆	بیان
☆	العلم	☆	بشری	☆	تذکرہ
☆	حکمت	☆	موعظہ	☆	ذکرئی
☆	القول المفصل	☆	بصائر	☆	الروح
☆	البلاغ۔ وغیرہ				

تعداد آیات وغیرہ

ابتداء میں کچھ عرصہ تک تعداد آیات میں اختلاف رہا۔ اس کی وجہ یہ کہ بعض کاتبوں نے لمبی آیات کو دو حصوں میں بانٹ دیا تھا۔

تعداد آیات اہل بصرہ کے ہاں	:	۶۳۰۴
تعداد آیات اہل مدینہ کے ہاں	:	۶۲۱۱
تعداد آیات اہل مکہ کے ہاں	:	۶۲۱۹
تعداد آیات اہل شام کے ہاں	:	۶۲۲۵
تعداد آیات اہل کوفہ کے ہاں	:	۶۲۳۹

رفتہ رفتہ یہ اختلاف ختم ہو گیا، اور اب آیات کی تعداد، بسم اللہ کے بغیر ۶۲۳۷ ہے۔ سورتوں کی تعداد ۱۱۴

ہے۔ جن میں سے ۸۶ کی اور ۲۸ مدنی۔ (ڈاس۔ ص ۳۸۹)

ترتیب نزول

سورتیں کس ترتیب سے نازل ہوئیں۔ اس میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر مسلم علماء کے علاوہ چند مستشرقین نے بھی تحقیق کی تھی۔ ہم جدول ذیل میں صرف پچیس سورتوں کی ترتیب بتائیں گے کہ طویل بحث کی گنجائش نہیں ہے۔

شمار	ابن عباس	جلال الدین سیوطی	سروہیم میور	پادری جے۔ ایم۔ راڈویل
پہلی سورت	علق	علق	والعصر	علق
دوسری ۔	ن	قلم	والعادیات	مَدَّ ثَر
تیسری ۔	مَرْ قِل	مَرْ قِل	زلزلہ	مَرْ قِل
چوتھی ۔	مَدَّ ثَر	مَدَّ ثَر	الشمس	الضحیٰ
پانچویں ۔	الہب	الہب	قریش	انشراح
چھٹی ۔	تکویر	تکویر	-	فلق
ساتویں ۔	اعلیٰ	اعلیٰ	قارعہ	الناس
آٹھویں ۔	لیل	لیل	الہین	فاتحہ
نویں ۔	فجر	فجر	نکاثر	کوثر
دسویں ۔	ضحیٰ	ضحیٰ	ہُزْمَرہ	إخلاص
گیارہویں ۔	انشراح	انشراح	إِنْفِطَار	ابولہب
بارہویں ۔	عصر	عصر	لیل	کافرون
تیرہویں ۔	عادیات	عادیات	فیل	ہُزْمَرہ
چودھویں ۔	کوثر	کوثر	فجر	نکاثر
پندرہویں ۔	نکاثر	نکاثر	بلد	ماعون

سولہویں ۔	ماعون	ماعون	ضحیٰ	یل
سترہویں ۔	کافرون	کافرون	إنشراح	قلم
اٹھارہویں ۔	فیل	فیل	کوثر	بلد
انیسویں ۔	فلق	فلق	علق	فیل
بیسویں ۔	ناس	ناس	إخلاص	قریش
اکیسویں ۔	إخلاص	إخلاص	مذبح	پنہ
بائیسویں ۔	نجم	نجم	ابولہب	طارق
تیسویں ۔	عبس	عبس	اعلیٰ	شمس
چوبیسویں ۔	القدر	القدر	قدر	عبس
پچیسویں ۔	شمس	شمس	غاشیہ	اعلیٰ

(ڈاس۔ ص ۴۹۰)

مآخذ:- ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ شاس۔ ص ۲۷۳، ۳۔ ڈاس۔ ص ۴۸۳، ۴۔ تاریخ القرآن۔ ص ۴۸، ۵۸، ۱۲۸

۱۵۷۔ الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطِرَتْ مَطَرِ السَّوْءِ

پوری آیت یوں ہے:-

وَلَقَدْ آتَوْا عَلٰی الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطِرَتْ مَطَرِ السَّوْءِ ط أَفَلَمْ
يَكُونُوا يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝

(الفرقان: ۴۰)

(اہل مکہ) (خصوصاً ان کے تاجر) اس بستی سے ہو آئے ہیں۔ جس پر پتھروں کی بارش برسی تھی۔ کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا؟ (لیکن انہوں نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ کیونکہ) انہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے کی امید نہیں ہے)

اس بستی سے مراد سڈوم ہے۔ جو قوم لوط کی سب سے بڑی بستی تھی۔ اس کے قریب تین بستیاں اور بھی تھیں، یعنی عمورہ، ادمہ اور زباکیم (ذاب۔ ص ۶۵۹)۔ سب کی سب جاوڈن کی ایک سرسبز وادی میں واقع تھیں۔ جو بحیرہ مُردار کے جنوب میں تھی۔ قُرُون وسطیٰ کے تاریخ نگاروں کا خیال یہ تھا کہ یہ بستیاں بحیرہ مُردار میں ڈوب چکی ہیں۔ لیکن موجودہ تاریخ نگار اس سے متفق نہیں ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ ان کے آثار آج بھی اس بحیرہ کے جنوب (اور بقول بائبل، شمال) میں نظر آتے ہیں۔

لفظ سڈوم کے معنی ہیں ”جھٹنا“۔ چونکہ یہ شہر گندھک اور آگ کی بارش سے تباہ ہوا تھا۔ اس لیے سڈوم کہلایا۔

(ذاب۔ ص ۶۶۰)

اس تو جیہہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بائبل کے مطابق اس شہر کا نام اس وقت بھی سڈوم تھا۔ جب لوط علیہ السلام نے وہاں سکونت اختیار کی تھی۔

”لوط نے ترائی کے شہروں میں سکونت اختیار کی اور سڈوم کی طرف اپنا ڈیرہ لگایا۔“

(پیدائش۔ ۱۳/۱۳)

اس علاقے کی تباہی یوں ہوئی:

”تب خداوند نے اپنی طرف سے سڈوم اور عمورہ پر آسمان سے گندھک اور آگ برساتی اور

ان شہروں، اس وادی اور ان شہروں کے رہنے والوں کو زمین کی پیداوار سمیت تباہ کر دیا۔“

(پیدائش۔ ۱۵/۱۹)

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً

مِّنْ سِجِّيلٍ لَّهُمْ نَصُودٍ مُّسَوِّمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ ط (ہود: ۸۲-۸۳)

(پھر جب ہمارا حکم ہوا۔ تو ہم نے ان بستیوں کو تہہ وبالا کر دیا۔ ان پر آتش دیدہ مٹی کے ایسے

گونے مسلسل برسائے۔ جن پر اللہ نے نشان لگا رکھے تھے)

مآخذ: ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ بائبل۔ باب ۱۹، ۳۔ ذاب۔ ص ۶۵۹

۱۵۸۔ الْقَرْيَةُ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ

قرآن نے ایک ایسی بستی کی داستان بیان کی ہے۔ جس کے باشندوں کو اللہ نے سبت کے دن مچھلی کے شکار

سے روک دیا تھا۔ پھر ہوا یوں کہ سبت کے دن مچھلیاں زیادہ ہو جائیں اور باقی دنوں میں گھٹ جائیں۔

وَسُئِلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ
يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا
وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا
كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ (اعراف: ۱۶۳)

(ذرا ان سے اس ہستی کا حال تو پوچھو۔ جو سمندر کے کنارے پہ واقع تھی اور اس کے
باشندے سبت کا احترام نہیں کرتے تھے۔ اتفاق یہ کہ سبت کے دن مچھلیاں کافی تعداد میں سطح
آب پہ آ جاتیں۔ اور باقی دنوں میں غائب ہو جاتیں۔ دراصل ہم نے انہیں ان کی بدکاری
کی وجہ سے ابتلا میں ڈال رکھا تھا)

یہ غالباً ان دنوں کا ذکر ہے۔ جب ساڑھے چھ لاکھ اسرائیلی بیابان حبیہ میں خیمہ زن تھے، اور ان کے کچھ
گروہ خلیج عقبہ کے قریب سکونت پذیر تھے۔

تفسیر ابن عباس میں اس آیت کے نیچے مرقوم ہے کہ:

اس سے مراد مدین ہے۔ لیکن صاحب جلالین اس سے ایلہ مراد لیتے ہیں۔ جو عقبہ ہی کا ایک
ساحلی قصبہ تھا۔

مآخذ: ۱۔ جلالین، ۲۔ تفسیر ابن عباس

۱۵۹۔ الْقَرْيَتَيْنِ (دو بستیاں)

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ
عَظِيمَةٍ (زمر: ۳۱)

(وہ بولے۔ کہ یہ قرآن ان دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پہ کیوں نازل نہیں کیا گیا)

دو بستیوں سے مراد مکہ و طائف ہیں۔ اس وقت مکہ کا متمول ترین اور با اثر رئیس ولید بن مغیرہ تھا، اور
طائف کا غروہ بن مسعود ثقفی۔

ملاحظہ ہوں:-

مآخذ ۱۔ جلالین ص ۴۰۵، ۲۔ ترجمہ مولانا احمد رضا خان ص ۷۱

۱۶۰۔ قریش

قرآن حکیم کی سورت نمبر ۱۰۶ کا نام ہی قریش ہے۔

لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ

الخ

باعتبار اشتقاق قریش قریش کی تصغیر ہے۔ جس کے ایک معنی ہیں :- جمع کرنا۔ کہتے ہیں :- کہ :

جب پانچویں صدی کے آخر میں قریش کے ایک سردار قُصَی نے خُواتم سے کعبہ کی نظامت

چھینی۔ تو تمام قبائل قریش کو، جو نواحِ مکہ کے پہاڑوں میں غربت کی زندگی بسر کر رہے تھے

اور ان کا گزرا تجارتی قافلوں کی بار برداری و مزدوری پہ تھا۔ مکہ میں جمع کر لیا۔ اور اس

اجتماع کی وجہ سے وہ قریش کہلانے لگے۔

قریش کا ایک اور مفہوم کسب اور کمائی ہے۔

ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ یہ لوگ عموماً قافلوں کا بوجھ اٹھاتے تھے اور ان میں سے کچھ تجارت بھی کرتے تھے۔

”قریش“ اس مچھلی کو بھی کہتے ہیں۔ جو چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ چونکہ یہ قبائل بڑے بہادر، جنگجو اور متحد

تھے۔ اس لیے یہ قریش کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (معجم۔ ج ۷، ص ۷۱)

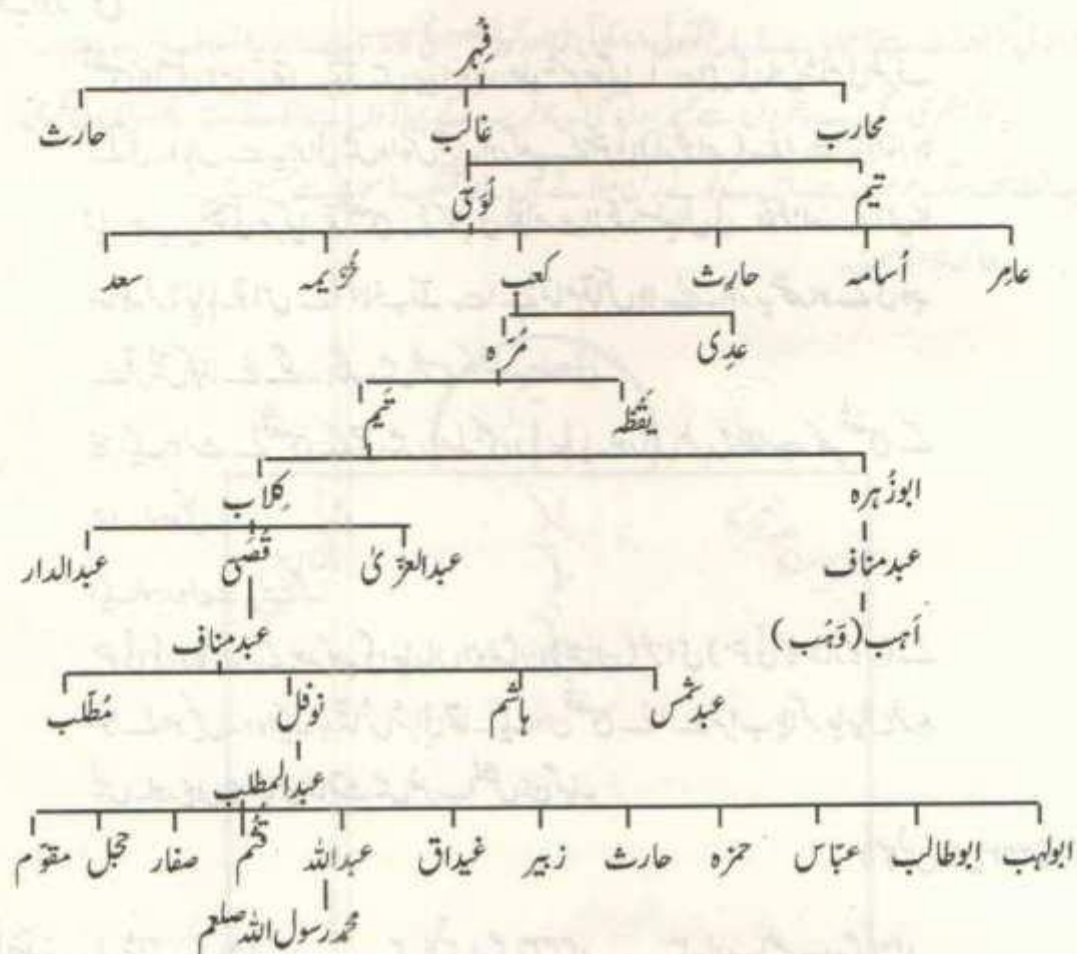
بیشتر علمائے انساب کی رائے یہ ہے۔ کہ قریش ان قبائل کے ایک جد کا نام تھا۔ جو فہر بھی کہلاتا تھا۔

اس کا شجرہ اجداد یہ ہے :

فہر	بن مالک	بن نضر	بن کنانہ	بن خویمہ
بن مندبکہ	بن الیاس	بن مصر	بن فزار	
بن معد	بن عدنان	بن اؤد	بن اؤد	
بن بجم	بن سلامان	بن ثابت	بن قیدار	
بن اسماعیل	بن ابراہیم			

(نسب نامہ رسول۔ ص ۸)

اور شجرۂ اولاد سے :-



(ادب العرب - ص ۲۰)

جب قصی نے اپنے قبائل کو کعبہ میں جمع کیا۔ تو چند ممتاز شاخوں، یعنی زہرہ۔ اسد۔ تیم۔ مخزوم۔ عدی۔
مُحاج اور ہکم وغیرہ کو جو اہل کعبہ میں بسایا، اور یہ اُطحی کہلانے لگے۔

مولانا معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ:

فاروق اعظم کا تعلق عدی سے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا اسد سے۔

خالد بن ولید کا مخزوم سے۔

عمر و بن عاص کا بہم سے۔

اور سعد بن ابی وقاص کا زہرہ سے تھا۔ (مہاجرین۔ ج۔ ۱، ص ۱۶)

قریش کے باقی قبائل مکہ کے کناروں پہ آباد ہو گئے اور یہ قریش الفظو اہر کہلاتے تھے۔ سپاہی اور غازی انہی

سے نکلتے تھے۔ (شاس۔ ص ۳۶۸)

کعبہ اور قُصَص

قُصَص کا اصلی نام زید تھا۔ یہ مکہ میں پیدا ہوا اور جلد یتیم ہو گیا۔ اسے اس کی ماں شام کی طرف لے گئی۔ وہاں سے یہ جوانی میں واپس آیا۔ اور کعبہ کے متوئی (ازخواء) نے اسے اپنا داماد بنا لیا۔ جب یہ متوئی مر گیا۔ تو قُصَص نے کعبہ کی نظامت از خود سنبھال لی۔ بنو خزاعہ نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا۔ تو اس نے اکناف مکہ سے اپنے تمام قبائل بلا لیے۔ اور یہ متحد ہونے کی وجہ سے قریش کہلانے لگے۔ جنگ میں خزیمہ کو شکست ہوئی۔ نیز ایک ثالث نے قُصَص کے حق میں فیصلہ بھی دے دیا۔ اور اس طرح نظامت کعبہ قُصَص کے حوالے ہو گئی۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ:

متوئی کی وفات کے بعد کعبہ کی چابیاں ابو غنثان (غنثان) خزاعی (متوئی کا مختار کار) کے حوالے ہوئیں۔ وہ ایک بد قماش شرابی تھا۔ ایک دن قُصَص نے اسے شراب پلا کر چابیاں خرید لیں۔ اور یوں ابو غنثان حماقت میں ضرب الشل بن گیا۔

(کانس - ص ۴۴۳)

مآخذ: ۱۔ شمس - ص ۳۶۸، ۲۔ کانس - ص ۴۴۳، ۳۔ ادب العرب - ص ۲۰،

۴۔ معجم - ج ۱، ص ۷۱، ۵۔ نسب نامہ رسول - ص ۸، ۶۔ مہاجرین - ج ۱، ص ۱۶

ک

۱۶۱۔ کعبہ

(نیز دیکھیے: بیت الحرام)

کعبہ ایک چوکوری عمارت ہے۔ جس کی موجودہ بلندی پچاس فٹ، لمبائی چالیس، اور چوڑائی پینتیس فٹ ہے۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی، جو حرمین میں مدتوں رہے۔ اپنی کتاب تاریخ الحرمین (طبع مئذواللہ یار، ۱۳۹۰ھ، ص ۵۲) میں لکھتے ہیں کہ:

کعبہ کا موجودہ طول و عرض یہ ہے:-

۱۔ طول شمالاً جنوباً ۳۶ فٹ ۲۔ عرض ۳۳ فٹ ۳۔ اونچائی ۴۵ فٹ ہے۔

اس عنوان کی بیشتر تفصیل "بیت الحرام" میں آچکی تھیں لیکن انہیں کچھ اضافوں کے ساتھ یہاں دہرایا گیا ہے۔

دونوں بیانات میں کوئی نمایاں تضاد نہیں۔ پہلے مؤرخین ذراع سے ماپتے تھے، اور مولانا محمد مالک نے انگریزی گز اور فٹ سے کام لیا ہے۔ ذراع کو کوئی ۱۸، کوئی ۲۲ اور کوئی ۲۳ انچ کا بتاتا ہے۔ اور یہ اختلاف اسی بنا پر ہے۔ یہ خاکستری رنگ کے پتھروں سے تعمیر ہوئی تھی۔ جو قریب کے پہاڑوں سے نکالے گئے تھے۔ اس کی کرسی ایک فٹ تک سنگ مرمر کی ہے۔ اس کے کونے رکن کہلاتے ہیں۔ اور مختلف ناموں سے مشہور ہیں۔ یہ خاکہ ملاحظہ ہو:-



اندر تین ستون، کئی جھاڑ۔ نیز سونے اور چاندی کے چراغ دان ہیں۔ فرش سنگ مرمر کا ہے۔ حجر اسود کئی چھوٹے چھوٹے پتھروں کا مجموعہ ہے۔ اس کے گرد پہلے سرخ پتھر اور پھر چاندی کا حاشیہ ہے۔ کعبے کا سنہری پر تالہ میزاب رحمت کہلاتا ہے۔ یہ حجر الحطیم میں گرتا ہے۔

حطیم

کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ ایک نیم قوسی دائرہ حطیم کہلاتا ہے۔ اس کی دیوار تین فٹ اونچی اور پانچ فٹ چوڑی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ واسامیلؑ کو اسی مقام پہ بسایا تھا۔ اور وہ یہیں دفن ہوئے تھے۔ اس کی دیوار حطیم کہلاتی ہے اور گھری ہوئی جگہ حجر۔ در کعبہ کے قریب آج بھی ایک نشیب موجود ہے۔ جس میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام گارا بناتے تھے۔ رکن عراقی کے قریب ایک چھوٹے سے گنبد کے نیچے وہ پتھر رکھا ہے، جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار کعبہ اٹھایا کرتے تھے۔ اس پتھر پر ان کے آثار قدم آج بھی نظر آتے ہیں۔ مقام ابراہیم اسی کا نام ہے۔

(شاس۔ ص ۱۹۲)

تاریخ کعبہ

بطلموس اپنے جغرافیہ (بحوالہ شاس۔ ص ۱۹۳) میں جنوبی عرب کے ایک شہر مکہ کو یہ کا ذکر کرتا ہے۔
جرمنی کا ایک جغرافیہ نگار گلیزر (Glaser) اپنی کتاب ”جغرافیہ عرب“ (طبع برلن ۱۸۹۰ء، ج ۲، ص ۲۳۵) میں لکھتا ہے۔ کہ ”مکروبہ“ سے مراد غالباً مکہ ہے۔ یہ حبشی زبان کے ایک لفظ ”مکراب“ (معبد۔ مندر) کی تحریف ہے۔
اس سے ظاہر ہے کہ کعبہ بطلموس کے زمانے (دوسری صدی) میں موجود تھا۔ (شاس۔ ص ۱۹۳)

تعمیر کعبہ میں تبدیلیاں

کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کعبہ صرف ایک قد آدم اونچا تھا اور اس پر چھت نہیں تھی۔ نیچے کرسی بھی نہیں تھی۔ نتیجہ یہ کہ بارش کا پانی بار بار کعبے میں گھس آتا۔ اور عمارت گر جاتی۔ جب حضرت خلیل کا کعبہ گر گیا۔ تو اسے بنو جرہم نے بنایا۔ دوبارہ مسمار ہوا۔ تو عمالقہ نے تعمیر کیا۔

عمالقہ کے بعد دو ہزار برس تک بیت اللہ یہ کیا بنتی۔ تاریخ خاموش ہے۔

جب پانچویں صدی میلادی کے آخر میں کعبہ کی نظامت قُصّی بن کلاب (دیکھیے: ۱۶۰۔ قریش) کے حوالے ہوئی۔ تو اس نے کعبہ کو از سر نو بنایا۔ دیواریں اونچی کیں۔ لیکن پیسے ختم ہو جانے کی وجہ سے کعبے کا ایک حصہ بے تعمیر رہنے دیا۔ حطیم اسی حصے کا نام ہے۔

قُصّی کے بعد اس کا بھائی عبدالدار اس خدمت پہ مقرر ہوا۔ لیکن قصی کی اولاد اسے اپنا حق سمجھتی تھی۔ اس لیے کش مکش شروع ہو گئی۔

بالآخر خاندانوں نے فیصلہ یہ کیا کہ:

کلید کعبہ اور دارالندوہ آل عبدالدار کے پاس رہے۔

اور حجاج کی مہمانی۔ نگرانی اور آب رسانی عبدالمناف بن قصی کے سپرد ہو۔

چنانچہ عبدالمناف کے بعد ہاشم۔ پھر عبدالطلب اور بعد ازاں عبداللہ ان خدمات کو سرانجام دیتے رہے۔

تعمیر قریش

یہ غالباً ۵۹۵ء کا واقعہ ہے کہ ایک عورت کعبہ کے اندر بخور جلا رہی تھی کہ غلاف کعبہ کو آگ لگ گئی۔ اور سب کچھ جل گیا۔ قریش نے اسے از سر نو تعمیر کیا۔ جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ یہ اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ:

جو شخص سب سے پہلے باب صفا سے حرم میں داخل ہو۔ اسے ثالث بنایا جائے۔

اتفاقاً وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی۔ اس میں حجر اسود رکھا۔ اور تمام قبائل کے نمائندوں سے کہا کہ چادر کو مل کر اوپر اٹھاؤ۔ جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نکال کر دست مبارک سے نصب کر دیا۔

عرب کے ایک مشہور شاعر ہمیرہ بن وہب مخزومی نے اس واقعہ پر ایک قصیدہ لکھا۔

امیر معاویہؓ کے بعد جب یزید مسند نشین ہوا۔ تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا۔ عبداللہ کعبہ میں پناہ گیر ہو گئے۔ لیکن لشکر کے قائد حصین بن عمر نے حرم کا احترام نہ کیا۔ اور منہجیق سے اتنے پتھر پھینکے کہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ چھت کے کچھ بالے ٹوٹ گئے۔ اور ساتھ ہی یزید کا چراغ حیات گل ہو گیا۔ جب یہ خبر حصین تک پہنچی۔ تو وہ واپس چلا گیا۔

بعد میں حضرت عبداللہ نے ۶۳ھ میں بیت اللہ کو از سر نو بنایا۔ بعد از تکمیل اس پر ریشمی غلاف چڑھایا۔ ستونوں کو سونے کے پتروں سے سجایا۔ اور سونے کی کنجیاں بنوائیں۔

بعد میں عبدالملک (۶۵-۸۶ھ) نے حجاج کو حکم دیا کہ شمالی دیوار گرا کر عظیم کو کعبہ سے نکال دے۔ اور اس نے تعمیل کی۔ (خلاصہ تواریخ مکہ۔ ص ۳۰)

۱۰۳۹ھ میں سیلاب کی وجہ سے حرم پھر گر گیا۔ اس وقت سلطان مراد خان (ترکی میں) برسر اقتدار تھا۔ اس نے اس ایک دفعہ اور تعمیر کرایا۔

آرائش کعبہ

حرم کی آرائش میں مختلف اشخاص نے حصہ لیا۔ مثلاً:-

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالطلب (۵۷۸ء) نے کعبہ میں سونے کے دوہرن رکھ دیے۔ جو کسی وقت ساسانی خاندان کے جدا کبر ساسان (۲۲۶ء) نے بھیجے تھے۔
- ۲۔ سونے کا پرنا ۹۸۱ھ میں سلیم ثانی عثمانی (۹۸۲ھ) نے پیش کیا تھا۔ (ڈاس۔ ص ۲۵)

- ۳۔ خلیفہ ولید (۸۶-۹۶ھ) نے تیس ہزار دینار کے صرف سے ستونوں اور دروازوں پر بھی سونے کے پترے لگوائے۔
- ۴۔ امین بن ہارون عباسی (۱۹۳-۱۹۸ھ) نے مزید اٹھارہ ہزار دینار خرچ کر کے سونے کے پتروں میں اضافہ کیا۔
- ۵۔ مقتدر عباسی (۲۹۵-۳۲۰ھ) کی والدہ نے ستونوں پر سونے کے خول چڑھائے۔
- ۶۔ مصر کے ایک والی ملک ناصر ابوبی (۵۶۳-۵۸۹ھ) نیز ہند، ترکی اور یمن کے کئی سلاطین نے اس کے کُسن میں اضافہ کیا۔ (خلاصہ تواریخ مکہ۔ ص ۳۰-۳۲)

غلاف کعبہ

یمن کے ایک شیعہ لڑکے ربیع اسعد (۴۰۰-۴۲۵ء) نے سب سے پہلے کعبہ کو یمنی چادر کا ایک غلاف پہنایا۔ حضور ﷺ بھی انہی چادروں کا غلاف تیار کراتے تھے۔ فاروق اعظمؓ نے مصری کپڑے کو ترجیح دی۔ امیر معاویہؓ نے دیبا کو انتخاب کیا۔ اس کے بعد ہر سال دیبا کا غلاف آتا رہا۔ جب خلافت عباسیہ کو زوال آیا۔ تو غلاف کبھی مصر اور کبھی یمن سے آنے لگا۔ اس کے بعد سلاطین عثمان نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا۔

سلیمان دوم عثمانی (۱۰۹۹ھ-۱۱۰۲ھ) کے زمانے میں غلاف مصر سے جانے لگا اور یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔

۱۹۶۲ء میں پاکستان نے غلاف بھیجا تھا۔

مآخذ:- ۱۔ خلاصہ تواریخ مکہ۔ ص ۲۳-۳۳، ۲۔ طبقات سلاطین اسلام۔ متفرق، ۳۔ ڈاس۔ ص ۲۵۷، ۴۔ شاس۔ ص ۱۹۲، ۳۔

ل

۱۶۲۔ لات

(نیز دیکھیے: ۱۳۵۔ ”عزّٰی“)

یا قوت حموی لکھتا ہے (معجم۔ ج ۷، ص ۱۱۸) کہ لات بنو ثقیف کے ایک فیاض، بہادر اور مہمان نواز آدمی کا نام تھا۔ جب وہ مر گیا۔ تو قبیلہ کو بہت صدمہ پہنچا۔ اس پر بنو خزاعہ (جو بنو جرہم کو شکست دے کر کعبہ کے متولی بن گئے تھے) کے ایک فیاض سردار عمر بن لُحی نے اعلان کیا کہ مرحوم کی روح فلاں چٹان میں داخل ہو گئی ہے۔

یا قوت حموی معجم ج ۷ ”کعبہ“ کے تحت لکھتا ہے کہ غلاف چڑھانے والے شیعہ کا نام مالک بن عجلان تھا۔

روایت ہے۔ کہ:

طائف کا ایک آدمی طائف میں ایک چٹان پہ بیٹھ کر حاجیوں کو گھی اور دودھ بیچا کرتا تھا۔ مرد کا اشارہ اسی چٹان کی طرف تھا۔ لوگوں نے اس چٹان کا طواف شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس پر ایک صنم نصب ہو گیا، اس پر چھت ڈال دی گئی اور اس کا نام اللات رکھ دیا گیا۔ شروع میں تمام عرب اس کی عبادت کرتے تھے۔ بعد میں یہ صرف ہوازن کے لیے مخصوص ہو گیا۔ لوگ اس کی قسمیں کھاتے اور اس کی طرف منسوب ہونے پہ ناز کرتے تھے۔

لات ان کے نام کا بھی جزو بن گیا تھا۔ مثلاً:

زیدہ لات

تیم اللات اور

حارث اللات

شاس (ص ۲۸۷) ۱ سے آل الاہات (سورج دیوتا) کی تحریف سمجھتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان بن خرب اور مغیرہ بن شعبہ کو لات کی تباہی کا حکم دیا۔ انہوں نے تعمیل کی، اور جہاں لات گرا تھا۔ وہاں جلد ہی ایک مسجد بن گئی۔

ماخذ: ۱۔ مجمع ج ۷، اللات، ۲۔ شاس ص ۲۸۷، ۳۔ ڈاس ص ۲۸۵،

۱۶۳۔ لقمان

قرآن میں اللہ نے لقمان کے متعلق صرف اتنا ہی کہا ہے۔ کہ:

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ (لقمان)

”ہم نے لقمان کو حکمت (دانش۔ فلسفہ۔ علم) سے نوازا تھا۔“

اور یہ نہیں بتایا کہ وہ کون۔ کیا۔ کہاں کا رہنے والا اور کس زمانے سے تعلق رکھتا تھا؟ اس کے متعلق علمائے اسلام نیز محققین یورپ نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ مثلاً:

علمائے اسلام کی تصریحات

محمد بن اسحاق مدنی (۱۵۰ھ) کی رائے یہ ہے۔ کہ:

لقمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ناجر کا پوتا اور باعور کا فرزند تھا۔ لقمان بن باعور

بن ناجر بن آزر۔

وہب بن وہب بن کثیر القرشی المدنی (۲۰۰ھ) کا خیال ہے کہ یہ حضرت ایوب کا بھانجا تھا۔

مقاتل بن سلیمان ازدی خراسانی (۱۰۵ھ) سے حضرت ایوب کا خالہ زاد بھائی قرار دیتا ہے۔ (جلالین۔ ص ۳۴۳)

مدینہ کے ایک مؤرخ واقدی (۱۳۰-۲۰۷ھ) کی رائے میں آپ بنو اسرائیل کے قاضی تھے۔ یہ بھی روایت ہے۔ کہ:

آپ کی عمر ایک ہزار برس تھی۔ اور آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے معاصر بھی رہے۔

(ترجمہ مولانا احمد رضا خان۔ حاشیہ ص ۵۹۷)

کتاب الہدیٰ کے مصنف مولانا یعقوب الحسن نے شعرائے جاہلی کے کلام سے لقمان حمیری کا سراغ لگایا ہے۔ اس کے متعلق عادِ ثانیہ کے ایک سردار سمیدع بن زبیری کرکری نے اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہا تھا کہ:

سَيُرُّوْا بِنَا اِلٰى هٰذَا الْمَلِكِ الْحَمِيْرِيِّ لِقَمَانِ بْنِ عَادٍ فَاِنَّ
عِنْدَهُ رُشْدًا وَ سِدَادًا وَ صِلَاحًا لِلْعِبَادِ.

(آؤ ہم اس حمیری بادشاہ لقمان بن عاد کے یہاں چلیں۔ کہ اس سے ہدایت۔ راستی اور بندوں کی بہبود کا سبق ملتا ہے)

اسی کے متعلق ایک اور شاعر نے کہا تھا:

قَدْ قَامَ مِنْ حَمِيْرٍ ذُو الرِّشَادِ لِقَمَانُهَا فَقَدْ هَدَاهُ الْهُدَايُ فَغَيَّرَ
الْمُنْكَرَ بِالسِّدَادِ.

(حمیر میں ایک صاحب ہدایت پیدا ہوا ہے۔ جسے اللہ نے ہدایت دی ہے۔ اور اس نے بدی کو نیکی سے بدل دیا ہے)

کہتے ہیں کہ یمن کے قبیلہ بنو لقمان کا جدِ اول تھا۔ سلمیٰ بن ربیعہ کے ایک قصیدے میں اسی قبیلے کا ذکر ہے۔

وَأَهْلُ جَاشٍ وَ مَارِبٍ

وَحَى لِقَمَانَ وَ التَّقُونَ

(اہل جاش و مارب۔ قبیلہ لقمان اور تیر انداز قبائل سب کے سب مٹ گئے ہیں)

(کتاب الہدیٰ۔ ص ۳۷۹)

علمائے یورپ کی رائے

علمائے یورپ کے ایک گروہ اور خصوصاً سیل کا خیال یہ ہے۔ کہ:
لقمان سے مراد یونان کا ایک فلسفی اےسپ (Aesop) ہے۔ جو بعض روایات کے مطابق ایک نہایت بد صورت کبڑا غلام تھا جسے لوگ اپنے شریر بچوں کو ڈرانے کے لیے خریدا کرتے تھے۔ اس کے آخری آقا نے اس کے امثال و مواعظ سے متاثر ہو کر اسے آزاد کر دیا۔ اور لیڈیا (ترکی کا جنوب۔ مغربی کونہ) کے ایک بادشاہ کراس (Croesus) نے اسے اپنے ہاں بلا لیا۔ اور کچھ عرصے کے بعد اسے اپنے افکار کی تبلیغ کے لیے اپالو کے معبد میں بھیج دیا۔ اپالو یونانیوں کا ایک دیوتا تھا۔ جو خدائے نور کے نام سے مشہور تھا۔ اس کا مندر یونان کے ایک شہر ڈلفی (Delphi) میں تھا۔ وہاں اپالو کے پجاریوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی ولادت ۶۲۰ ق م اور وفات ۵۶۰ ق م میں ہوئی تھی۔ (کامپٹن انسائیکلو پیڈیا۔ ج۔ ۱، ص ۳۰)
اس کی امثال انگلستان کے ایک فاضل Borris Artzy Basheff نے ۱۹۳۸ء میں ایڈٹ کی تھیں۔
پروفیسر گب نے مختلف مآخذ، مثلاً:-

ابن اثیر۔ الکامل۔

ثعلبی۔ قصص الانبیاء۔

جیگر۔ Was That Muhammad?

جے۔ واکر۔ Not The Quranic Word وغیرہ کی بنا پر لقمان کے متعلق ایک خاصہ علمی مقالہ

لکھا ہے۔

جس کا ملخص یہ کہ:

لقمان کی داستان تین مراحل سے گزری ہے۔

پہلا مرحلہ

پہلا مرحلہ روایات قبل از اسلام کا تھا۔ جن میں لقمان کو ایک طویل العمر بزرگ، حکیم اور بہادر کی حیثیت سے

پیش کیا گیا تھا۔

ابو حاتم بختانی اپنی تصنیف کتاب المعمرین میں لکھتا ہے۔ کہ:

خضر علیہ السلام کے بعد لقمان کی عمر سب سے لمبی تھی۔ اور یہ ہزار برس تک زندہ رہا۔

آر۔ باسٹ (R. Basset) نے لقمان پہ ایک کتاب لکھی تھی۔ جو پیرس سے ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی۔

اس میں اس نے ان شعراء کا ذکر کیا ہے۔ جو یا تو عہد جاہلیت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یا اوائل اسلام سے۔ مثلاً:

☆ طَرْفُہ

☆ لبید

☆ الکاعشی

☆ امرؤ القیس

لبید اور امرؤ القیس اسے عاد کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ طَرْفُہ کے ہاں وہ قمار باز بھی تھا۔ لیکن یہ ایک ایسا الزام ہے۔ جس کی تائید کہیں سے نہیں ہوتی۔

روایات عرب کے مطابق لقمان پہلا متفقین ہے۔ جس نے چوری کی سزا قطعید (ہاتھ کاٹنا) اور زنا کی رجم (سنگسار کرنا) تجویز کی تھی۔ اس نے اپنی فاحشہ بیوی کو رجم ہی سے ہلاک کیا تھا۔

طہری (۳۱۰ھ) اور لؤ الفدا (۳۲۷ھ) کا خیال ہے کہ یہ یمن کا بادشاہ تھا۔

دوسرا مرحلہ

دوسرے مرحلے پر لقمان کو امثال کا خالق قرار دیا گیا۔

قرآن نے بھی اس کی چند امثال کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ط إِنَّ أَنْكَرَ

الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرَةِ (لقمان۔ ۱۹)

(چال درمیانی اور آواز کو دھیمہ رکھ۔ کہ گدھے کی آواز سب سے بُری ہوتی ہے)

کیمبرج کے ایک پروفیسر رینڈل ہیئر (۱۸۵۲-۱۹۳۱ء) نے ایک اور روایاتی حکیم و فلسفی ”احیقار“ کی

داستان (Story of Akhikar) لکھی تھی۔ اس میں وہ اس بات پہ کئی دلائل دیتا ہے۔ کہ احیقار ہی قرآن کا

لقمان تھا۔ اس سلسلے میں وہ احیقار کے کئی ایسے اقوال پیش کرتا ہے۔ جو قرآن سے ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً:-

”سرجھکا کے چلو۔ جیسی آواز میں بولو۔ کیونکہ اگر بلند آواز سے گھر بن سکتا۔ تو گدھا ہر روز دو

گھر بنالیتا۔“ (شاس۔ ص ۲۸۹)

مسلمانوں میں کتنے ہی مصنفین ہیں۔ جنہوں نے امثال (اقوال زریریں) جمع کیں۔ اور جس قول کو چاہا

لقمان کی طرف منسوب کر دیا۔

دہب بن مَنَظَر (۳۴-۱۱۴ھ) صنعا (یمن) میں قاضی تھا۔ اور اسے ہزار ہا روایات (عربی۔ اسرائیلی

وغیرہ) از بر تھیں۔ اس کی طرف یہ مبالغہ آمیز دعویٰ منسوب ہے کہ:

”میں نے امثال لقمان کے دس ہزار ابواب پڑھے ہیں“ (شاس۔ ص ۲۸۹)

ثعلبی نیشاپوری (۳۲۷ھ) کی ”مجالس“ میں ایک باب حکمت لقمان پر ہے۔ اس کی چند امثال ملاحظہ

فرمائیے:-

۱۔ اپنے بچے کو معاف نہ کرو۔ اس کے لیے بید کی ضربیں اتنی ہی مفید ہیں۔ جتنی باغ کے لیے کھاد یا بیج کے لیے پانی۔

۲۔ دوست سے دوستی اسی حد تک نبھاؤ۔ کہ اللہ ناراض نہ ہونے پائے۔

۳۔ بیمار ہونے سے پہلے طبیب سے مشورہ کرو۔

کہتے ہیں کہ لقمان حضرت داؤد علیہ السلام (۱۰۱۵ ق م) کا وزیر تھا۔ اور تین سال بعد تک زندہ رہا۔

تیسرا مرحلہ

تیسرے مرحلے پر لقمان پہلے امثال طراز پھر امثال نگار کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔

جب یونانی ایسپ کی دانش مشرق میں پھیلی۔ تو اس کی کئی حکایات و امثال لقمان کی طرف منسوب ہو گئیں۔

قدیم عربی روایات کی رو سے لقمان ایک حکیم و فلسفی تھا۔ لیکن بعد کی روایات میں بعض نے اسے ایک بد صورت یونانی یا حبشی غلام بنا دیا۔ اور کسی نے اسے ترکھان۔ درزی اور گڈ ریا کہہ دیا۔ قدیم عرب اسے صرف امثال طراز سمجھتے تھے۔ لیکن قرون وسطیٰ میں جانوروں کی زبانی حکایات Fables بھی اس کی طرف منسوب ہو گئیں۔ پہلے وہ امثال کا قوی مصنف تھا۔ لیکن بعد میں اسے امثال نگار بنا دیا گیا۔

کئی برس پہلے ایسپ کی اکتالیس کہانیاں۔ ایک فرانسیسی پروفیسر ڈیرن برگ Deren Bourg (۱۸۳۳-۱۹۰۸ء) نے پیرس سے شائع کی تھیں۔ ان کا مخطوطہ ۱۲۹۹ء سے تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کہانیاں صدیوں سے دنیا میں رائج ہوں گی جب یہ ثعلبی، میدانی اور ذخیرہ مسلم امثال نگاروں تک پہنچیں۔ تو انہوں نے ایسپ کو لقمان سمجھ کر کئی حکایات اس کی طرف منسوب کر دیں۔

بعض مفسرین نے لقمان کو عہد موسیٰ کا بلکعم باعور قرار دیا ہے۔

چند محققین مغرب مثلاً:-

ڈیرن برگ، ایڈورڈ مینر اور پیسٹ (شاس۔ ص ۲۹۰) کی رائے بھی یہی ہے۔ بلکعم عراق میں پیدا ہوا اور

مدین میں جا بسا۔ وہاں ایک روایت کے مطابق یہ بادشاہ بن گیا۔ (کنفی۔ ۸/۳۱)

اسے اللہ نے پیش بینی و پیش گوئی کی طاقت سے نوازا رکھا تھا۔ (کنفی۔ ۵/۲۲)

اور انبیاء میں شمار ہوتا تھا۔

جب بنو اسرائیل موآب (بحیرہ مردار کے مشرقی ساحل پہ ایک ضلع) کے میدان میں خیمہ آرا ہوئے۔ تو شاہ موآب نے بلعم کو بلایا کہ وہ بنو اسرائیل کے لیے بددعا کرے۔ پہلے تو اس نے دو دفعہ انکار کیا۔ لیکن تیسری مرتبہ چل پڑا۔ اور شاہ موآب کو مشورہ دیا۔ کہ وہ عورتوں کو اسرائیلی خیموں میں کام کاج کی اجازت دے دے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اسرائیلیوں کی ایک خاصی تعداد ان پہاڑوں کی بدکاری کی طرف راغب ہو جائے اور پٹ جائے۔ یہ سکیم کامیاب رہی۔ انہوں نے بدکاری کی۔ اللہ کا غضب ان پہ بھڑکا۔ چنانچہ ان میں ایک وبا پھوٹ پڑی اور چوبیس ہزار اسرائیلی ہلاک ہو گئے۔ (کنفی۔ ۲۵)

اس حرکت کا انتقام لینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین پہ حملہ کیا اور بلعم اس جنگ میں ہلاک ہو گیا۔

مآخذ: ۱۔ تفسیر طبری، طبع قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ج ۲۱، ص ۳۹-۵۰،

۲۔ ثعلبی۔ قصص الانبیاء۔ طبع قاہرہ ۱۳۲۵ھ، ص ۲۲۰-۲۲۲، ۳۔ شاس۔ ص ۲۸۹،

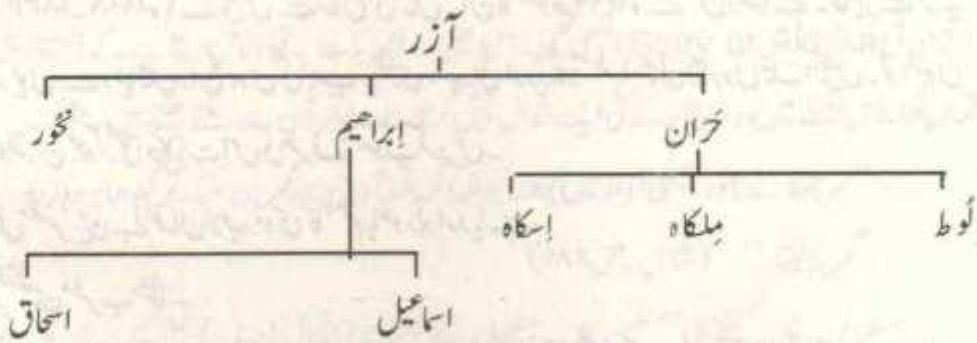
۴۔ جلالین۔ ص ۳۳۳، ۵۔ ترجمہ قرآن۔ احمد رضا خان۔ حاشیہ ص ۵۹۷،

۶۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۳۷۹، ۷۔ ڈاب۔ ص ۷۱، ۸۔ ڈاس۔ ص ۳۹۱،

۹۔ قرآن شریف، ۱۰۔ بائبل، ۱۱۔ کامپٹن۔ انسائیکلو پیڈیا

۱۶۴۔ لوط

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں اٹھائیس دفعہ آیا ہے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ شجرہ یہ ہے:-



آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ملکاء اور اسکاہ۔ دونوں کی شادیاں اپنے حقیقی چچوں سے ہوئی تھیں۔ (دین ابراہیم میں یہ چیز جائز تھی)۔

ملکاء کا نکاح فُحور سے ہوا۔ اور اسکاہ (جسے اکثر شارمین تورات سارہ کا مترادف سمجھتے ہیں) کا حضرت ابراہیم سے۔

ابھی آزر کا خاندان اُور (بابل۔ عراق) ہی میں تھا۔ کہ لوط کے والد فوت ہو گئے اور لوط کو دادا نے اپنی تربیت میں لے لیا۔ جب بابل میں چاند کی پرستش ختم ہو گئی۔ تو آزر اپنے سارے خاندان کو لے کر شام کے ایک شہر حران (آج کل ترکی میں ہے) میں چلا گیا۔ جہاں چاند۔ دیوی کا بہت بڑا معبد تھا۔ (پیدائش۔ ۳۱/۱۱)

آزر کی وفات کے بعد لوط و ابراہیم علیہم السلام کنعان کی طرف نکل گئے اور وہاں بیت ایل (یوروشلم سے دس میل شمال مشرق کی طرف) میں جا ٹھہرے۔ (پیدائش۔ ۸/۱۲)

کچھ عرصہ بعد وہاں کال پڑ گیا۔ اور یہ دونوں مصر کو روانہ ہو گئے۔ جب کال ختم ہو گیا تو یہ کنعان میں واپس آ گئے۔ چونکہ ان کے پاس سیم و زر کے علاوہ بڑے بڑے ریوڑ بھی تھے اور بیت ایل کے نواح میں اتنا چارہ نہ تھا۔ نیز ان کے چرواہے آپس میں جھگڑتے رہتے تھے۔ اس لیے ان دونوں نے طے کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو خیر و ن میں رہیں اور لوط اُردن کی ایک سرسبز وادی میں چلے جائیں۔ جہاں کے مشہور گاؤں سدوم اور عمورہ تھے۔

(پیدائش۔ ۱۱/۱۳)

یہ علاقہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان کے والی ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام وہاں مقیم ہوئے تو ایسا ہی ایک معرکہ پیش آیا۔ ایک طرف سدوم اور نواحی علاقے کے پانچ بادشاہ تھے۔ اور دوسری طرف عیلام۔ جو نیم وغیرہ کے چار حملہ آور۔ سدوم کو شکست ہوئی اور حملہ آور بے شمار مال و اسباب، ریوڑ اور قیدی لے کر واپس چل پڑے۔ ان قیدیوں میں حضرت لوط بھی شامل تھے۔ جب یہ خبر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچی۔ تو آپ نے ۳۱۸ مشاق اور بہادر خاندانوں (پیدائش۔ ۱۳/۱۴) کے ساتھ حملہ آوروں کا تعاقب کیا اور دمشق کے قریب ثوبہ (بسی) میں انہیں جالیا۔ ان سے لوٹ کا مال بھی چھینا۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کو بھی چھڑا لائے۔ (پیدائش۔ ۱۶/۱۴)

چونکہ سدوم کے لوگ نہایت بدکار تھے۔ اور کوئی بات سننے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ اس لیے اللہ نے لوط کی طرف دو فرشتے بے ایس پیغام بھیجے کہ اس بستی کو فوراً خالی کر دو، کہ میں اسے تباہ کرنے والا ہوں۔

جب یہ وہاں سے نکل کر قریب کی ایک بستی صغر میں پہنچے۔ تو سدوم اور عمورہ وغیرہ پر آگ اور گندھک برسنے لگی۔ اور سب کچھ تباہ ہو گیا۔ (پیدائش۔ ۲۴/۱۹۔ ۲۵)

پیپلز انسائیکلو پیڈیا (ص ۶۵۶) میں اسے ۲۲۵۰ ق م کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ لیکن کمینین (ص ۱۸۲) اسے دو سو سال بعد کا حادثہ قرار دیتا ہے۔

طبری نے زوجہ لوط کا نام واعلہ یا علسا کا بتایا ہے۔ بڑی بیٹی کا بریث۔ چھوٹی کا راریہ یا شغریہ یا رادیہ لکھا ہے۔ (شاس۔ ص ۲۹۰)

مسکن لوط

ساحل قلم کے ساتھ ساتھ حجاز سے شام جاتے ہوئے سب سے پہلے حجر آتا ہے۔ جسے آج کل مدائن صالح کہتے ہیں۔ آگے ایک جنگل ہے جو ایکہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے پاس ہی تبوک ہے۔ اور اوپر اندازاً اڑھائی سو میل شمال میں بحیرہ مردار۔ جس کے جنوبی ساحل پر سدوم کی وادی تھی۔ اس کی چار بستیاں یعنی: سدوم۔ عمورہ۔ آدمہ اور زبائیم بارانِ آتش سے تباہ ہو گئی تھیں۔ قرآن نے اس شاہراہ کو جو یمن سے حلب تک جاتی ہے۔ ”امام مبین“ (بڑی شاہراہ) کہا ہے۔ (حج: ۷۹)

اسی شاہراہ پر حجاز ریلوے تعمیر ہوئی تھی۔ جو مدینہ سے نکل کر پہلے حجر پھر تبوک، اور بعد ازاں دمشق کو جاتی تھی۔ (کتاب الہدیٰ۔ ص ۳۶۲)

وَلَوْ طَا أَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي
كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ط إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَسَقِينَ ۝

(انبیاء: ۷۴)

(ہم نے لوط کو علم و دانش سے نوازا اور اسے ایک خبیث بستی سے نجات دی۔ اس بستی کے لوگ فاسق و بدکار تھے)

ماخذ: ۱۔ بائبل، ۲۔ پیپلز۔ ص ۶۵۶، ۳۔ کمینین۔ ص ۱۸۲، ۴۔ شاس۔ ص ۲۹۰

۵۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۳۶۲، ۶۔ ڈاس۔ ص ۲۹۹، ۷۔ قرآن شریف

۱۶۵۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝

(قدر: ۱)

(ہم نے نزولِ قرآن کا آغاز لیلۃ القدر میں کیا)

اس آیت کے تحت مصر کے مشہور فاضل و محقق علامہ جوہری طمطاوی (؟ ۱۹۶۰) لکھتے ہیں کہ:

قدر کے معنی تعین۔ اندازہ اور عظمت ہیں۔ چونکہ قرآن حکیم ان اصولوں کی وضاحت کرتا ہے۔ جن کا لازمی نتیجہ انسانی عظمت۔ فلاح۔ آسودگی اور سکون قلب ہے اور ان منازل رفیعہ کا پتہ دیتا ہے۔ جو حیات انسانی کا نصب العین ہیں۔ اس لیے وہ رات بہت بڑی رات ہے جس میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی تھی۔

ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ:

ہر شب، شب قدر بن سکتی ہے۔ اگر اسے عبادت (ذکر و تسبیح) میں بسر کیا جائے۔

(الجواہر۔ ج ۲۵، ص ۲۴۷)

لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا موضوع اتنا اہم ہے کہ حدیث کے تقریباً ہر مجموعے میں اس پر متعدد احادیث ملتی ہیں۔ چند ایک یہ ہیں:-

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں (۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹) میں تلاش کرو۔ (بخاری)
- ۲۔ فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اور اس نے بتایا کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)
- ۳۔ فرمایا: جو شخص ہر رات عبادت کرے۔ وہ شب قدر کو پا لے گا۔ (مسلم)
- ۴۔ ایک دن حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ: اگر میں شب قدر کو پا لوں۔ تو کون سی دعا مانگوں۔ فرمایا: اس وقت کہو:-

”اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھے معاف کر۔“

(ابن ماجہ۔ ترمذی۔ احمد بن حنبل)

- ۵۔ فرمایا: جب لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا ظہور ہوتا ہے۔ تو حضرت جبریل تمام فرشتوں کے ساتھ مل کر ہر اس شخص کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں جو رات کو عبادت کرتا ہے۔ (بیہقی)

(بحوالہ مشکوٰۃ۔ اردو ترجمہ۔ ص ۸-۳۲۷)

ایک واقعہ

فیوض لَيْلَةُ الْقَدْرِ کی زندہ و متحرک مثال پاکستان کے ایک دراز عمر بزرگ مولانا عبدالمعبود ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸۲۲ء میں ہوئی تھی اور دیر تک زندہ رہے۔ آپ ۱۹۶۵ء تک ۵۵ حج کر چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی

میں انگریز کے خلاف لڑے۔ دیوبند کے دارالعلوم میں برسوں درس دیتے رہے اور مولانا امداد اللہ مہاجر کی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی، اور مولانا محمود الحسن کے ہمراہ برسوں رہے۔ آپ کی بیٹائی بالکل درست تھی۔ دانت تین دفعہ گر کر پھر نکلے۔ بال کبھی سفید ہو جاتے اور کبھی سیاہ۔ نورانی چہرہ۔ روشن آنکھیں۔ کمر سیدھی۔ قد پانچ فٹ نو انچ ۱۸۲۲ء میں عراق کے مشہور شہر موصل میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والدین ہندوستان میں آ گئے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد آپ مدینہ منورہ میں چلے گئے۔ وہاں تیس سال رہے۔ وہاں سے واپس آئے تو ہمالہ کی ایک دور افتادہ ریاست ہنزہ میں رہنے لگے اور آخر دم تک وہیں رہے۔

جب ۱۹۶۵ء میں آپ ۵۵ ویں حج سے لوٹے اور ۲۰ جون کو لاہور شیشین سے گذرے، تو لاہور کے تمام علماء آپ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔

آپ درازی عمر کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں مواعتکاف تھے کہ لَیْلَةُ الْقَدْرِ کے جلووں سے ظلمتیں کانپ اٹھیں۔ آپ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور گھبراہٹ میں درازی عمر کی استدعا کر دی اور وہ دُعا قبول ہو گئی۔

ایک دفعہ فرشتے آپ کی روح قبض کر کے آسمانوں پر پہنچے تو تیسرے آسمان کے ایک بڑے فرشتے نے کہا کہ ان کی عمر بڑھا دی گئی ہے۔ اس لیے انہیں واپس لے جاؤ۔ جب میری روح دوبارہ میرے جسم میں داخل ہوئی۔ تو میرا گھر جو پہلے ماتم خانہ بنا ہوا تھا۔ ایک طرب خانہ بن گیا۔

(چٹان۔ اشاعت ۲۶ جولائی ۱۹۶۵ء، ص ۱۲-۱۳)

مآخذ: ۱۔ تفسیر الجواہر۔ ص ۲۴، ۲۔ مشکوٰۃ۔ (اردو) ص ۳۲۷-۳۲۸۔ چٹان ۲۶ جولائی ۱۹۶۵ء

م

۱۶۶۔ ماجوج (یا جوج۔ ماجوج)

یاجوج ماجوج کے متعلق بیشتر مفسرین نے اتنا ہی لکھا ہے۔ کہ یہ وحشی ترک قبائل تھے۔ جو ہمسایہ ریاستوں پہ حملے کیا کرتے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد وہ واحد مفسر ہیں۔ جنہوں نے یاجوج۔ ماجوج پر ایک محققانہ مقالہ لکھا ہے۔ یہاں اسی کا اختصار پیش کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو قبیل نبی کی کتاب (باب ۳۹) میں ایک پیش گوئی اس مفہوم کی ملتی ہے:-
”خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے ماجوج! اے میٹھک اور ٹوہال (وحشی ترک قبائل) کے

شاہزادے! میں تیرا مخالف ہوں۔ میں تجھے شکست دوں گا۔ تیرے چھ آدمیوں میں سے پانچ کو ہلاک کر ڈالوں گا۔ وہاں تیری کمان تیرے بائیں ہاتھ سے چھین کر پرے پھینک دوں گا۔ اور تیرے تیر تیرے دائیں ہاتھ سے گر پڑیں گے..... میں ماجوج نیزان لوگوں پر جو جزائر میں آباد ہیں۔ آگ بھیجوں گا۔“ (حزقی ایل۔ ۳۹/۱-۷)

ایک اور پیش گوئی مکاشفہ یوحنا میں ہے:

”جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے آزاد کر دیا جائے گا۔ وہ زمین کے چاروں طرف رہنے والی قوموں، یعنی یا جوج۔ ماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لیے جمع کرے گا۔ ان کا شمار سمند کی ریت کے برابر ہوگا۔“ (مکاشفہ یوحنا۔ ۲۰/۷-۹)

ان اقتباسات سے چند باتیں واضح ہیں:-

اول۔ کہ یا جوج۔ ماجوج شمال کی طرف سے آئیں گے۔

دوم۔ ماجوج نیز اہل جزائر پہنچ جائے گی۔

سوم۔ یوحنا سے ہزار سال بعد شیطان چند اقوام کو گمراہ کر کے کسی سے لڑا دے گا۔

تاریخ شاہد ہے۔ کہ یورپ اور ایشیا کے حملہ آور ہمیشہ شمال کی طرف سے آتے رہے۔ یہ لوگ منگولیا۔ ترکستان اور شمال مشرقی یورپ میں آباد تھے۔ یہ منگول، سہتھین، وینڈل، گاتھ، اور تاتاری کہلاتے تھے۔ وینڈل پانچویں صدی عیسوی میں جرمنی کے شمال۔ مشرق سے اٹھ کر پہلے فرانس پھر سپین، اور بعد ازاں شمالی افریقہ میں لیبیا تک نکل گئے۔

گاتھ بالٹک کے جنوبی کنارے سے اٹھ کر تیسری صدی عیسوی میں جنوب کی طرف بڑھے، اور رفتہ رفتہ فرانس، سپین اور اٹلی میں حکومتیں قائم کر لیں۔

تیرھویں صدی میں تاتاری سیلاب کی طرح ایران، عراق، شام اور نیشاپور کی حکومتوں کو بہا لے گئے۔ آریوں کے جو قافلے ۲۰۰۰ قبل مسیح میں ایران و ہند کی طرف بڑھے تھے۔ وہ بھی وسطی ایشیا کی وحشی اقوام سے تعلق رکھتے تھے۔

اسی طرح وہ قبائل بھی۔ جنہیں روکنے کے لیے چین کے ایک بادشاہ شین ہوانگ ٹی نے ۲۱۴ ق م میں پندرہ سو میل لمبی دیوار تعمیر کی تھی۔

ان حملہ آوروں کے کئی دور تھے:-

پہلا دور۔ تاریخ سے پہلے کا ہے۔ جب وحشی قبائل شمال مشرق سے وسط ایشیا کی طرف منتقل ہو رہے تھے۔

دوسرا دور۔ (۳۰۰) تین ہزار ق م سے (۱۵۰۰) پندرہ سو ق م تک کا تھا۔ جب یہ قبائل وسط ایشیا۔ بحر اسود تک پھیل

گئے تھے۔

تیسرا دور۔ ۱۵۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک کا ہے۔ اس زمانے میں ستمیز بار بار شمالی پہاڑوں سے نکل کر اشوریوں (نینوی پائے حکومت) پہ حملے کرتے تھے۔ ۶۳۰ ق م میں یہ ایران کی طرف بڑھے۔ اور اس کے مغربی اضلاع کو تباہ کر گئے۔

چوتھا دور۔ سائرس کا عہد ہے۔ (دیکھیے ذوالقرنین)۔ کوہ قاف کے ایک درے میں اسی نے دیوار بنائی تھی۔ اور بحیرہ خزر کے مغربی ساحل پر تیس میل لمبی دیوار بھی اسی نے تعمیر کی تھی۔ ان دیواروں سے غرض ستمیز کے حملوں کو روکنا تھا۔

پانچویں دور۔ میں منگولوں کا ایک نیا سیلاب اٹھا، جو چین کے شہروں کو بار بار لوٹا اور تباہ کرتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لیے ۲۴۰ ق م میں شین ہوانگ ٹی نے ڈیڑھ ہزار میل لمبی دیوار بنائی۔ یہ حملہ آور شروع میں ہیانگ نو (Hiung-Nu) کہلاتے تھے اور بعد میں ہنز کے نام سے مشہور ہو گئے۔

چھٹا دور۔ تیسری صدی عیسوی کا ہے۔ جب ان میں سے بعض قبائل نے رومی سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ساتواں دور۔ چنگیز کا دور تھا۔ جب اس نے خوارزم، ایران، عراق اور شام میں داخل ہو کر اسلامی ریاستوں کو کاملاً تباہ کر دیا تھا۔ یہ واقعہ یوحنا کے مکاشفہ (۹۷ء) سے اندازاً گیارہ سو سال بعد پیش آیا تھا۔ گو مکاشفہ میں ہزار سال کا ذکر تھا۔ لیکن اولیا کی پیش گوئیوں میں سو۔ پچاس سال کا فرق کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ واقعہ ہزار سال سے پہلے تو پیش نہیں آیا۔

بیشتر مؤرخین کی رائے یہ ہے۔ کہ دنیا کی موجودہ اقوام حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں یعنی سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں۔ پہلے یہ تینوں دجلہ و فرات کے دو آبے میں رہتے تھے۔ لیکن جب چند صدیوں کے بعد یہ بڑھے، پھلے اور پھیلے، تو ان کے مختلف گروہ مختلف سمتوں کو نکل گئے۔

☆ سام کی اولاد عراق، شام، عرب اور شمالی ایران میں آباد ہو گئی۔

☆ آل حام افریقہ کی طرف نکل گئے۔

☆ اور فرزند ان یافث نے ترکستان، منگولیا اور روس کا رخ کر لیا۔ یافث کے فرزندوں میں ایک ماجوج بھی تھا۔

بنی یافث یہ ہیں:-

☆ مجر ☆ ماجوج

☆ مادی ☆ جاوان

☆ ثوبال ☆ مسک اور
☆ تیراس ☆ (پیدائش۔ ۲/۱۰) (اصحاب کہف۔ ص ۱۱۰-۱۴۰)

اس سلسلے میں دیکھیے: ۹۷۔ ”ذوالقرنین“

مسٹر سمٹھ ڈاب (ص ۳۷۲) میں لکھتے ہیں کہ:

ماجون شمالی خطوں میں رہتے تھے۔ ان کے پاس گھوڑے بھی تھے اور تیرکمان بھی۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ
تھمیز یہی تھے۔

جوقینیل کی پیش گوئی میں ”جزائر پر آگ بھیجنے کی دھمکی بھی تھی۔

ابراہیم احمد بوانی اپنی کتاب ”یا جوج۔ ما جوج“ (ص ۳-۵) میں لکھتا ہے کہ:

یا جوج۔ ما جوج سے مراد وہ وحشی قبائل ہیں۔ جنہوں نے ولادت مسیح سے پہلے اور بعد

برطانوی جزائر پہ حملہ کیا تھا۔ پہلے حملہ آور سلٹس (Celts) تھے۔ اور بعد کے اینگلز، سیکسنز

اور یوٹس۔ جو مشرقی جرمنی سے آئے تھے۔

دوسری جنگ عالمگیر (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء) میں مسٹر چرچل انگلستان کے وزیر اعظم تھے آپ بہت بڑے ادیب

اور مؤرخ بھی تھے۔ جب خاتمہ جنگ کے بعد روس کی روش معاندانہ ہو گئی تو آپ نے ۹۔ نومبر ۱۹۵۱ء کو ایک ضیافتی

اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا:-

”اس وقت ایک طرف یا جوج (روس) صف آراء ہے اور دوسری طرف ما جوج (یورپ)۔ اگر

ان کا آپس میں تصادم ہو گیا۔ تو یہ پاش پاش ہو جائیں گے۔“ (یا جوج۔ ما جوج۔ ص ۵)

اس تقریر سے واضح ہے۔ کہ مسٹر چرچل تمام شر پسند اور مفسد اقوام کو یا جوج۔ ما جوج سمجھتے تھے۔

عصر حاضر کا مشہور پیش گو، مسٹر کیرد (Cheiro) اپنی کتاب ”ورلڈ پری ڈکشنز“ (ص ۷۰) میں لکھتا ہے:

”لنڈن کے معنی ہیں:- سورج کا شہر۔ یہ نام اس شہر کے لیے فیقیون نے تجویز کیا تھا۔ وہ

لوگ جوتش میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے سورج کا ایک مندر ایک ایسے خطے میں بنایا

تھا۔ جس پر دو ستاروں (کاسٹر اور پوکس) کا براہ راست اثر پڑتا تھا۔ ان ستاروں کو یا جوج و

ما جوج بھی کہتے تھے۔ یہی ستارے لنڈن پر بھی اثر انداز تھے۔“

(بحوالہ یا جوج۔ ما جوج۔ ص ۶)

اسی کتاب میں ذرا آگے چل کر یہ واضح کیا ہے۔ کہ یا جوج۔ ما جوج (ستاروں) کا اثر زمین پر اچھا نہیں تھا۔

ان تصریحات کا حاصل یہ کہ یا جوج۔ ما جوج شر، فساد اور ہدی کی علامت بن گئے تھے۔

مآخذ:- ۱۔ اصحاب کہف۔ ص ۱۱۰-۱۲۰، ۲۔ یاجوج۔ ماجوج۔ ص ۲۱، ۳۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۶۳
۴۔ بائبل، ۵۔ قرآن شریف

۱۶۷۔ ماروت (ہاروت)

یہود کے متعلق اللہ فرماتا ہے:-

وَاتَّبِعُوا مَا قَتَلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مُلْكٍ سَلِيمٍ تَوْمَ مَا كَفَرُ
سَلِيمٍ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانِ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ
وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ط وَمَا
يُعَلِّمَنِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط
فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ط

(بقرہ: ۱۰۲)

(کہ انہوں نے اس علم کو اپنا لیا۔ جسے سلیمان کے زمانے میں شیاطین نے فروغ دیا تھا۔ اللہ
کی نافرمانی سلیمان نے نہیں، بلکہ شیاطین نے کی۔ کہ وہ لوگوں کو جادو نیز وہ علم سکھاتے
تھے۔ جو بابل میں دو فرشتوں یعنی ہاروت و ماروت پہ نازل ہوا تھا۔ یہ فرشتے جب بھی اپنا علم
کسی کو سکھاتے تو ساتھ ہی متنبہ کر دیتے۔ کہ ہم اور ہمارا علم ایک امتحان ہے۔ کہیں اس کے
لفظ استعمال سے ایمان نہ کھو بیٹھنا۔ وہ لوگ ان فرشتوں سے صرف وہی طریقے سیکھتے۔ کہ
جن سے وہ زن و شوہر میں جدائی ڈال سکیں)

یہ آیت دو باتوں پہ روشنی ڈالتی ہے:-

- اول۔ کہ حضرت سلیمان کے زمانے میں شیاطین لوگوں کو جادو کی تعلیم دے کر ارتکاب کفر کرتے تھے۔
- دوم۔ کہ ایک علم بابل کے دو فرشتوں یعنی ہاروت و ماروت پر بھی نازل ہوا تھا۔ جس سے فائدہ بھی پہنچ سکتا
تھا۔ اور نقصان بھی۔ لیکن یہود اسے صرف نقصان کے لیے استعمال کرتے رہے۔

جادو کا مقصد ہے کسی کو نقصان پہنچانا۔ عداوت ڈالنا اور بیمار کرنا۔ چونکہ یہ اعمال کافرانہ ہیں۔ اس لیے اللہ
نے جادو کو کفر کہا ہے۔ دوسری طرف ہاروت و ماروت کے علم کی نوعیت جدا گانہ تھی۔ وہ غالباً عبادت۔ راست بازی۔
تقویٰ اور چند دیگر مشقوں سے روح میں ایسی طاقت پیدا کر دیتے تھے۔ جس سے فائدہ و نقصان دونوں پہنچ سکتے

تھے۔ لیکن یہود اس طاقت کو تخریب کے لیے استعمال کرتے تھے۔
ابن ندیم نے ”الفہرست“ (باب السنین) میں سحر پہ ایک طویل مقالہ لکھا ہے۔ جس میں بتایا ہے۔ کہ جادوگر بعض غیر شرعی اعمال و حرکات سے کسی جن کو قابو کر کے اس سے مختلف کام لیتے ہیں۔ کچھ ایسے جادوگر بھی ہیں۔ جو یہ طاقت اللہ سے حاصل کرتے اور لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ الطریقۃ المحمودہ کہلاتا ہے۔ اور پہلا الطریقۃ المذمومہ۔

ابن ندیم نے مصر، ہند اور چین کے ساحروں اور ان کے طریقوں پر بھی بحث کی ہے اور بتایا ہے۔ کہ سب سے پہلے جنات کو حضرت سلیمان نے مسخر کیا تھا۔

اس موضوع (سحر) پر دمیری نے حیات الحیوان (طبع قاہرہ۔ ۱۳۱۳ھ ص ۱۷۷) میں،

قزوینی نے عجائب المخلوقات (مدوین و سن فیلڈ۔ ص ۳۷۱) میں،

ابن خلدون نے مقدمہ (ایڈیشن Quatremer ص ۱۹۱) میں،

غزالی نے احیاء العلوم میں،

اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر (بقرہ۔ ۱۰۲) میں بحث کی ہے۔

علامہ طنطاوی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں (الجواہر)۔ کہ مسمریزم، پناہ نزم اور تنویم (کسی عمل سے سلا نایا بے ہوش کر دینا) بھی سحر ہی کی صورتیں ہیں۔

میرا مشاہدہ

میں ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۹ء تک گورنمنٹ کالج ہوشیار پور میں رہا۔ ایک دفعہ وہاں ایک بنگالی ساحر آگیا۔ اس نے ایک نو عمر لڑکی کو اسٹول پہ کھڑا کیا۔ اس پر پانچ چھ مرتبہ ہاتھ پھیرا اور وہ سو گئی۔ اس کے بعد اس کے پاؤں کے نیچے سے اسٹول کھینچ لیا۔ اور وہ ہوا میں لٹک گئی۔ پھر اس نے انگلی کے اشارے سے اسے پیسے کی طرح گھومنے کا حکم دیا اور اس نے تعمیل کی۔ ایسے کئی اور مناظر بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

ہاروت و ماروت

مولانا عبدالحق دہلوی اپنی تفسیر حقانی (ج ۲، ص ۲۰۹) میں لکھتے ہیں کہ ہاروت و ماروت دو ہندے تھے۔ جو فرشتوں کی طرح مقدس تھے۔

لیکن بیشتر مفسرین کی رائے یہ ہے۔ کہ:

یہ فرشتے تھے، جو باہل میں انسانی روح کو قوی، مؤثر اور فعال بنانے کے لیے نازل ہوئے تھے۔ یہ ایک حینہ کے عشق میں پھنس گئے۔ اللہ نے انہیں کسی کنوئیں یا غار میں قیامت تک قید کر دیا۔ اور وہ آج تک وہیں محبوس ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ کیا اس کہانی کی تائید کسی اور مآخذ سے بھی ہوتی ہے؟
حضرت مسیح کا مقرب ترین حواری ”دوسرے عام خط“ میں لکھتا ہے:

”جس طرح اس امت میں جھوٹے نبی تھے۔ اسی طرح تم میں جھوٹے استاد بھی ہوں گے۔

جو بدعتیں ایجاد کریں گے۔ اس مالک کا انکار کریں گے جس نے انہیں پیدا کیا تھا.....

ان کی سزا یقینی ہے..... کیونکہ جس خدا نے گناہ کرنے والے فرشتوں (غالباً ہاروت -

ماروت) کو جہنم کی تاریک غاروں میں ڈال دیا۔ تاکہ عدالت کے دن (قیامت) تک

حراست میں رہیں..... وہ بدکاروں کو قیامت تک سزائیں رکھنا جانتا ہے۔“

(پطرس کا دوسرا عام خط - ۱/۲ - ۱۰)

یہوداہ کے عام خط میں بھی اسی طرح کا ایک اشارہ ملتا ہے:

”تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خداوند نے ایک امت کو مصر سے نکال لانے کے بعد ان

لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ جو ایمان نہیں لائے تھے اور جن فرشتوں نے اپنے مقام کو چھوڑ دیا

تھا۔ ان کو خداوند نے قیامت تک تاریکی میں محبوس کر دیا۔“ (یہوداہ کا عام خط - ۱/۵ - ۶)

قر وینی (بحوالہ شاس - ص ۱۳۵) لکھتا ہے کہ:

یہ دونوں فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے آخری ایام میں نازل ہوئے تھے۔

لیکن مصر کی افسانوی تاریخ، (جس کا ترجمہ ون فیلڈ نے کیا تھا) میں مذکور ہے کہ:

”یہ فرشتے مصر کے ایک بادشاہ عریاق کے زمانے میں آئے تھے۔“

لیکن یہ نہیں بتایا کہ عریاق کا زمانہ کون سا تھا؟

مآخذ:- ۱۔ شاس - ص ۱۳۴ - ۲۔ محمد بن زکریا قزوینی:- عجائب المخلوقات (تدوین و سٹن فیلڈ - ص ۳۷۱)

۳۔ زمیری - محمد بن موسیٰ مصری:- حیات الحیوان - (طبع قاہرہ - ۱۳۱۳ھ - ص ۱۷۷، ۱۸۷)

۴۔ تفسیر حقانی - ج ۲، ص ۲۰۹ - ۵۔ تفسیر الجواہر - ص ۶، ۸۴ - ۶۔ فخر الرازی - تفسیر (بقرہ - ۱۰۲)،

۷۔ مقدمہ ابن خلدون - ص ۱۹۱، ۸۔ باہل، ۹۔ قرآن حکیم،

۱۶۸۔ مجمع البحرین

(دیکھیے: ۱۲۸۔ ”الشعر“)

۱۶۹۔ مجوس

یہ لفظ قرآن میں صرف ایک دفعہ استعمال ہوا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى
وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا قُلْ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط (الحج: ۱۷)

(اہل ایمان، یہود، صابئین، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین کے تنازعات کا فیصلہ، اللہ قیامت
کے دن کرے گا)

مجوس کون تھے؟

اس کا ایک جواب تو وہ ہے۔ جو قرآن کے اکثر مترجمین و مفسرین نے دیا ہے۔ کہ یہ آتش پرست تھے۔
ایک وہ جو محمد الدین فیروز آبادی نے دیا۔ کہ:-

”یہ ایک گروہ ہے۔ جو حدوث عالم اور شیطان کی قدامت و ازلیت کا قائل۔“

(منتہی الارب۔ ج ۴، ص ۱۶۶)

اور ایک وہ جو ”ڈکشنری آف اسلام“ میں تھامس پیٹرک نے پیش کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ:-

آج سے صدیوں پہلے کالڈیہ اور اس کے نواح میں فلسفیوں کی ایک ایسی جماعت (فرقہ۔
امت) آباد تھی۔ جو اجرام سماوی اور ان کی تاثیرات کا خاص علم رکھتی تھی۔ دانیال نبی (۵۳۵ ق م)
اسی جماعت کا پیشوا مقرر کیا گیا تھا۔ (کتاب دانیال ۵/۱۱)۔ یہ آگ کو مقدس سمجھتے تھے۔
صابئین (اجرام سماوی کے پرستار) کے مخالف۔ اور بت پرستی سے معتقد تھے۔ جب ان کے
عقائد و اعمال میں کجی راہ پانگی۔ تو ان کی طرف چھٹی صدی ق م میں زردشت لمبعوث ہوا۔
جس کی الہامی کتاب اوستا کو ان کے ہاں بڑا تقدس حاصل تھا۔ اس سے پہلے مجوسیت ایران
میں بہت مقبول تھی۔ اسلام آیا۔ تو یہ ختم ہو گئی۔ اب اس کے خال خال افراد دنیا میں باقی ہیں۔
یہ ایران میں گنہ گار اور باقی ممالک میں پاری کہلاتے ہیں۔ (ڈاس۔ ص ۳۱۰)

زردشت کو زرتشت بھی لکھتے ہیں۔

آرتھر کرشنن "ایران بہ عہد ساسانیاں" میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایرانیوں کے قدیم خدا دو قسم کے تھے:-

- اول۔ دیویا دیوتا۔ جن میں سب سے بڑا اندر تھا۔ یہ جنگ کا خدا تھا۔
 دوم۔ اہورا۔ جو تہذیب و شائستگی کا رب القوع تھا۔ جب ایران عہد تاریخ میں داخل ہوا۔ تو اہورا مزدان کا خدائے بزرگ بن چکا تھا اور ان کی تہذیب مزدائیت کہلاتی تھی۔ جب ایرانیوں میں بگاڑ راہ پا گیا۔ تو اللہ نے ساتویں (یا چھٹی) صدی قبل مسیح میں ان کی طرف زرتشت بھیجا۔ جو بلخ (صحیح تراذریجان ہے) سے اٹھا تھا۔ زرتشت کی تعلیمات کا بنیادی نقطہ یہ تھا۔ کہ کائنات پر دو طاقتیں حکمران ہیں:
- ☆ خدائے خیر یعنی یزداں اور ☆ خدائے شر یعنی اہرمن۔

ان میں ازل سے جنگ ہو رہی ہے، اور بالآخر یزداں جیت جائے گا۔ مغربی ایران میں مزدائی عقائد پر یونانیوں کا خاصہ اثر پڑا۔ چنانچہ وہاں بابلی دیوتاؤں کی صورت و ہیئت یونانی خداؤں جیسی بن گئی۔ اہورا مزدا کو نیل سبنا دیا گیا۔ اور اناہتا دیوی کو اشتر (یونانیوں کی ملکہ محبت) کی صورت دے دی گئی۔ (ایران بعہد ساسانیاں۔ ص ۳۰)

اوستا

اوستا ایران کی قدیم زبان کا نام بھی تھا۔ اور زرتشت کی مقدس کتاب کا بھی۔ ژندا اس کی شرح ہے۔ جو پہلوی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اگر ہم ژندا کو اوستائی زبان میں لکھیں، تو یہ پاژندا کہلائے گی۔ اوستا کے چار حصے ہیں:-

- ۱۔ یاسنا۔ جو ۷ ابواب پہ مشتمل ہے۔ اس میں حمد یہ گیت (یجن) ہیں۔ نیز وہ حصہ جو گا تھا کہلاتا ہے۔
 ب۔ وپرڈ۔ اس میں بھی گیت ہیں۔
 ج۔ ویندیداد۔ یہ قوانین کا مجموعہ ہے۔
 د۔ یاشت۔ ان فرشتوں کی تعریف میں گیت، جو ایام ہفتہ پہ حکمت کرتے ہیں۔
- ساری کتاب ۸۳ ہزار الفاظ (اندازاً تین سو صفحات) پہ مشتمل تھی۔ اس کے مختلف حصے مختلف زبانوں میں ضبط ہوئے۔ عروج پار تھیا کے آغاز (۲۴۸ ق م) میں وندی داد کی تدوین ہوئی اور بقیہ حصے دولاگاس (اشکانی بادشاہ ۵۱-۷۸ء) کے حکم سے لکھے گئے تھے۔

(ایران بعہد ساسانیاں۔ ص ۴۰-۴۱)

شہرستانی کی تصریح

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں کہ:

اُمتِ مجوس کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاً بعد ہوا تھا۔ ان کا امام ”موبد موبداں“ کہلاتا تھا۔

ان کے کئی فرقے تھے۔ مثلاً:-

۱۔ کیومرثیہ

ان کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ خیر و شر اور نور و ظلمت کے خدا الگ الگ ہیں۔ یعنی:

یزداں اور اہرمٰن

☆ اہرمٰن حادث ہے۔ اور ☆ یزداں قدیم و ازل۔

کیومرث (آدم) پہلا انسان تھا۔ اور

میثانہ (۱۵) اس کی بیوی تھی۔

ان کے ہاں نور ایک روحانی نیز مادی حقیقت ہے۔ اور ظلمت خالص مادی ہے۔

ب۔ زرروانیہ

اس کا عقیدہ یہ تھا کہ ابتدا میں صرف نور تھا۔ اس نور نے مختلف اشخاص پیدا کیے۔ جن میں

سب سے بڑا زرروان تھا۔ ایک دفعہ زرروان کے دماغ میں کسی حقیقت کے متعلق شک پیدا

ہوا۔ جس (شک) سے ابلیس نے جنم لیا۔ جو بیکر فساد و شر ہے۔

ج۔ مسیحیہ

ان کا اعتقاد یہ تھا۔ کہ نور اول کا ایک جزو بعد میں مسخ ہو کر ظلمت بن گیا۔

د۔ زررؤشتیہ

زررؤشت کے پیرو، جو نور و ظلمت کو اللہ کی تخلیق سمجھتے تھے۔ نیز کہتے تھے کہ نور ایک حقیقت

ہے۔ اور ظلمت (سایہ کی طرح) نور کے نہ ہونے کا نام ہے۔ یہ قیامت کے بھی قائل تھے،

اور عناصر اربعہ کے تقدس پہ یقین رکھتے تھے۔

یہ کافی طویل بحث ہے۔ جس پر شہرستانی نے ۱۴ صفحات میں بحث کی ہے۔ (المبلل و النخل۔ ص ۲۳۰-۲۳۲)

ماخذ:- ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ مفتی الارب۔ ج ۴، ص ۱۶۶، ۳۔ بائبل (کتاب دانیال۔ ۱۱/۵)،

۴۔ ڈاس۔ ص ۳۱۰، ۵۔ ایران بعد ساسانیوں۔ ص ۳۰-۴۱، ۶۔ المبلل و النخل۔ ص ۲۳۰-۲۳۲،

۱۷۰۔ محمد صلعم

آپ ﷺ کی والدہ کا نام:

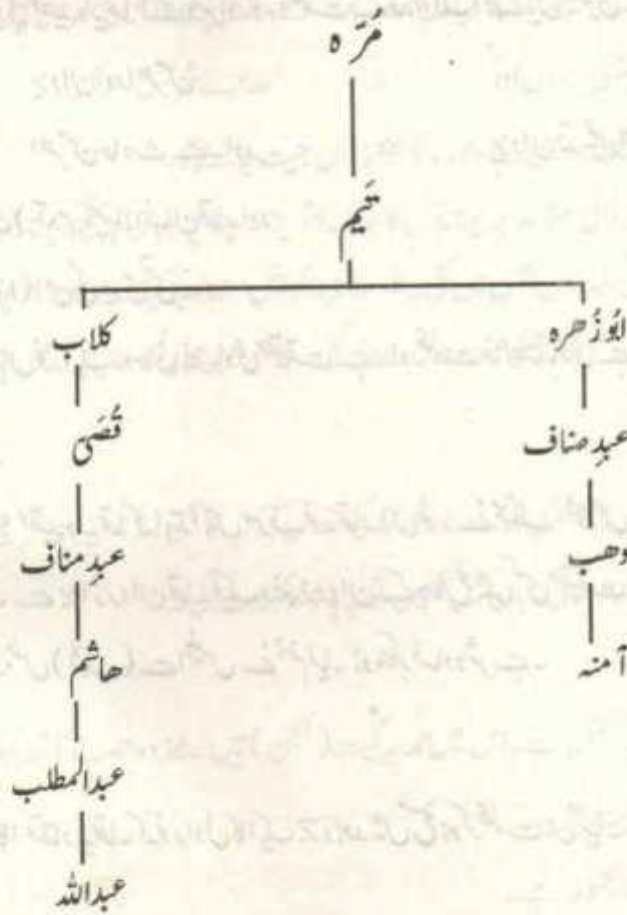
آمنہ السبخت وہب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھا۔

ابن الجوزی (تلخیص ص ۶) اور کئی دیگر سیرت نگاروں نے حضرت آمنہ کا شجرہ لکھ دیا ہے:

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف

بن زہرہ بن کلاب بن مرہ

یہ شجرہ صحیح نہیں۔ پروفیسر زبید احمد نے اپنی کتاب ادب العرب (ص ۲۰) میں تیم و مرہ کا شجرہ لکھ دیا ہے:



اس شجرہ کی رو سے لؤ زہرہ، کلاب کا بھائی ہے نہ کہ بیٹا۔ ایک اور بات یہ کہ اگر ہم آمنہ کو وہب بن عبد مناف کی بیٹی تسلیم کریں، تو آمنہ اور تیم کے درمیان صرف تین شخص بنتی ہیں اور دوسری طرف عبداللہ و تیم کے درمیان پانچ شخص ہیں۔ اس طرح حضرت آمنہ، حضرت عبداللہ سے عمر میں بہت بڑی نظر آتی ہیں۔ ”نسب نامہ رسول“ (ص ۶) میں وہب کو ہاشم بن عبد مناف کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت آمنہ ہاشم کی پوتی بنتی ہیں اور حضرت عبداللہ تو ہاشم کے پوتے تھے ہی۔ اس طرح وہ عمر کی وقت رفع ہو جاتی ہے۔

اور والد کا نام:

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم

بن عبدمناف بن قصی

بن کلاب بن نمیم بن مرہ بن کعب

بن لؤئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر

بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس

بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اذ

بن اؤد بن ہمیع بن سلامان بن ثابت بن حمل

بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم

ابراہیم سے آدم تک کا شجرہ ”۴۔ ابراہیم“ کے تحت دیکھیے۔

ولادت

کے خیال تھا کہ آمنہ کا فرزند دنیائے انسانی کا ایک عظیم انقلابی لیڈر بنے گا۔ اس لیے مؤرخ نے ان کی ولادت کو کوئی خاص اہمیت نہ دی اور نہ کسی نے ان کی تاریخ ولادت یاد رکھی۔ بعد میں جب وہ مرجع خلائق بن گئے۔ تو لوگوں کو ان کی تاریخ ولادت کا خیال آیا۔ آپ ﷺ کے والدین، چچا ابوطالب اور دادا عبدالمطلب فوت ہو چکے تھے۔ صحیح تاریخ کون بتاتا؟ اس لیے مختلف روایات چل پڑیں۔

ابن الجوزی تلیخ (ص ۱۷) میں فرماتے ہیں:-

”تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاول

کے ایک اتوار کو ہوئی تھی۔ لیکن تاریخ میں اختلاف ہے۔ کوئی ۲۔ ۳ ربیع الاول بتاتا ہے۔ کوئی

۸، کوئی ۱۰، اور کوئی ۱۲ ربیع الاول۔ وہ سال کعبہ پر ابرہہ کے حملے کا پہلا اور انوشیروان کی تخت

نشینی کا پچاسواں سال تھا۔ حضور ﷺ اس حملے سے پچاس یوم بعد پیدا ہوئے۔“

ڈاس (ص ۳۶۹) میں تاریخ ولادت ۲۰۔ اگست ۵۷۰ء دی ہوئی ہے۔

اور شاس (ص ۳۹۱) میں ۵۸۰ء۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:-

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹۔ ربیع الاول ۱۔ ۱ھ۔
 عام الفیل۔ مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء اور یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح
 صادق و قبل از طلوع غیر عالمتاب پیدا ہوئے۔“ (رحمۃ للعالمین۔ ج ۱، ص ۴۲)
 نیچے حاشیہ میں فرماتے ہیں:-

”سب سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ دوشنبہ کا دن ۹۔ ربیع الاول کے سوا کسی اور
 تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لیے ۹۔ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔ محمد طلعت بیگ نے
 ”تاریخ دول العرب والاسلام“ میں ۹۔ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔“

(ایضاً۔ ص ۴۲)

والدین کا انتقال

آپ ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ کا انتقال آپ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا اور والدہ محترمہ کا اس
 وقت، جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال تھی۔

بعد از ولادت

ولادت کے بعد آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب آپ ﷺ کو کعبہ لے گئے۔ وہاں دُعا مانگی۔ ساتویں دن
 قربانی کی۔ اور رؤسائے قریش کو ایک دعوت پہ بلایا۔
 جس میں آپ کا نام محمد رکھا۔

دایہ

آٹھویں روز حضرت آمنہ نے آپ کو دودھ کے لیے پہلے سُوَیَہ (ابولہب کی کنیز) اور چند روز بعد حلیمہ سعدیہ
 بنت عبداللہ ابو ذبیب بن الحارث کے حوالے کیا۔ حلیمہ انہیں اپنے قبیلے بنو سعد میں لے گئی۔ وہ سال میں دو بار بچے کو
 والدہ سے ملانے کے لیے مکہ میں لاتی، اور پھر چلی جاتی۔ دو برس بعد جب رضاعت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ تو عبدالمطلب
 نے بچے کو پھر حلیمہ کے حوالے کر دیا۔ تاکہ وہ صحرائی ماحول میں پلے۔ اور چھ برس کے بعد واپس لے لیا۔ آپ گھر
 آئے ہی تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ دو برس بعد (۵۷۹ء) عبدالمطلب چل بے۔ اور آپ ﷺ ابوطالب کی
 نگرانی میں پلنے لگے۔ نو برس کی عمر میں آپ ﷺ خلوت پسند ہو گئے۔ اور تنہا تنہا رہنے لگے۔

تجارت

بارہ برس کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ ایک تجارتی سفر پہ گئے اور شام کے ایک شہر بصری میں بخیر و

راہب سے ملے۔

اس نے ابوطالب کو ہدایت کی کہ:

بھتیجے کی حفاظت کرے۔ کیونکہ نبی آخر الزمان یہی ہے۔ (رحمۃ اللعالمین۔ ص ۴۵)

اُمہات المومنین

اس عنوان کی تفصیل :-

شمار ۲۲۔ ”ازواج النبی“ کے تحت دیکھیے۔

حجر اسود کی تنصیب

تفصیل ۱۶۱۔ ”کعبہ“ کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

دیگر کوائف اس جدول میں دیکھیے :-

شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۱	ہجرت حبش	۶۱۵ء	یہ نبوت کے پانچویں سال (۶۱۵ء) میں ہوئی۔ مسلمانوں کے دو قافلے حبشہ کو گئے۔ پہلے میں ۱۲ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ اور دوسرے میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں۔ پہلے قافلے میں حضرت عثمانؓ اور حضور صلعم کی دختر رقیہؓ بھی تھیں۔ دوسرے میں جعفر طیار شامل تھے۔
۲	حزہ اور عمر کا اسلام	۶۱۶ء	حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب چھٹے سال نبوت میں اسلام لائے۔
۳	شعب ابی طالب میں قید	۶۱۷ء - ۶۲۰ء	نبوت کے ساتویں سال حضور صلعم کو ان کے سارے خاندان سمیت شعب ابی طالب میں قید کر دیا گیا۔ یہ بندش تین سال تک جاری رہی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزم میں کوئی فرق نہ آیا۔
۴	ابو طالب کا انتقال	۶۲۰ء	دسویں سال نبوت میں ہوا۔
۵	خدیجہ الکبریٰ کا انتقال	۶۲۰ء	ابوطالب کی وفات سے تین دن بعد

۶	معراج	۶۲۰-۲۲ء	قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں (رحمۃ للعالمین۔ ج ۱، ص ۸۶) کہ حضور صلعم معراج کے لیے ۲۷ رجب ۱۰ نبوت کو روانہ ہوئے تھے۔ اور ڈاس (ص ۳۷۴) اسے بارہویں سال نبوت کا واقعہ قرار دیتا ہے۔ ہمارے بیشتر سیرت نگاروں نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔
۷	بیعت عقبہ اولیٰ	۶۲۱-۲۲ء	گیارہویں سال نبوت میں مدینہ کے چھ آدمی رات کے وقت حضور صلعم کے پاس آئے۔ آپ انہیں حرا اور منیٰ کے درمیان ایک مقام ”عقبہ“ پہ لے گئے۔ اور اسلام کی حقیقت سمجھائی۔ وہ اسلام لے آئے۔ اور مدینہ میں جا کر تبلیغ کرنے لگے۔ سال بعد مدینہ سے بارہ آدمی آئے۔ اور حضور صلعم کے دست مبارک پہ بیعت کی۔ یہ تھی بیعت اولیٰ۔
۸	بیعت عقبہ ثانیہ	۶۲۲ء	تیرہویں سال نبوت میں مدینہ سے ۳۷ مرد اور ۲ عورتیں آئیں۔ سب نے اسی مقام پر بیعت کی۔
۹	حضور صلعم کی ہجرت	۱۲- ستمبر ۶۲۲ء	حضور، حضرت علیؓ کو اپنے بستر پہ لٹا کر خود ابو بکر صدیقؓ کے گھر گئے۔ انہیں ساتھ لے کر مکہ سے نکلے۔ چار میل آگے جا کر جبل ثور کی ایک غار میں چھپ گئے۔ اور تین راتیں وہیں گزاریں۔ چوتھی رات کو وہاں سے نکل کر مدینہ کی طرف چل دیے۔ انہیں اس غار میں خورد و نوش کی اشیاء حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر سے جاتی تھیں۔
۱۰	قبائیں پہنچنا	۲۳- ستمبر ۶۲۲ء	گیارہ روز کے سفر کے بعد حضور ﷺ ۲۳- ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ کی ایک بیرونی بستی قبائیں پہنچے۔ پہلے کلثوم بن الہدم کے ہاں ٹھہرے۔ پھر سعد بن خیشمہ کے ہاں منتقل ہو گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے بنو عمرو بن عوف کے ہاں قیام کیا تھا۔ آپ ﷺ قبائیں تین دن اور بروایت تیرہ دن رہے۔
۱۱	مدینہ میں ورود	۲۶- ستمبر ۶۲۲ء	آپ ﷺ جمعہ کے دن مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ پہلے بنو سالم کے محلے میں پہنچے۔ وہاں ایک سو صحابہ و انصار کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسلام میں یہ پہلا خطبہ جمعہ تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہو کر چل پڑے۔ آپ ﷺ کی ناقہ حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ اترے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد ایک الگ گھر میں منتقل ہو گئے۔ (تلفیح۔ ص ۱۹)

۱۲	بعد از ہجرت	۶۲۲ء	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی میں بے شمار واقعات پیش آئے تھے۔ مثلاً:-
۱۳	مدینہ میں پہلا سال	۶۲۳ء	مدینہ میں پہنچ کر پہلے مسجد پھر اپنا گھر بنایا۔ اور حضرت ایوبؑ انصاری کے گھر سے اٹھ آئے۔ مہاجرین و انصار میں اخوت کی بنا ڈالی۔ اور بلالؓ کو مؤذن مقرر کیا۔
۱۴	مدینہ میں دوسرا سال	۶۲۴ء	اس سال اللہ نے کعبہ کو قبلہ قرار دیا۔ ہوا یوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۵ شعبان کو منگل کے دن چند صحابہ کے ہمراہ بنو سلمہ کے ایک معزز فرد اُمّ بشر بن البراء کے ہاں کھانے پہ مدعو تھے۔ فارغ ہو کر انہی کی مسجد میں نماز ظہر کے لیے گئے۔ آپ ﷺ دوسری رکعت میں بحالت رکوع تھے، کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آ گیا۔ آپ ﷺ فوراً کعبہ کی طرف مڑ گئے۔ اور وہ مسجد القبلتین کہلانے لگی۔ ☆ اسی سال معرکہ بدر پیش آیا۔ ☆ نیز حضور صلعم کی بیٹی حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا۔ ☆ حضرت عائشہؓ حرم نبوی ﷺ کی زینت بنی۔ ☆ حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ کا نکاح ہوا۔ ☆ اور آیہ رمضان نازل ہوئی۔
۱۵	مدینہ میں تیسرا سال	۶۲۵ء	اس میں حضرت حفصہؓ اور نہ نبیۃ خدیجہؓ حرم نبوی ﷺ میں تشریف لائیں۔ ☆ حضرت حسنؓ کی ولادت ہوئی۔ ☆ احد کا واقعہ پیش آیا۔ ☆ اور شراب حرام ہوئی۔
۱۶	مدینہ میں چوتھا سال	۶۲۶ء	اس میں حضرت حسینؓ پیدا ہوئے۔ ☆ قصر صلوٰۃ کی اجازت ملی۔ ☆ حضرت ام سلمہؓ حضور صلعم کے نکاح میں آئیں۔ ☆ تنمیم کی آیت نازل ہوئی۔ ☆ ذات الرقاع کا واقعہ پیش آیا۔ اور حضرت عائشہؓ کے خلاف بہتان تراشا گیا۔ بعض کے ہاں یہ پانچویں سال میں ہوا تھا۔

۱۷	مدینہ میں پانچواں سال	۶۲۷ء	اس میں دومتہ الجندل، خندق اور قرظہ کے معرکے ہوئے۔ ☆ زینب بنت جحش حضور صلعم کے نکاح میں آئیں۔ ☆ اور آیہ حجاب نازل ہوئی۔
۱۸	مدینہ میں چھٹا سال	۶۲۸ء	یہ ”معابدہ حدیبیہ“ کا سال ہے
۱۹	مدینہ میں ساتواں سال	۶۲۹ء	اس سال غزوہ خیبر ہوا۔ اور خیبر کے ایک یہودی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت الحارث نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھنی ہوئی بکری میں زہر ڈال کر کھلائی۔ اسی سال صفیہؓ، میمونہؓ اور ام حبیبہؓ حرم نبوی ﷺ میں داخل ہوئیں۔ ☆ اور اسکندریہ کے والی مقوقس نے حضور صلعم کی خدمت میں تین تحائف بھیجے:- ۱۔ ماریہ (کنیز) ۲۔ دلدل (نجر) ۳۔ اور یعفور (گدھا)
۲۰	مدینہ میں آٹھواں سال	۶۳۰ء	اس سال موتہ کی جنگ ہوئی۔ ☆ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اسلام لائے۔ ☆ ذات السلاسل کا معرکہ پیش آیا۔ ☆ زینب بنت رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی۔ ☆ ماریہ کے کطن سے ابراہیم پیدا ہوا۔ ☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ ☆ اور واپسی پر حنین و طائف کے معرکے پیش آئے۔
۲۱	مدینہ میں نواں سال	۶۳۱ء	اس میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ ☆ شاہ حبشہ نجاشی اور حضور ﷺ کی ایک دختر اُم کلثوم کا انتقال ہوا۔ ☆ اور مسجد ضرار منہدم کی گئی۔
۲۲	مدینہ میں دسواں سال	۶۳۲ء	اس سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج کیا۔ ☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا۔ ☆ اور سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی۔ (تفحیح - ص ۲۰-۲۲)

۲۳	مدینہ میں گیارہواں سال	۶۳۲ء	گیارہویں سال ہجرت کا دوسرا مہینہ یعنی صفر گزرنے والا تھا۔ کہ آپ ﷺ ۲۹۔ صفر کو بیمار ہو گئے۔ اور تیرہ دن تک بسترِ علالت پر رہے۔ البتہ نمازِ جماعت میں باقاعدہ شامل ہوتے رہے۔ رحلت سے تین دن پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد نزع کی کیفیت طاری ہو گئی۔
۲۴	رحلت	۶۳۲ء	آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَیْ الْاَعْلٰی۔ پھر ہاتھ لٹک گیا، اور رُوحِ انورِ حُسدِ اطہر سے پرواز کر گئی۔ یہ سوموار کا دن تھا۔ چاشت کا وقت اور تاریخ تھی:- ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ۔ مطابق ۸۔ جون ۶۳۲ء۔ (رحمۃ للعالمین۔ ج ۱ ص ۳۲۲)

صحیح تاریخ وفات

آج ریاضی کا علم اتنی ترقی کر چکا ہے کہ ہم ہجری کی ہر تاریخ کو سال عیسوی سے تطبیق دینے کے بعد دن اور مہینہ بھی معلوم کر سکتے ہیں۔

یہ فارمولا مجھے بھی معلوم ہے۔ میں نے حساب لگایا۔ تو معلوم ہوا کہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ کو اتوار تھا۔ اور جون ۶۳۲ء کی گیارہویں تاریخ۔ اگر حضور ﷺ کی رحلت سوموار کو ہوئی ہو۔ تو وہ ۱۳ ربیع الاول (۱۲۔ جون ۶۳۲ء) کو تھا۔ ڈکٹری آف اسلام (ص ۳۸۹) میں تاریخ رحلت ۱۳۔ ربیع الاول ہی درج ہے۔ لیکن مصنف نے سال عیسوی سے صحیح تطبیق نہیں دی اور ۸۔ جون لکھ دی۔ حالانکہ ۸۔ جون ۶۳۲ء کو جمعرات تھی۔

تمام سیرت نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ:

- ☆ حضور ﷺ سوموار کو پیدا ہوئے تھے۔
- ☆ سوموار ہی کو نبوت ملی۔
- ☆ سوموار کے دن ہجرت کی۔
- ☆ سوموار ہی کے دن رحلت فرمائی۔
- ☆ مدینہ میں سوموار کو داخل ہوئے۔ اور

غسل

حضور ﷺ کو غسل دیتے وقت کئی صحابہ موجود تھے:

- ☆ فضل بن عباس اور خُثم بن عباس جسد مبارک کو ادا بدل رہے تھے۔
- ☆ حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے۔

☆ اُسامہ بن زید اور شقران (حضور ﷺ کا آزاد کردہ غلام) پانی ڈال رہے تھے۔ اور

(تلقیح - ص ۳۹)

☆ حضرت عباسؓ پاس کھڑے تھے۔

تدفین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لحد میں اتارنے اور تدفین میں حضرت عباسؓ - علیؓ - فضل بن عباس اور بروایت
 أسامہ بن زید، عبدالرحمان بن عوف، اوس بن خولہ انصاری اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے حصہ لیا۔ خاک
 ڈالنے سے عین پہلے مغیرہ بن شعبہ کی انگوٹھی قبر میں گر گئی۔ اور اسے نکالنے کے لیے خود مغیرہ قبر میں اترے۔ یوں کہیے
 کہ حضور صلعم سے آخری ملاقات کا فخر مغیرہ کو حاصل ہوا تھا۔ (ایضاً - ص ۳۹)

غزوات و سرایا

حیات رسولؐ میں دو قسم کی جنگیں ہوئیں:-

☆ ایک وہ جن میں خود حضور ﷺ بھی شامل تھے۔ مثلاً بدر، احد، خندق، خیبر وغیرہ۔ یہ غزوات کے نام سے
 مشہور ہیں۔

☆ اور دوسری وہ جن میں حضور ﷺ شامل نہیں تھے۔ یہ سرایا (سریہ کی جمع) کہلاتی ہیں۔ ان تمام کی تعداد
 چوراسی (۸۴) ہے۔ ان میں ۲۶ غزوات تھے اور ۵۸ سرایا۔

ان سب پہ بحث کرنے کے لیے طویل مہلت چاہیے۔ جو مجھے میسر نہیں۔ اس لیے یہاں صرف غزوات پہ
 اکتفا کرتا ہوں۔

پوری بحث کے لیے ابن الجوزی کی تلقیح از ص ۳۶ تا ۳۲ ملاحظہ فرمائیے۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
۱	غزوہ ابواء	ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہے۔	صفر ۵۲ھ	x	مقصد قریش کے ایک تجارتی قافلے کو پکڑنا تھا۔ لیکن وہ نکل چکا تھا۔ حضور صلعم ۱۵ یوم کے بعد لوٹے۔
۲	غزوہ یواط	یواط جہینہ کا ایک پہاڑ ہے۔ مدینہ سے کوئی ۴۰ میل مغرب کی طرف	ربیع الاول ۵۲ھ	۲۰۰ صحابہ	یہ بھی ایک تجارتی قافلے کو پکڑنے کی مہم تھی۔ اس قافلے میں ۲۵۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ قریش تھے۔ لیکن قافلہ نکل گیا۔
۳	غزوہ ُکُوز	کُوز بن جابر الفہری نے مدینہ کی ایک چراگاہ پہ حملہ کر کے بہت نقصان کیا تھا۔	ربیع الاول ۵۲ھ	-	حضور ﷺ کُوز کے تعاقب میں بدر تک گئے۔ لیکن وہ نکل گیا۔
۴	غزوہ دُوالغُضیر	مدینہ کے مغرب میں شیخ دُوالغُضیر کی طرف بنو مدلج کا ایک مقام۔	جمادی الاولیٰ ۵۲ھ	۲۰۰	مقصد ایک تجارتی قافلے کو پکڑنا تھا۔ لیکن وہ نکل چکا تھا۔
۵	غزوہ بدر	مدینہ سے ۸۰ میل جنوب مغرب کی طرف ایک وادی	۱۷-۱۸ رمضان ۵۲ھ	۳۱۳	۷۰ قریش ہلاک ہوئے اور ۷۰ قید۔
۶	غزوہ بنو قینقاع	مدینہ میں یہود کا ایک قبیلہ بنو	شوال ۵۲ھ	-	پندرہ یوم کے محاصرے کے بعد ان لوگوں نے صلح کی استدعا کی۔ آپ ﷺ نے ان سے ہتھیار لے کر انہیں معاف کر دیا۔
۷	غزوہ سُوَیْق (سُتُو)	یہ جنگ مدینہ سے تین میل پر ایک موضع غُریض میں ہوئی تھی	۵ ذوالحجہ ۵۲ھ	۸۰ سوار	ابوسفیان ۲۰۰ جوانوں کے ہمراہ مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ حضور ﷺ مقابلہ کے لیے نکلے۔ تو وہ سُتُو کے تھیلے گرا کر بھاگ گیا۔ اور یہ غزوہ سُوَیْق کے نام سے مشہور ہو گیا۔

۸	غزوہ فُرْقَرُہ الکدر	مدینہ سے کوئی ساٹھ میل مشرق میں ایک مقام	۱۴- محرم ۳ھ	۲۰۰	اس مقام پر بنو سلیم اور غطفان حملے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ جنگ میں حضور صلعم کے ہاتھ پانچ سو اونٹ لگے۔ جنہیں آپ ﷺ نے صحابہ میں تقسیم کر دیا۔
۹	غزوہ غطفان	یہ واقعہ مدینہ کے شمال مشرق میں دیار غطفان کے ایک مقام ذواتر میں پیش آیا تھا	۱۴- ربیع الاول ۳۰ھ	۴۵۰	وہاں بنو ثعلبہ اور محارب جمع ہو گئے جب حضور صلعم پہنچے تو وہ بھاگ گئے۔ دن کے وقت حضور ﷺ ایک درخت تلے آرام فرما رہے تھے کہ کفار کا سردار دُغثور بن حارث تلوار لے کر سر پہ آگیا۔ اور حضور صلعم کو جگا کر پوچھنے لگا کہ: ”بتاؤ۔ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔“ فرمایا: ”اللہ“ معاذ جبریلؑ نے اس کے سینے میں دو ہتھ مارا۔ وہ گر گیا۔ اور اس کی تلوار دور جا پڑی۔ معاذ حضور صلعم تلوار لے کر اس سے پوچھنے لگے: ”اب تمہیں کون بچائے گا؟“ وہ فوراً کلمہ پڑ کر اسلام لے آیا۔
۱۰	غزوہ بنو سُلَیم	یہ واقعہ حجاز کے ایک مقام بنو بَحْرَان میں ہوا تھا	جمادی الاول ۳ھ	۳۰۰	دشمن پہلے ہی بھاگ گیا۔
۱۱	غزوہ أُحُد	مدینہ کے پاس ایک پہاڑ	۷- شوال ۳ھ	۱۰۰۰	قریش ۳۰۰۰ تھے۔ نتیجہ:- شہداء ۷۰۔ اور مقتولین قریش ۲۳۔
۱۲	غزوہ حَمْرَاءُ الْأَسَد	مدینہ سے آٹھ میل مشرق حَمْرَاءُ میں ایک جگہ	۸- شوال ۳ھ	-	یوم اُحد کے دوسرے روز حضور ﷺ کفار کی تلاش میں گئے۔ لیکن نہ پاسکے۔
۱۳	غزوہ بنو نضیر	بنو نضیر یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا	ربیع الاول ۳ھ	-	پندرہ دن کے محاصرے کے بعد وہ مدینہ چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔

۱۴	غزوہ بدر الموعدہ	ایک مقام جہاں ذیقعدہ کے پہلے ہفتے میل لگتا تھا	ذی قعدہ سوار ۵۳ھ	۱۵۶۰	ابوسفیان دو ہزار جوانوں کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن مقابلے میں نہ آیا۔
۱۵	غزوہ ذات الرقاع	مدینہ سے تین میل دور ایک رنگ برنگ پہاڑ	محرم ۵۵ھ	-	قبائل بھاگ گئے۔
۱۶	غزوہ دومة الجندل	شمالی عرب کا ایک شہر ۱۵ دن کی مسافت پر تھا	۵- ربيع الاول ۵۵ھ	۱۰۰۰	دشمن بھاگ گیا۔
۱۷	غزوہ کمرہ	یہ بدر کے جنوب میں بنو خزاعہ کا ایک چشمہ تھا	۲- شعبان ۵۵ھ	-	قبائل کو شکست ہوئی۔
۱۸	غزوہ خندق	یہ خندق مدینہ ہی میں کھودی گئی تھی	۸- ذیقعدہ ۵۵ھ	۳۰۰۰	قریش نے ابوسفیان کی قیادت میں حملہ کیا۔ ساتھ قبائل بھی شامل ہو گئے۔ ان کی تعداد بیس ہزار تک جا پہنچی۔ سب کو ایک آندھی نے منتشر کر دیا۔
۱۹	غزوہ بنو قریظہ	یہود خیبر کا ایک قبیلہ	۲۲- ذیقعدہ ۵۵ھ	-	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سخت شکست دی۔
۲۰	غزوہ عسفان	(ملہ سے ۴۰ میل شمال میں) کے قریب لیحیان ایک مقام	ربیع الاول ۵۶ھ	۲۰۰	قبائل بھاگ گئے۔

۲۱	غزوہ مدینہ سے آٹھ میل دور الغابہ ایک چراگاہ۔ جس میں حضور صلعم کے اونٹ ۶ھ	ربیع ۵۰۰ یا ۷۰۰	پانچ روز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم واپس آئے۔ کیا ہوا؟ ابن الجوزی نے نہیں بتایا۔
۲۲	غزوہ مکہ سے دس میل دور ایک خدیبہ کنواں	ذیقعدہ ۶ھ تقریباً ۱۵۰۰	معابدہ خدیبہ ہوا۔ جسے قرآن نے فتح سے تعبیر کیا ہے۔
۲۳	غزوہ مدینہ سے تقریباً ۸۰ میل خیبر شمال میں یہود کا ایک قصبہ	جمادی ۱۵۰۰ الاول ۷ھ	۱۵ صحابہ شہید اور ۹۳ یہود ہلاک ہوئے۔ یہیں سلام بن مشکم کی بیوی نسیب نے حضور صلعم کو زہر آلود برتن دیا بھیجا تھا۔
۲۴	غزوہ قریش نے معابدہ خدیبہ الفتح کی خلاف ورزی کی۔ (فتح اس لیے حضور صلی اللہ علیہ مکہ) وآلہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی۔	۱۰۔ ۱۰ رمضان ہزار ۸ھ	۱۰ مکہ فتح ہوا۔ اور بے شمار لوگ اسلام لے آئے
۲۵	غزوہ مکہ سے تین رات حنین کے فاصلے پر۔ شمال و شرق کی جانب ایک وادی	۱۰۔ ۱۲ شوال ہزار ۸ھ	۱۲ چار صحابہ شہید اور ستر کافر ہلاک۔ مال غنیمت میں چوبیس ہزار ستر۔ چالیس ہزار بھیڑ۔ بکریاں ملیں۔ قیدی چھ ہزار تھے۔
۲۶	غزوہ مکہ کے قریب مشہور مقام طائف	شوال ۸ھ ہزار	۱۲ حضور صلعم حنین سے فارغ ہو کر طائف کی طرف بڑھے اٹھارہ یوم محاصرہ رہا۔ اور پھر محاصرہ اٹھا کر چلے گئے۔

اولادِ رسول ﷺ

حضور ﷺ کی زینہ اولاد کے متعلق سیرت نگاروں میں اختلاف ہے۔ کوئی دو، کوئی تین اور کوئی چار بتاتا ہے۔ ہشام بن عروہ کی روایت کے مطابق تین تھے:-

۱۔ قاسم ☆ طاہر اور ☆ طیب

عروہ اور سعید بن عبد العزیز چار بتاتے ہیں۔ یعنی:-

۱۔ قاسم ۲۔ طاہر ۳۔ مطہر (یا مطیب) اور ۴۔ ابراہیم

آپ ﷺ کی بیٹیاں چار تھیں:-

اول۔ زینبؓ (۸ھ) جس کا نکاح حضور ﷺ کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا۔

دوم۔ رقیہؓ (۲ھ) جو پہلے ابولہب کے فرزند عتبہ کے نکاح میں تھی۔ جب سورۃ تبت یدا..... نازل ہوئی، اور اس نے علیہ کی اختیار کر لی۔ تو حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آگئی۔

سوم۔ اُمّ کلثومؓ (۹ھ) یہ بھی عتبہ بن ابولہب کے نکاح میں تھی۔ لیکن رخصتی سے پہلے ہی عقد ٹوٹ گیا۔ آپ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں۔ اور رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آگئیں۔

چہارم۔ فاطمہ الزہراءؓ، جن کا انتقال ۱۱ھ میں حضور صلعم کی رحلت سے چھ ماہ بعد ہوا تھا۔

آل رسول ﷺ میں سب سے بڑا قاسم تھا۔ پھر زینب، پھر طیب (عبداللہ) پھر طاہر، پھر اُمّ کلثوم، پھر رقیہ، پھر فاطمہ اور آخر میں ابراہیم۔ (تلیق ص ۱۵)

اُونٹنیاں، تلواریں، کمائیں اور نیزے

حضور ﷺ کی اُونٹنیاں، تلواریں، برتھے وغیرہ بھی مختلف ناموں سے موسوم تھے۔

اُونٹیوں کی تعداد بیس تھی۔ اور نام:-

☆	حکاء	☆	نمراء	☆	عریس
☆	سعدیہ	☆	بلعوم	☆	سیرہ
☆	مھرہ	☆	شقراء	☆	مردہ
☆	ریا	☆	غزیرہ اور	☆	مردہ

باقی کے نام نہیں مل سکے۔

تلواروں کے نام:-

ماخذ:- ۱- تلخ،

۲- رحمۃ للعالمین،

۳- ڈاس- ص ۳۶۹،

۴- شاس- ص ۳۹۱،

۵- ادب العرب- ص ۲۰،

۶- نسب نامہ رسول اللہ ﷺ،

۷- محمد طلعت بیک:- تاریخ دول العرب

۱۷- مدین

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی کا نام قنور تھا۔ یہ زمران، یقسان، مدان، مدین، اشباک اور شوح کی والدہ تھی۔ مدین خلیج عقبہ کے دائیں ساحل پہ اقامت پذیر ہوا۔ اور اس کی اولاد بائیں ساحل پر بھی کوہ طور تک پھیل گئی۔ یہ سارا علاقہ مدین کہلاتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبیلہ کو قتل کرنے کے بعد مصر سے بھاگے۔ تو وہ عقبہ کے بائیں ساحل پر حضرت شعیبؑ کے گھر چالیس برس تک رہے۔

فَلَبِثْتُ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۝ (طہ: ۴۰)

(تم، اے موسیٰ، اہل مدین میں برسوں رہے)

شمال میں اہل مدین کی بستیاں کنعان کی سرحدات تک پھیلی ہوئی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کے ہمراہ ان بستیوں کی طرف جاتے ہوئے موآب (بحیرہ مردار کے دائیں ساحل پہ ایک ضلع) سے گزرے۔ تو موآب کا بادشاہ بلق ڈر گیا۔ اور اس نے مدین کے ایک صوفی و دلی پلغم بن باغور کی طرف قاصد بھیجا۔ کہ وہ آئے اور بنو اسرائیل پہ لعنت بھیجے۔ اس نے دودفعہ تو انکار کیا۔ لیکن تیسری مرتبہ چل پڑا۔ بلق کے ہاں پہنچا۔ تو اسے صبر و سکون کی تلقین کی۔ لیکن وہ نہ مانا اور بددعا کے لیے اصرار کرنے لگا۔ مجبور ہو کر پلغم نے اسے مشورہ دیا۔ کہ موآبی عورتوں کو اسرائیلی خیموں میں آزادانہ جانے دو۔ تاکہ وہ گناہ کریں، اور پٹ جائیں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

”اور لوگوں نے موآبی عورتوں سے حرام کا دبی شروع کر دی..... ساتھ ہی ان کے دیوتاؤں کو

پوجنے لگے..... تب خداوند کا قہر بنو اسرائیل پہ بھڑکا..... ان میں وبا پھوٹ پڑی اور چوبیس

ہزار آدمی اس وبا سے مر گئے۔“ (کنفی- ۱/۲۵- ۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اہل مدین سے انتقام لینے کے لیے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کے تمام جوان مار

ڈالے اور بے شمار مال و دولت ساتھ لے آئے۔ (کنفی- ۱/۳۱- ۵۴)

چند سال بعد اہل مدین نے عمالہ اور چند دیگر قبائل (جو فلسطین کے مشرق میں رہتے تھے) کو ساتھ ملا کر بنو

اسرائیل کو زبردست شکست دی۔ اور سات سال تک انہیں رگیدتے رہے۔ اس کے بعد اسرائیلیوں کے ایک قاضی جیدان (Gideon) نے انہیں شکست دے کر قوم کو آزاد کرالیا۔

اہل مدین بدوی عرب تھے۔ جو مدین سے موآب تک مقیم تھے۔ اور تجارت کے لیے یمن، بابل اور مصر تک جاتے تھے۔
(ڈاب۔ ص ۴۱۱)

مآخذ:- ۱۔ بابل، ۲۔ قرآن مقدس، ۳۔ ڈاب۔ ص ۴۱۱، ۴۔ معجم۔ ج ۷

۱۷۲۔ مدینہ

مدینے کا پہلا نام یثرب تھا۔ یثرب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک سردار تھا۔ جو وہاں آباد ہو گیا تھا۔

یثرب بن قاضیہ	بن مصلحیل	بن ارم	بن مصلحیل
بن ارم	بن عمیل	بن عوز (اؤز)	
بن ارم	بن سام	بن نوح	

جب حضور ﷺ وہاں پہنچے۔ تو آپ نے اسے طابہ اور طیبہ کا نام دے دیا۔ بعض جغرافیہ نگاروں کے ہاں یثرب اس علاقے کا نام تھا۔ جس میں مدینہ واقع ہے۔ مدینہ کے مستقل باشندے مدینی اور عارضی مدنی کہلاتے تھے۔ مسلمان مدینہ کو:

مبارکہ	عاصمہ	شافیہ
قدسیہ	حرہ	مختارہ
قاصمہ	ناجیہ	جابرہ اور

محبوبہ بھی کہتے تھے۔

یثرب کے پہلے آباد کار عمالقہ تھے۔ یعنی بنو عملاق بن ارفخشہ بن سام بن نوح۔ ان کا اصلی وطن صنعاء (یمن) تھا۔ اور یہ وہیں سے آئے تھے۔ ان لوگوں کی حکومت مشرق میں بحرین، مغرب میں مصر، شمال میں شام اور جنوب میں عمان و یمن کے سوا حل تک پھیلی ہوئی تھی۔ غالباً حجاز کا ارقم، مصر کے فرعون اور فلسطین کے جبارہ انہی میں سے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مدینہ میں حضرت ہارون کی اولاد آباد ہو گئی۔ پھر بنو قریظہ و بنو نضیر آئے۔ یہ لوگ شام میں آباد تھے۔ جب ایک رومی بادشاہ (قیصر) نے ان کا قتل عام شروع کیا، تو یہ بھاگ کر پہلے حجاز میں پہنچے

اور پھر مدینہ میں آ گئے۔ ممکن ہے، کہ تختِ نصر کے حملے کے وقت بھی کچھ اسرائیلی اس طرف بھاگ آئے ہوں۔
 اوس و خزرج اصلاً یمن کے باشندے اور حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن اھوؤ القیس بن ثعلبہ
 بن مازن بن ازد کی اولاد تھے۔ جب وادیِ عرم کا بند ٹوٹا۔ تو یہ لوگ مدینہ چلے گئے۔
 (معجم۔ ج ۷، ص ۴۳، اور ص ۴۲۶)

محل وقوع

مدینہ عرب کی سطح مرتفع پر واقع ہے۔ اس کے تین طرف کھیت اور نخلستان ہیں۔ چوتھی طرف (شمال) پہاڑ۔
 شہر کے گرد اندازاً تیس فٹ اونچی فصیل ہے۔ مکان خاکستری رنگ کے پتھروں کے ہیں۔ جو پاس کے پہاڑوں سے
 نکالے گئے ہیں۔ شہر میں ایک زمین دوز نہر ہے۔ جو قبا سے آتی ہے۔ جابجا نہر میں اترنے کے لیے زینے ہیں۔ شہر
 اور شہر کے باہر باغات میں کنوئیں ہیں۔ جو زیادہ سے زیادہ تیس فٹ گہرے ہیں۔ (ڈاس۔ ص ۳۰۳)
 مشرق کی طرف کھیتوں سے ذرا پرے سنگلاخ زمین ہے۔ جس کے برساتی نالے جنوب سے شمال کو بہتے اور
 بطن زمین میں سطح آب کو برقرار رکھتے ہیں۔

مسجد نبوی ﷺ

مدینہ کی شہرت و اہمیت مسجد نبوی ﷺ اور گنبدِ خضرا سے ہے۔ شروع میں مسجد گارے کی دیواروں اور کھجور کی
 چھت کا نام تھا اور اس میں صرف تین دروازے تھے:-

۱۔ باب عائشہ

۲۔ بابِ منلیکہ اور

۳۔ باب عائکہ

بعد میں حضرت عمرؓ نے پاس کے چند گھر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے۔
 حضرت عثمانؓ نے اسے پتھروں سے بنوایا۔ اور لکڑی کی مضبوط چھت ڈلوائی۔
 خلیفہ ولید نے ۸۷ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو، جو ان دنوں مدینہ کے گورنر تھے۔ حکم دیا کہ وہ مسجد کو از سر نو تیار
 کرائیں۔ چنانچہ انہوں نے روم اور مصر سے معمار منگوائے۔ اور تین برس میں ایک عمدہ اور خوشنما عمارت تیار کرادی۔
 اس مقصد کے لیے قیصر روم نے بھی ایک ہزار مثقال سونا اور رنگین پتھروں کا عطیہ دیا تھا۔
 ۱۶۲ھ میں مہدی عباسی نے اسے مزید سجایا۔

اور ۲۴۷ھ میں متوکل نے بھی اس کے حسن میں اضافہ کیا۔

مختلف شاہانِ عثمانیہ نیز ابن سعود نے بھی اسے وسعت و جلادی۔ (شاس۔ ص ۲۹۱)

حضور ﷺ کے عہد میں مدینہ کی آبادی تین ہزار کے لگ بھگ تھی اور اب سو الاکھ سے زیادہ ہے۔ اس کے متبرک اور قابل دید مقامات یہ ہیں:-

۱۔ حضور ﷺ کا روضہ

جو مسجد کے اندر ہے۔

۲۔ مسجد قبا

قبا مدینے کا ایک محلہ ہے۔ جہاں حضور ﷺ نے تین روز قیام کیا تھا۔ اور اسی دوران میں وہاں آپ ﷺ نے ایک مسجد کی بنا ڈالی تھی۔

۳۔ مسجد القبلتین

وادی عقیق کے قریب ایک مسجد، جس میں دو محرابیں ہیں:-

☆ ایک کعبہ کی طرف اور

☆ دوسری مسجد اقصیٰ کی طرف

۴۔ جنت البقیع

مدینہ منورہ کا ایک قبرستان، جس میں دس ہزار صحابہ اور دیگر اکابر دفن ہیں۔

۵۔ کوہ اُحد

جہاں شہید صحابہ دفن ہیں۔ اور وہاں کچھ مساجد بھی ہیں۔

(رہنمائے مقامات مقدسہ۔ از محمد اشرف۔ طبع لاہور۔ ۱۹۳۱ء، ص ۶۷)

مآخذ:- ۱۔ ڈاس۔ ص ۳۰۳، ۲۔ معجم۔ ج ۷، ص ۴۳، ۴۲۶، ۳۔ شاس۔ ص ۲۹۱،

۴۔ رہنمائے مقامات مقدسہ۔ ص ۶۷

۱۷۳۔ مَرَوَہ

کعبہ سے فرلانگ بھر مشرق کی طرف دو پہاڑیاں صفا و مَرَوَہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ وہی پہاڑیاں ہیں۔ جن کے درمیان پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ سات مرتبہ دوڑی تھی۔ ان پہاڑیوں میں کوئی دو فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ آج کل درمیان میں پختہ فرش بنا ہوا ہے۔ اور مَسْجِد (سڑک) کی دونوں جانب دکانیں ہیں۔

نیز دیکھیے۔ ۱۲۹۔ ”صفا“

۱۷۴۔ مَرِیم

باوجودیکہ حضرت مریم ایک نہایت ممتاز، محترم اور معزز خاتون تھیں۔ لیکن علمائے یورپ یہ نہ بتا سکے، کہ ان کے والدین کون تھے اور کیا کرتے تھے۔ اناجیل سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ مریم کا تعلق بنویہوداہ سے تھا اور وہ حضرت داؤد کی نسل سے تھی۔

”فرشتے نے مریم سے کہا۔ اے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خدا نے تم پر فضل کیا ہے۔ دیکھ تو

حاملہ ہوگی۔ تیرا بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یسوع رکھنا۔ وہ بزرگ ہوگا۔ اور خداوند اس کے باپ

داؤد کا تخت اسے دے گا۔“ (لوقا۔ ۱/۳۲)

اس کی ایک بہن کا نام بھی مریم تھا۔ (یوحنا۔ ۱۹/۲۵)

مریم کا رشتہ حضرت زکریا کی زوجہ الیشبع سے بھی تھا۔ جو لاوی کے گھرانے اور حضرت

ہارون کی پشت سے تھی۔ (لوقا۔ ۱/۳۶)

جب تیس سال کی عمر میں حضرت مسیح علیہ السلام نے نبوت شروع کی۔ تو حضرت مریم پس منظر میں چلی

گئیں۔ اس کے بعد کتابوں میں صرف چار مرتبہ ان کا ذکر ملتا ہے۔

اول۔ ”پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی۔ جس میں یسوع کی ماں بھی تھی۔“

(یوحنا۔ ۲/۱)

دوم۔ ”مسیح ایک بھید کے سامنے تبلیغ کر رہے تھے کہ کسی نے کہا۔“ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے

ہیں، اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ مسیح نے جواب میں کہا۔ کون ہے میری ماں، اور میرے بھائی۔

پھر اپنے شاگردوں کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔“

(متی۔ ۱۲/۴۶۔ ۵۰)

سوم۔ صلیب کے وقت۔ ”اور یسوع کی صلیب کے پاس اس کی ماں۔ ماں کی بہن مریم، کلوا پاس کی بیوی اور

مریم مکدلینی کھڑی تھیں۔“ (یوحنا۔ ۱۹/۲۵)

چہارم۔ بعد از رفع مسیح ”یہ سب کے سب چند عورتوں اور مسیح کی ماں مریم اور اس کے بھائیوں کے ساتھ دُعا میں

مشغول رہے۔“ (اعمال۔ ۱/۱۳)

”ماں ماں ہی ہوتی ہے۔ جب حضرت مریم تک یہ خبریں پہنچیں کہ حکومت ان کے فرزند کا

شکار کھیل رہی ہے۔ تو اس نے مسیح کو سمجھانا چاہا۔ لیکن مسیح نے سننے سے انکار کر دیا۔ اور جب

انہیں کسی نے بتایا کہ آپ کی ماں اور بھائی آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ تو مسیح نے فرمایا۔

کہ کون ہیں میرے بھائی اور میری ماں۔ میرے سب کچھ یہ لوگ (شاگرد) ہیں۔“

دار پر سے مسیح نے اپنے ایک شاگرد جان کو کہا۔ کہ یہ (مریم) تمہاری ماں ہے۔

اور ماں کو کہا کہ یہ (جان) تمہارا فرزند ہے۔

چنانچہ جان مریم کو اپنے ہاں لے گیا۔ اور مریم زندگی بھر یروشلم میں جان کے گھر رہی۔

(ڈاب۔ ص ۳۸۶)

انجیل سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت مریم علیہ السلام شروع سے خدا پرست تھیں۔ ولادت مسیح سے پہلے وہ ایک

دفعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر آئی۔ تو اس نے خدا کی تعریف میں ایک گیت گایا۔

جس کا ترجمہ یہ ہے:-

میری جان خداوند کی بڑائی کرتی ہے۔

میری روح میرے نجات دہندہ سے خوش ہے۔

اس نے ارباب اختیار کو تخت سے گرا دیا۔

اور پست حالوں کو بلند کیا۔

اس نے بھوکوں کو اچھی چیزیں دیں۔

اور دولت مندوں کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔

اس نے اپنے خادم اسرائیل کو سنبھال لیا۔

تاکہ وہ اپنی اس رحمت کو آواز دے۔

جو ابراہیم اور اس کی نسل پہ ابد تک رہے گی۔ (لوقا۔ ۱/۴۶-۵۵)

آپ نہایت رحم دل، متواضع، متقی، باوقار و حلیم واقع ہوئی تھیں، اور یہی وہ صفات تھیں جن کی بنا پر پانچویں

صدی میلادی میں مریم کی پرستش ہونے لگی اور یہ آج تک جاری ہے۔ حضرت مریم کی وفات (اور ایک فرقہ کے

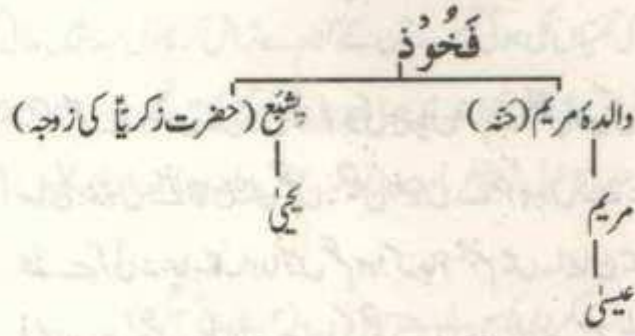
عقائد کے مطابق صعود) ۳۸ء میں ہوئی تھی۔

دیگر تفصیل کے لیے دیکھیے:-

۱۷۔ ”اخت ہارون“ اور

۱۳۹۔ ”عیسیٰ“

بعض روایات کی رو سے آپ کی والدہ کا نام حنہ تھا۔ اور شجرہ نسب یہ:-



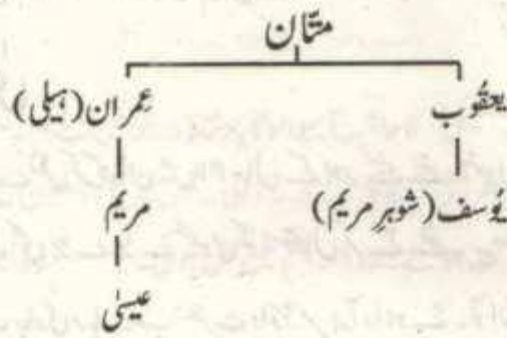
(شاس ص ۳۲۹)

قرآن شریف میں آپ کے والد کا نام عمران دیا ہوا ہے۔ اور روایات کے مطابق آپ کے دادا کا نام

مستان تھا۔ (باؤ ص ۴۵۶)

یوسف (حضرت مریم کا شوہر) آپ کا عم زاد بھائی تھا۔

شجرہ یہ ہے:-



قرآن نے کئی مقامات پر نہایت احترام سے حضرت مریم کا ذکر کیا ہے:-

☆ عمران میں چھ بار

☆ نساء میں تین دفعہ

☆ مریم میں دو بار

☆ تحریم میں ایک مرتبہ۔ و قس علیٰ ہذا۔ مثلاً:-

”یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تمہیں پاک کر کے تمام دنیا کی عورتوں میں

سے چن لیا ہے۔“ (عمران ۴۲)

”تحقیق مسیح بن مریم اللہ کا رسول اور ایک کلمہ ہے۔ جو اس نے مریم کو عطا کیا۔ نیز خدائی

روح۔ پس خدا اور اس کے رسولوں پہ ایمان لاؤ۔ اور یہ مت کہو۔ کہ خدا تین ہیں۔“

(نساء۔ ۱۷۱)

”کفر کرنے والوں میں نوح اور لوط کی بیویاں ضرب المثل بن گئی ہیں۔ یہ دونوں ہمارے صالح بندوں کے نکاح میں تھیں۔ لیکن انہوں نے شوہروں سے بے وفائی کی۔ نتیجتاً انہیں اللہ سے کوئی نہ بچا سکا۔ اور انہیں حکم ہوا کہ جاؤ جہنم میں۔ ایمان میں ضرب المثل اولاً زوجہ فرعون ہے۔ جس نے اللہ سے دُعا کی تھی۔ کہ اے رب! میرے لیے جنت میں گھر بنا۔ مجھے فرعون، اور اس کی بدکار و ظالم قوم سے بچا۔ ثانیاً مریم بنت عمران۔ جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ اور ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ وہ اللہ کے احکام اور اس کی کتابوں کو سچا سمجھتی اور فرماں بردار تھی۔“ (تحریم۔ ۱۰-۱۱)

مآخذ: ۱۔ قرآن مقدس، ۲۔ بائبل، ۳۔ ذاب۔ ص ۳۸۶، ۴۔ شاس۔ ص ۳۲۹،

۵۔ باڈ۔ ص ۴۵۶، ۶۔ اعلام۔ ص ۱۷۰

۱۷۵۔ مسجد اقصیٰ

بنو اسرائیل مصر سے نکل کر کنعان میں ۴۲ سال کے بعد پہنچے تھے۔ انہوں نے یہ سارا زمانہ خیموں میں گزارا تھا۔ وہ عبادت کے لیے بھی بڑے بڑے خیموں کو استعمال کرتے تھے۔ یہ سلسلہ حضرت داؤد کے عہد سلطنت (۱۰۶۳-۱۰۱۵ ق م) تک جاری رہا۔ جب حضرت داؤد سربراہ آراہوئے۔ تو اللہ نے اس دور کے ایک نبی ناتق کو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بایں پیغام بھیجا۔

”کہ تو میرے رہنے کے لیے ایک گھر بنا۔ کیونکہ جب سے بنو اسرائیل مصر سے نکلے ہیں۔

میں آج تک کسی گھر میں نہیں رہا۔ بلکہ خیموں میں پھرتا رہا ہوں۔“

(۲۔ سموئل۔ ۷/۷-۷/۷)

لیکن حضرت داؤد جنگوں میں مسلسل الجھے رہے، اور اللہ کا گھر نہ بنا سکے۔

(۱۔ سلاطین۔ ۳/۵)

اس کام کو سلیمان نے شاہ لبنان کی مدد سے ۱۰۱۴ ق م میں شروع کیا اور ۱۰۰۵ ق م میں مکمل کر ڈالا۔ یہ معبد کوہ موریاہ پر تعمیر ہوا تھا۔ جگہ کا انتخاب خود حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا۔ اس پر تیس ہزار مزدوروں نے سات سال تک کام کیا۔ بیرونی دیوار چھ سو فٹ لمبی تھی۔ معبد کے گرد کچھ کمرے اماموں، معلموں اور چھوٹے موٹے عہدیداروں

کے لیے مخصوص تھے۔ عبادت گاہ کا رقبہ ۸۰ x ۴۰ ہاتھ (۱۸۔ انچ) تھا۔ یہ خیمہ عبادت کے رقبے سے دگنا تھا۔ اندورنی دیواروں پر خوبصورت لکڑی کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ جن کے کنارے تراش کر پھول اور بلیں بنائی گئی تھیں۔ کہیں کہیں سونے کے پترے بھی لگے ہوئے تھے۔ محراب میں سات سونے کی شمع گاہیں تھیں اور پاس ہی دس میزوں پر سونے کے برتن پڑے رہتے تھے۔ معبد کا طول شرقاً غرباً دو سو ہاتھ تھا۔ عرض ایک سو ہاتھ، او بلندی دس ہاتھ۔ معبد کی ایک بالائی منزل بھی تھی۔

”سلیمان نے بالائی منزل کے کمروں کو سونے سے سجایا۔“ (۲۔ تاریخ ۹/۳)

تعمیر ثانی

جب بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ۵۸۶ ق م میں یوروشلم کو تباہ کیا۔ تو یہ معبد بھی گر گیا۔ جب سائرس نے ۵۲۰ ق م میں یہود کو بابل سے واپس آنے کی اجازت دی۔ تو معبد کو دوبارہ بنوانے کے لیے بہت بڑی رقم بھی عطا کی۔ کچھ رقم یہودیوں نے چندہ سے جمع کی تھی۔ اس سے انہوں نے ایک نہایت خوشنما عمارت بنا ڈالی۔

(ڈاب۔ ص ۶۸۷)

تعمیر ثالث

جب ہیروڈ (دیکھیے: ۱۳۹۔ ”عیسیٰ“ کا حاشیہ) یہوداہ کا بادشاہ بنا۔ تو اس نے ۱۹۔ ۲۰ ق م میں مسجد کو گرا کر سنگ مرمر اور خوبصورت پتھروں سے رومی طرز کی ایک نئی عمارت بنا ڈالی۔ جس میں ۱۶۲ ستون تھے۔ بیرونی دیوار کی لمبائی آٹھ سو فٹ تھی۔ اس پر گیارہ برس صرف ہوئے۔ اور ۸۔ ۹ ق م میں مکمل ہوئی۔ (ڈاب۔ ص ۲۹۰)

اسلامی دور

اسلامی دور میں سب سے پہلے خلیفہ عبدالملک اموی (۶۵۔ ۸۶ھ) نے اس کی طرف توجہ کی۔ اس کی تزئین و تجدید کرائی۔ اور اسے جامع دمشق سے زیادہ حسین بنا ڈالا۔ جب عہد عباسیہ میں ایک زلزلے سے اسے نقصان پہنچا۔ تو اس وقت کے خلیفہ نے شہر اور نواح شہر کے امراء کو حکم دیا۔ کہ وہ معبد کے مختلف حصے بنوائیں اور حدود مسجد میں اضافہ کریں۔ چنانچہ اس میں سنگ مرمر کے سات سو ستون اور کئی دروازے بنائے گئے۔

جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:-

- | | |
|-----------------|--------------------|
| ۱۔ باب النبی | ۲۔ باب الولید |
| ۳۔ باب داؤد | ۴۔ باب ابراہیم |
| ۵۔ باب الرحمۃ | ۶۔ باب الحاشمین |
| ۷۔ باب اُم خالد | ۸۔ باب بنی اسرائیل |

۹۔ باب الحطۃ ۱۰۔ باب الاسباط

۱۱۔ باب محراب مریم وغیرہ

اور مسجد کا رقبہ ۷۰۰ × ۱۰۰۰ ہاتھ (ذراع) کر دیا گیا۔ (معجم۔ ج ۷)

تاریخ

مسجد اقصیٰ ۱۰۰۵ ق م میں تعمیر ہوئی تھی۔ یہ ۱۶۳۳ برس یہود و نصاریٰ کے تسلط میں رہی۔ ۱۷۷۸ء (۱۲۳۸ھ) میں یروشلم کے اکابر نے شہر کی چابیاں حضرت عمرؓ (جو وہاں صرف ایک غلام کے ساتھ گئے تھے۔ اور شہر کے قریب اونٹ پہ غلام سوار تھا) کے حوالے کر دیں۔ ساڑھے چار سو سال بعد صلیبی جنگیں چھڑ گئیں اور ۱۰۹۲ء میں اس پر عیسائی قابض ہو گئے۔ ۸۰ برس بعد اسے صلاح الدین ایوبی نے واکزار کرایا۔ اس کے بعد یہ تقریباً آٹھ سو سال تک مسلمانوں کے پاس ہی اور ۱۹۶۷ء میں اس پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔ (ہیرلڈ لیم۔ صلاح الدین ایوبی اور دیگر تواریخ) قرآن میں اس مسجد کا ذکر دو دفعہ ہوا ہے۔

اولاً۔ مریم کی ولادت و تربیت کے سلسلے میں:-

كَلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا

رِزْقًا (عمران: ۳۷)

(جب بھی زکریا مریم کے پاس محراب (جائے عبادت) میں جاتے۔ تو اس کے پاس کھانے

پینے کی اشیاء پاتے)

اکثر مفسرین نے المحراب سے مراد مسجد اقصیٰ لی ہے۔ یا اس کا ایک حصہ۔

(جلالین۔ ص ۲۸ حاشیہ)

ثانیاً۔ داستان معراج میں:-

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى

الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا. (بنی اسرائیل: ۱)

(پاک ہے وہ رب جو اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے اٹھا کر مسجد اقصیٰ تک

لے گیا)

مآخذ:- ۱۔ قرآن مقدس، ۲۔ بائبل، ۳۔ معجم۔ ج ۷، ۴۔ ذاب۔ ص ۶۸۷

۱۷۶۔ مسجد حرام

مسجد حرام اس کشادہ صحن کو کہتے ہیں۔ جو کعبہ کے گرد بیرونی دیوار تک پھیلا ہوا ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی میں کعبہ کے گرد جگہ بہت کم تھی۔ اور مسجد کی حد بندی نہ تھی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ارد گرد کے متعدد گھر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے۔

حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا۔ تو آپ نے ۲۶ھ میں اسے مزید وسعت دی۔

عبداللہ بن زبیر (۴۳ھ) نے، جو امیر معاویہؓ کے آخری زمانے میں حرمین کے خود مختار

فرماں روا تھے، اسے ۶۴ھ میں وسعت بھی دی اور حسینؓ و محکمؓ بھی کیا۔

خلیفہ عبدالملک (۶۵-۸۶ھ) نے مسجد کو از سر نو بنایا۔ دیواریں اونچی کیں۔ چھت بدلے

اور ستونوں پر سونے کے پترے چڑھائے۔

بعد کی تعمیر و ترمیم اس جدول میں دیکھیے۔

تعمیر کرانے والے کا نام	سال	تفصیل
ولید بن عبدالملک	۸۶-۹۶ھ	مسجد کو از سر نو بنوایا۔
منصور عباسی	۱۳۶-۱۵۸ھ	ارد گرد کے گھروں کو مسجد میں شامل کیا۔
مہدی عباسی	۱۵۸-۱۶۹ھ	کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان تمام گھر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے۔
مقتدر عباسی	۲۹۵-۳۲۰ھ	مسجد کو مزید وسعت دی۔
مصر کا ایک والی یا امیر	۸۰۳ھ	مسجد کو سیلاب سے نقصان پہنچا تھا۔ اس نے دیواریں پھر بنوائیں۔ مسجد کو قانونوں سے سجایا۔ اور اس پر چار سال صرف کیے۔
سیف الدین اشرف مصری (از ممالیک بُرجی)	۸۷۳-۹۰۱ھ	مسجد کو مزید سجایا۔ منیٰ میں مسجد حنیف، اور عرفات میں مسجد نمرہ بنوائی۔ ☆ مسجد مز دلفہ میں فرش لگوا یا۔ ☆ مسجد حرام میں منبر رکھوایا۔ ☆ منبروں کی مرمت کرائی۔ ☆ کعبہ کے اندر سنگ مرمر کا فرش بنوایا۔ نیز مدارس اور سرائیں تعمیر کرائیں۔
قانسوہ غوری۔ مصری (ممالیک بُرجی)	۹۰۶-۹۲۲ھ	باب ابراہیم بنوایا۔ اس کے اوپر نیز قریب کی کمرے بنوائے۔ اور جدہ کی فصیل تعمیر کرائی۔

بایزید۔ ثانی عثمانی	۸۸۶۔۔ ۹۰۸ھ	یہ ہر سال کعبہ کے لیے ایک غلاف۔ رومی محل۔ چودہ ہزار اشرفیاں اور ۲۸ ہزار من غلہ بھیجتا تھا۔
سلیم اول عثمانی	۹۱۸۔۔ ۹۲۶ھ	اس نے حنفی مصلیٰ پر قبہ بنوایا۔
سلیمان عثمانی	۹۲۶۔۔ ۹۷۴ھ	کعبہ میں چار دروازے العلوم قائم کیے۔
سلیم ثانی عثمانی	۹۷۴۔۔ ۹۸۲ھ	حرم کے گنبدوں پر چھتیں ڈلوائیں اور گنبدوں کے نیچے سنگ زرد کی کرسیاں بنوائیں۔
مراد ثالث۔ عثمانی	۹۸۲۔۔ ۱۰۰۳ھ	کنگرے۔ دروازے اور زینے بنوائے۔ دیواروں پہ آیات لکھوائیں۔ اور ساتھ ہی اپنے نام کی تختیاں لگوائیں۔
ہارون الرشید (۱۷۰۔ ۱۹۳ھ) کی زوجہ زبیدہ	۱۷۰۔ ۱۹۳ھ	اس نے طائف کے پہاڑوں کو کاٹ کر ایک نہر مملہ تک پہنچائی۔ اس پر ایک کروڑ سات لاکھ مشقال سونا صرف ہوا تھا یہ نہر طائف سے وادی حنین میں پہنچی۔ وہاں سے کاریزوں کے ذریعے عرفات تک آئی۔ وہاں سے منیٰ اور پھر مملہ تک گئی۔ بعد میں جب یہ بند ہو گئی۔ تو سب سے پہلے اربل (موصل کے پاس) کے ایک امیر مظفر الدین کو کبوری (۵۶۳۔ ۶۳۰ھ) نے اسے صاف کرایا۔ ☆ ۶۲۵ھ میں مستنصر باللہ عباسی (۶۲۳۔ ۶۳۰ھ) نے۔ ☆ ۷۲۶ھ میں ابوسعید ایل خانی (۷۱۶۔ ۷۳۶ھ) نے۔ ☆ دو سو سال بعد سلیمان عثمانی (۹۳۶۔ ۹۷۴ھ) اور ☆ پھر سلیم ثانی (۹۷۴۔ ۹۸۲ھ) نے اس کی مرمت کرائی۔

یہ نہر آج بھی موجود ہے۔ اور موجودہ حکومت اس کی ہر طرح سے نگرانی کر رہی ہے۔

(خلاصہ تواریخ مکیہ۔ ص ۳۴)

دور ابن سعود

سعودی خاندان نے برسرِ اقتدار آنے (۱۹۲۶ء) کے بعد مسجد کی توسیع اور تزئین پر بہت توجہ دی ہے۔ اور اس وقت (۱۹۷۲ء) یہ مسجد دنیا کے جیل و جلیل مقامات میں شمار ہوتی ہے۔

ستون

مسجد میں چاروں طرف ستون ہیں۔ ان کی تعداد ۵۸۹ بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے ۴۶۳ مرمر کے ہیں اور

۱۲۶ مکی پتھر کے۔ ان کی اونچائی بیس فٹ کے قریب ہے۔ اور موٹائی ڈیڑھ فٹ۔ ہر چار ستونوں پہ ایک سفید گنبد ہے۔ ان گنبدوں کی تعداد ۱۵۲ ہے۔ ہر چار ستونوں کے بعد ایک ہشت پہلو دیوار ہے۔ جس کی موٹائی چار فٹ کے قریب ہے۔ بعض ستونوں کو لوہے کی موٹی پتھریوں سے مضبوط کیا گیا ہے۔

دیگر عمارات

حدود مسجد میں کعبہ کے علاوہ کئی دیگر تعمیرات بھی ہیں۔ مثلاً:-

حطیم

کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ نیم دائرے کی شکل میں ایک احاطہ۔ جس کے گرد دیوار بنی ہوئی ہے۔

چاہ زم زم

یہ کعبہ کے مشرق میں ہے۔ اور اس پر چھت ہے۔

☆ مقام ابراہیم زمزم کے شمال میں ہے۔

☆ حنفی مُصلیٰ ایک اچھی سی عمارت کا نام ہے۔ جو حطیم سے ۴۸ گز شمال مغرب میں ہے۔

☆ شافعی مُصلیٰ زمزم اور باب السلام کے مابین واقع ہے۔

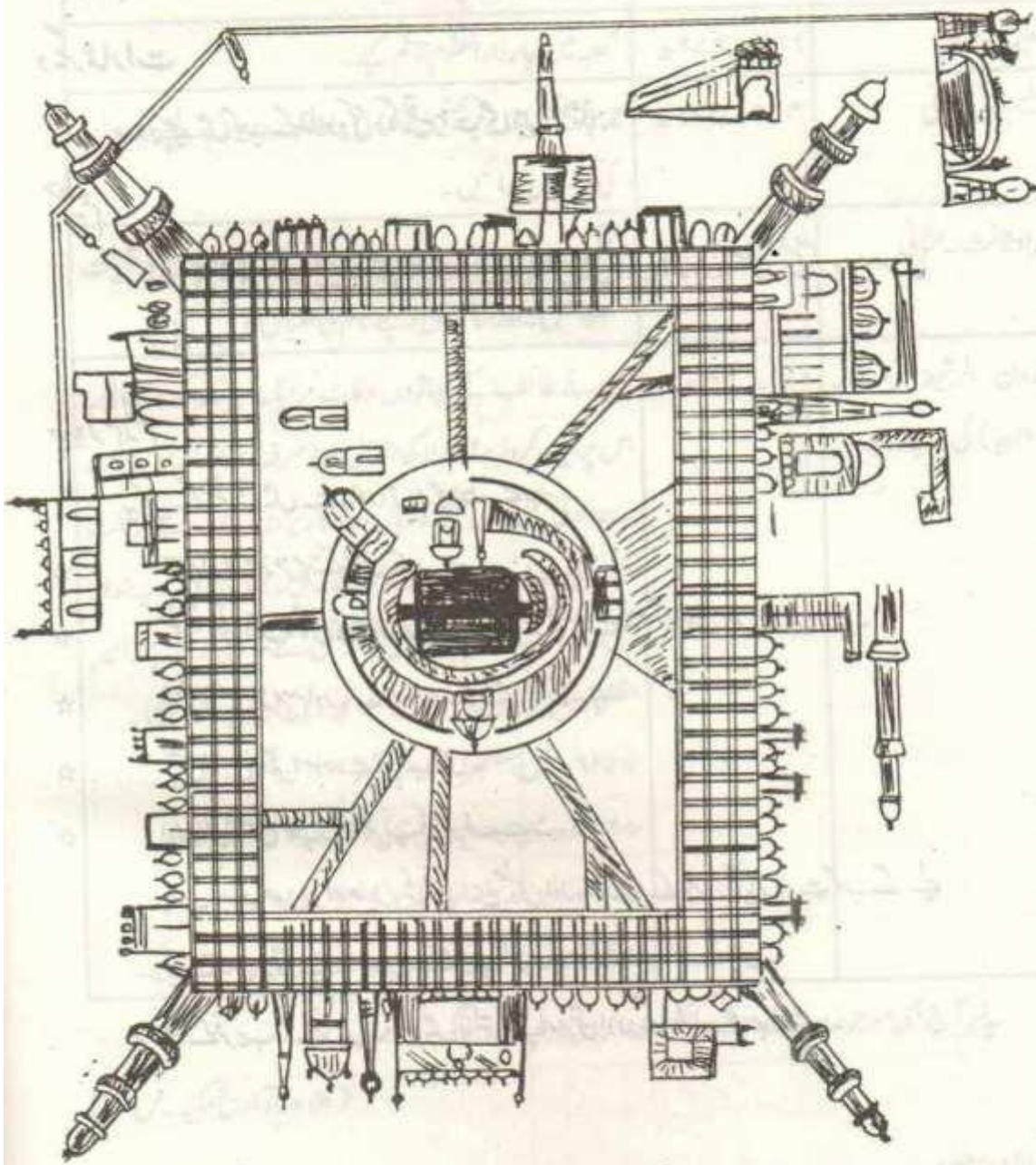
☆ حنبلی مُصلیٰ حجر اسود سے جنوب میں۔

☆ اور مالکی مُصلیٰ کعبہ سے مغرب کی طرف ہے۔

جب ان اماموں (ابو حنیفہ، شافعی، ابن حنبل اور مالک) کے پیرو جج یا زیارت کعبہ کے لیے

جاتے ہیں۔ تو اپنے مُصلیوں کے قریب کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔

زمزم کے قریب دو قبے ہیں۔ جن میں قالتویپ، برتن اور دیگر اعیان رکھی جاتی ہیں۔



دروازے

ہر زمانے میں مسجد حرام کے دروازوں کی تعداد تبدیل ہوتی رہی۔ جب ۱۸۵۲ء میں کپٹن آر۔ برٹن نے اس مسجد کو دیکھا۔ تو اس کے دروازوں کی تعداد ۹ تھی۔
اور غالباً آج بھی یہی ہے۔ یعنی:-

۱۔	بابُ السَّلام	۲۔	بابُ النَّبِیِّ
۳۔	بابُ الْعَبَّاسِ	۴۔	بابُ عَلِیِّ
۵۔	بابُ الْعِشرِہ	۶۔	بابُ الصَّفا
۷۔	بابُ الرَّحْمَۃ	۸۔	بابُ الشَّرِیف
۹۔	بابُ اِبْرَہِیم	۱۰۔	بابُ الْعُمَرِہ
۱۱۔	بابُ الْعَتِیق	۱۲۔	بابُ النَّدْوِہ
۱۳۔	بابُ الْبَغْلَہ	۱۴۔	بابُ الْأَجِیَاد (جِیاد)
۱۵۔	بابُ عُجْلان	۱۶۔	بابُ الْوَداع
۱۷۔	بابُ الْعَجَلِہ	۱۸۔	بابُ الْمَدْرَسَہ
۱۹۔	بابُ اُمِّ هانِی		

(ڈاس۔ ص ۳۳۳)

مآخذ:- ۱۔ خلاصہ تورانج مکبہ۔ ص ۳۳-۶۰، ۲۔ ڈاس۔ ص ۳۳۳-۳۳۴

۱۷۷۔ مشعر الحرام

فَإِذَا أَفْضُتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَادْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ

الْحَرَامِ ص (بقرہ: ۱۹۸)

(جب تم عرفات سے واپس آؤ۔ تو مشعر حرام میں اللہ کا ذکر کرو)

مکہ سے تین میل مشرق کی طرف منیٰ ہے۔ پھر تین میل آگے مزدلفہ ہے۔ جسے قرآن نے مشعر حرام (مشعر):
جائے عبادت و قربانی۔ نیز سایہ دار درخت۔ اور ایک ایسا مقام جہاں حج کے متعلق کوئی فرض ادا کیا جاتا ہو) کہا ہے۔
مزدلفہ سے تین چار میل آگے عرفات ہے۔

جب حجاج ذوالحجہ کی دسویں رات کو عرفات سے لوٹے ہیں۔ تو مزدلفہ میں دُعا و عبادت کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔ (تاریخ حریم۔ ص ۸۲)

مزدلفہ کا مادہ زلف ہے۔ زلف کے معنی ہیں:- رات کا ایک حصہ۔ اور زلفی کے معنی ہیں:- قُرب۔ چونکہ یہاں حاجی رات کا ایک حصہ عبادت میں گزار کر اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے اس مقام کا نام مزدلفہ رکھ دیا گیا۔

مآخذ:- ۱۔ منتہی الارب۔ ج۔ ۱۔ ”زلف“، ۲۔ تاریخ حریم۔ ص ۸۲

۱۷۸۔ مصر

یہ ملک افریقہ کے شمال مشرقی کونے میں واقع ہے۔ اس کی حدود میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ جوتی ایل کی کتاب (۶/۳۰، ۱۰/۲۹) میں اس کی تقریباً وہی حدود بیان ہوئی ہیں۔ جو ۱۹۷۲ء میں تھیں۔ اس وقت مصر کا رقبہ ۳۸۶۱۹۸ مربع میل، اور آبادی تقریباً تین کروڑ تھی۔

مصر کو بائبل میں مصرِ یم کہا گیا ہے۔ جو نوح کے فرزند حام کا بیٹا تھا۔ (پیدائش۔ ۶/۱۰)

مصر کے ابتدائی آباد کار حام ہی کے فرزند تھے۔ اس ملک کا عربی نام مصر ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں؛ ”مُرخ مٹی“۔ چونکہ زمین مصر سرخی مائل تھی۔ اس لیے وہ مصر کہلانے لگی۔ اس ملک کا قدیم ترین نام مصر کے تصویری رسم الخط میں قِم (Kam) تھا۔ جسے خیم پڑھا جاتا تھا۔ یہ غالباً حام کا صوتی بگاڑ ہے۔

فرعونوں کے تحت مصر، اعلیٰ و اسفل میں منقسم تھا۔ یہ تقسیم رومیوں اور یونانیوں کے عہد میں بھی باقی رہی۔ اور آج بھی موجود ہے۔ شمال کے تین صوبے مصرِ اسفل کہلاتے ہیں اور جنوبی حصے مصرِ اعلیٰ۔ جنوبی سرحد سے سیوط تک سطح مرتفع ہے۔ اور آگے سمندر تک زمین کہیں بلند ہے اور کہیں پست۔ آب و ہوا معتدل ہے۔ گندم، کپاس اور پھل بافراط پیدا ہوتے ہیں۔

مذہب

قدیم مصریوں کا مذہب مظاہر فطرت کی پرستش تھا۔ انہوں نے ذہنی تصورات (محبت، احسان، عدل وغیرہ) کو ضمیاتی شکل دے رکھی تھی۔ ان کے بڑے خدا آٹھ تھے۔ کمتر بارہ، اور کمترین متعدد۔ یہ روح کی ابدیت اور آخرت کے قائل تھے۔ ان کا ایک خدا ایل نما تھا۔ سامری نے پچھڑے کا تصور غالباً یہیں سے لیا تھا۔

معاشرہ

مصریوں میں ذات پات کا امتیاز نہیں تھا۔ عورتیں پردے سے ناواقف تھیں۔ ایک سے زیادہ بیویوں کا رواج

بھی تھا۔ دولت مندوں کا محبوب مشغلہ شکار تھا۔ عوام کا گزارہ کاشت کاری و مزدوری پہ تھا۔ مصر کے بڑے بڑے اہرام اور محلات انہی عوام نے بنائے تھے۔ وہاں چھوٹے بڑے سب رقص موسیقی کے دلدادہ ہیں۔

سیاسی تاریخ

مصر کی قدیم تاریخ سیاست تین ادوار میں منقسم ہے:-

۱۔ قدیم بادشاہ

۲۔ قرون وسطیٰ اور

۳۔ آخری دور

قدیم بادشاہوں کا دار الخلافہ میمفس تھا۔ جس کی بنا مصر کے پہلے بادشاہ مینز (Menes) نے ڈالی تھی۔ چرواہا بادشاہوں کے تین خاندانوں کے سوا باقی سب فرعون کہلاتے تھے۔ ان کے تیس خاندان تھے۔ ان میں سے پہلے بارہ قدیم بادشاہوں کے ذیل میں آتے ہیں۔ چوتھا خاندان اہرام کا بانی تھا۔ بعض اہرام پر ان کے بانیوں کے نام بھی کندہ ہیں۔ سب سے بڑے ہرم کا بانی صوفس (Suphis) تھا۔ چھٹن (Chephren) کو دوسرے ہرم کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اور مائی سرینس (Mycerinus) کو تیسرے کا۔

قرون وسطیٰ کے سلاطین کا دار الخلافہ بھی میمفس تھا۔ یہ سلاطین کہیں باہر سے آئے تھے۔ غالباً یہ عادیارم کے فرمانروا تھے۔ جو یمن سے مصر تک چھا گئے تھے۔ یہ چرواہے کہلاتے تھے۔ یہ کوئی سو سال تک مصر پہ مسلط رہے۔ پھر مصریوں نے انہیں شکست دے کر ملک سے نکال دیا۔ یہ مصر کے چند رھویں، سولہویں اور سترھویں فرماں روا۔ خاندان شمار ہوتے ہیں۔

آخری بادشاہوں سے مراد آخری تیرہ خاندان (۱۸-۳۰) ہیں۔ جن کا پہلا سلطان ائوس تھا۔ مصر سے چرواہا بادشاہوں کو اسی نے نکالا تھا۔ اور اس کے جانشینوں نے مغربی ایشیا، نیز حبشہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

انیسویں خاندان سے مصر کا روشن ترین دور شروع ہوتا ہے۔ اس خاندان کے دو بادشاہوں یعنی سیٹھی (۱۳۲۲-۱۳۱۲) اور اس کے پوتے رامسس نے سارے مغربی ایشیا کو تار و تار ڈالا تھا، اور مصر کو خوشحال ترین ملک بنا دیا تھا۔ بائیسویں خاندان کے شی شانک (She Shonk) نے قلمرو یہوداہ پہ حملہ کر کے مسجد اقصیٰ کو لوٹا اور ملک میں خوب قتل و غارت کی تھی۔

بعد کے خاندانوں نے کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ سوائے اس کے کہ چھبیسویں خاندان کے سمپٹک (Psametek) نے ۶۶۴-۶۵۵ ق م میں فلسطین سے گزر کر اشور یا پہ حملہ کیا۔ ۵۲۵-۵۲۰ ق م میں مصر سلطنت بابل کا ایک صوبہ بن کر رہ گیا۔ اور بعد میں اسکندر کے حملوں نے اسے ختم کر ڈالا۔ (ڈاب۔ ص ۱۶۰-۱۶۳)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:-

۲۱۔ "إرم ذات العماد"، اور

۱۵۳۔ "فرعون"

قدیم مصر کی تکمیل تاریخ مصر کے ایک پادری نے یونانی زبان میں تیسری صدی قبل مسیح میں لکھی تھی۔ اس کا نام مینتھو (Manetho) تھا۔ اسے بطلہ مصر کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس نے شاہان مصر کو تیس خاندانوں میں تقسیم کر کے ناموں کی پوری فہرست دی تھی۔ وہ کتاب تو گم ہو گئی ہے۔ لیکن فہرست یورپ کی بعض لائبریریوں میں موجود ہے۔

(ڈاب۔ ص ۱۶۲ حاشیہ)

مآخذ:- ڈاب۔ ص ۱۶۰-۱۶۳

۱۷۹۔ مقام ابراہیم

یہ ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔ جو مطاف سے باہر باب السلام اور کعبہ کے درمیان (کعبہ سے مشرق کی طرف) واقع ہے۔ یہ چاہ زم زم سے اکیس گز شمال مغرب میں ہے۔ اس میں اور دیوار کعبہ میں بھی اتنا ہی فاصلہ ہے۔ یہ آٹھ فٹ بلند ہے۔ اس میں چھ ستون ہیں۔ ارد گرد لوہے کا ایک جنگل ہے۔ اور اندر پانچ فٹ لمبا ایک صندوق۔ جس میں سنگ ابراہیم رکھا ہوا ہے۔ یہ وہ پتھر ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں اٹھائی تھیں۔

روایت ہے کہ:

یہ پتھر رستلا تھا اور اتنا نرم کہ آپ کے نشانات پا اس میں ثبت ہو گئے۔ اور آج بھی نظر آتے ہیں۔

امکان ہے کہ:

پتھر کافی نرم ہو۔ کسی دن بھیگ گیا ہو اور اس میں پاؤں کے نشانات ثبت ہو گئے ہوں۔ پھر

مرد در زمانہ سے پتھر سخت ہو گیا ہو۔

لیکن عام عقیدہ یہ ہے کہ:

یہ نشانات معجزانہ تھے۔

مآخذ:- ۱۔ ڈاس۔ ص ۳۱۳، ۲۔ خلاصہ تواریخ مکہ۔ ص ۵۹

۱۸۰۔ مکہ

دیکھیے: ۶۶۔ ”پہ“

۶۹۔ ”بیٹ اللہ الحرام“

اور ۱۶۱۔ ”کعبہ“

۱۸۱۔ مناة

قریش اور دیگر قبائل کا یہ بت مکہ کے شمال میں ساحل کے قریب ہڈیل کی ایک وادی قدید میں عمرو بن لُحی نے نصب کیا تھا۔ لوگ اس حد تک اس کی تعظیم کرتے تھے کہ بعض اس کی اولاد بن بیٹھے اور اپنے نام زید منات اور عبد منات رکھ لیے۔

روایت ہے کہ:

بُؤجرُم کعبہ کے پہلے متوفی تھے۔ عمرو بن لُحی نے ان پہ حملہ کیا، اور ان سے یہ ولایت چھین لی۔ کچھ عرصہ بعد عمرو بیمار ہو گیا۔ جب بیماری نے طول کھینچا۔ تو کسی نے مشورہ دیا کہ اردن کے فلاں چشمے میں نہاؤ۔ شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ وہاں گیا۔ نہایا اور صحت یاب ہو گیا۔ وہاں اس نے لوگوں کو بت پرستی میں مصروف پایا۔

پوچھا کہ:

”اس کا کیا فائدہ ہے؟“

جواب ملا کہ:

”ہم تمام حاجات مثلاً: بارش، میناء، رزق وغیرہ انہی سے مانگتے ہیں۔ اور یہ ہماری دُعاؤں کو سنتے ہیں۔“

چنانچہ اس نے ان سے چند بت مانگ لیے اور انہیں نواح کعبہ میں نصب کر دیا۔ ان میں سب سے بڑا منات تھا۔ جس کی تمام قبائل (معدہ - ربیعہ اور مضر کے سوا) پرستش کرتے تھے۔ جب یہ لوگ حج کو جاتے۔ تو مناة سے احرام باندھتے اور وہیں جا کر سر منڈاتے تھے۔ اس کے بغیر تکمیل حج نہیں ہوتی تھی۔ اسے خدائے قسمت و موت سمجھا جاتا تھا۔

(شاس۔ ص ۳۲۵)

۱۔ یمن کے ایک قبیلے خزاعہ کا ایک سردار جس کے والد کا نام ثعلبہ عرف لُحی تھا۔ بُؤجرُم سے اسی نے ولایت کعبہ چھینی تھی۔ (کانس ص ۴۱)

جب حضور ﷺ ۸ھ میں فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ تو پانچویں منزل پر حضرت علیؓ کو حکم دیا۔ کہ وہ آگے بڑھ کر منات کو توڑ ڈالیں۔

آپ نے تعمیل کی۔ اور آپ کو اس معبد سے دو کمواریں ملیں۔ جو وہاں غسان کے ایک رئیس حارث بن ابی شمر نے بطور نذر رکھوائی تھیں۔

ایک کا نام مجھدم تھا۔ اور دوسری کا رُبوب۔

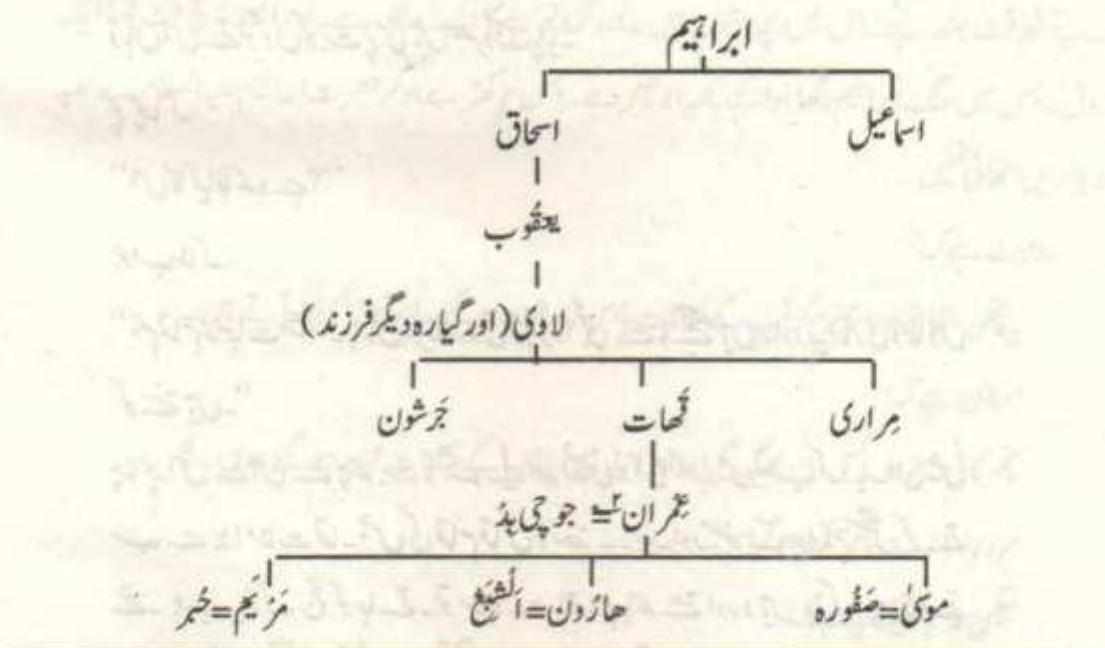
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک حضرت علیؓ کو دے دی اور اس ناکام ذوالفقار رکھ دیا۔ اور روایت کے مطابق یہ تلواریں طے کے ایک صنم فلّس سے ملی تھیں۔

مأخذ: - ١- معجم البلدان - ج ٨ "منات"، ٢- دؤاس - ص ٣١٣، ٣- شاس - ص ٣٢٥

۱۸۲۔ موسیٰ

یہ لفظ یا تو عبرانی ”موشا“ کی تحریف ہے۔ جس کے معنی ہیں: پانی سے نکالا ہوا۔ یا قبطی زبان کے ”موشے“ کا۔ جس کا مفہوم ہے۔ ”نڈو بننے والا۔“

آپ کا نسب نامہ یہ ہے:-



۱ شاس لکھتا ہے کہ: حضور ﷺ نے یہ حکم فتح مکہ کے بعد دیا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ:

اسے لوسفیان نے توڑا تھا۔ لیکن واقفی اور ابن سعد کہتے ہیں کہ: یہ کام سعد بن زید لؤسی نے کیا تھا۔ (شاس۔ ص ۳۲۵)

۲ یہ دو لکیریں = زوجہ و شوہر کا رشتہ ظاہر کرتی ہیں۔

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق بنو لاوی سے تھا۔ اس لیے بنو اسرائیل میں اس قبیلے کو وہی مقام حاصل ہے۔ جو ہند میں برہمن کو۔ دیگر تمام اسرائیلی قبائل بنو لاوی سے مذہبی رہنمائی حاصل کرتے اور اپنے معاہدے میں انہی کو امام پیشوا لگاتے تھے۔

قرآن میں آپ کا ذکر ۱۲۹ مرتبہ ہوا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے قرآن موسیٰ کی کتاب ہے۔ تورات میں آپ کو دین ابراہیم کا مجدد، ملت اسرائیلیہ کا بانی اور بہت بڑا مقنن بتایا گیا ہے۔
حضرت موسیٰ کو زندگی میں بے شمار کامرانیاں نصیب ہوئیں:-

اول۔ آپ فرعون کے انتقام سے بچ نکلے۔ اور مدین میں حضرت شعیب کے ہاں جا پہنچے۔
دوم۔ وہاں آپ کو اس معیار کی روحانی و اخلاقی تربیت ملی۔ کہ آپ اللہ سے ہم کلامی کے قابل ہو گئے۔

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنِكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ

سِينِينَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ لَا تُمِرُّ جُعْتَ عَلٰى قَلْبِ يُّمُوْسٰى ۝ (طہ: ۴۰)

(تم نے، اے موسیٰ، مصر میں ایک قبیلے کو مار ڈالا تھا۔ لیکن ہم نے تمہیں سزا سے بچالیا۔ ہم نے تمہیں کئی ابتلاؤں میں ڈالا۔ اور تم کامیاب ہو کر نکلے۔ تم اہل مدین میں برسوں رہے، اور رفتہ رفتہ تم اس مقام پر آ گئے۔ جہاں ہم تمہیں لانا چاہتے تھے۔

درست فرمایا تھا حکیم مشرق نے:-

اگر کوئی شعیب آئے میسر

شانی سے کلیسی دو قدم ہے

سوم۔ بعد از موت مصر میں گئے۔ اپنے معجزوں اور دعاؤں سے فرعون کو اس قدر زچ کیا۔ کہ وہ اسرائیل کو آزاد کرنے پر مجبور ہو گیا۔

چہارم۔ ساجران فرعون کو شکست دی۔

پنجم۔ جب آپ سوا چھ لاکھ افراد کو لیے کرینا کی طرف بڑھے۔ تو فرعون کی نیت خراب ہو گئی۔ وہ کئی ہزار گھوڑا گاڑیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں نکلا اور قلم میں ڈوب گیا۔

ششم۔ جب آپ قلم کو عبور کرنے کے بعد سینا کے قریب ایک مقام رفیدیم پہنچے۔ تو وہاں پانی نہ تھا۔ آپ نے ایک چٹان پہ عصا سے ضرب لگائی اور بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

ہفتم۔ رفیدیم سے پہلے آپ صحرائے سین میں خیمہ انداز ہوئے تھے وہاں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی۔ اور آسمان سے ایک سفیدی گول گول چیز برسنے لگی۔ جسے قرآن نے ”من“ کہا ہے اور ساتھ ہی

کہیں سے لاکھوں بیڑیں (سلوی) خیموں کے پاس آگئیں۔ جنہیں اسرائیلیوں نے پکڑ لیا۔ یہ سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک (۴۰ سال) جاری رہا۔
ہشتم۔ آپ نے قوم کو ایک مقدس کتاب (تورات) دی۔ جو تمام سیاسی۔ اخلاقی اور معاشرتی قوانین و ہدایات پر مشتمل تھی۔

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا
لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً (انعام: ۱۵۴)

(پھر ہم نے موسیٰ کو ایک ایسی کتاب دی۔ جو خوش کاروں کے لیے مکمل ضابطہ۔ اور ہر نوع کی ہدایت اور رحمت پر حاوی تھی۔

نہم۔ آپ نے کوہ طور سے روانہ ہونے کے بعد پہلے عماقہ کو شکست دی، اور پھر اہل مدین کی مقاومت کو توڑا۔

دہم۔ آپ اپنی قوم کو وفات سے پہلے ارض موعود (کنعان) کی سرحد تک پہنچا گئے۔ اور اس سرحد کو آپ کے جانشین حضرت یوشع نے عبور کیا۔

داستانِ حیات

آپ کی داستانِ حیات جزو مختلف عنوانات، مثلاً:-

۱۸۔ اخوانِ یوسف ۲۴۔ اسرائیل

۳۲۔ اصحابِ السبت ۴۴۔ الواحِ موسیٰ

۵۳۔ امِ موسیٰ ۵۹۔ البحر

۶۸۔ بنو اسرائیل ۷۵۔ تورات

۸۲۔ جبارین ۱۱۱۔ سامری

۱۱۷۔ سینا ۱۲۰۔ شعیب

۱۲۸۔ الصخرہ ۱۳۵۔ طوی

۱۳۶۔ طور ۱۴۷۔ عزیز (مصر)

۱۴۸۔ عمران ۱۵۳۔ فرعون

۱۵۵۔ قارون ۱۷۱۔ مدین

کے تحت بیان ہو چکی ہے۔ لیکن ہم اسے اختصاراً پھر دہراتے ہیں۔ تاکہ اس سلسلے کی تمام کڑیاں یک جا ہو جائیں:-

فرعون نے بنو اسرائیل کی دودائیوں بفرہ اور فوہ کو حکم دیا کہ وہ ہر پیدائش کی اطلاع حکومت کو دیں۔ ساتھ ہی پولیس کو ہدایت کی کہ وہ ہر بیٹے کو دریا میں پھینک دیں۔ (خروج۔ ۱/۲۲)

جب موسیٰ کی پیدائش ہوئی۔ تو ماں نے اسے تین ماہ تک چھپائے رکھا۔ اور جب راز فاش ہونے لگا۔ تو سر کنڈے کے ایک ٹوکرے میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا۔

”ہم نے اُم موسیٰ کو کہا۔ کہ اسے دودھ پلاتی رہو۔ اور جب راز فاش ہونے لگے۔ تو دریا میں پھینک دو۔“ (قصص۔ ۷)

یہ ٹوکرہ، ایک ایسے مقام پر جا اٹکا۔ جہاں فرعون کے گھروالے نہایا کرتے تھے۔ اتفاقاً وہاں فرعون کی بیٹی نہانے کے لیے آگئی۔ ٹوکرے کو دیکھا۔ تو ایک خادمہ کو حکم دیا کہ اسے اٹھا لے۔ اسے کھولا۔ اور ایک خوبصورت سا بچہ دیکھ کر اسے گھر لے گئی۔

فرعون کی بیوی نے دیکھا۔ تو کہنے لگی:

قُـرْتُ عَیْنِ لَیْ وَلَکَ ط لَا تَقْتُلُوْهُ فَصَلِّ عَلَیْ عَسَىٰ اَنْ یُّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذْهُ وَلَدًا۔ (قصص۔ ۹)

(اے فرعون! یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے شاید یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں)

پھر یوں ہوا۔ کہ موسیٰ کسی کا دودھ نہ پیتے۔ اور روتے جاتے۔ اس حالت میں موسیٰ کی بہن مریم محل میں جانکلی اور کہنے لگی۔ کہ کیا میں کوئی دودھ والی عورت تلاش کر لاؤں۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کو لے آئی اور یوں پھر ماں کو بھٹا مل گیا۔ مصر میں موسیٰ چالیس سال تک رہا۔

ایک دن اس نے ایک قبطی کو دیکھا۔ کہ وہ ایک اسرائیلی کو بے رحمی سے پیٹ رہا ہے۔ موسیٰ نے آگے بڑھ کر اسے ایک تگاریسید کیا۔ اور خدا کی شان کہ وہ مر گیا۔ موسیٰ خوف انتقام سے بھاگ نکلا۔ صحرائے سینا کو عبور کر کے مدین کے ایک کنوئیں پہ پہنچا۔ دیکھا کہ وہاں چرواہے ریوڑوں کو لاتے اور پانی پلا کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن دو لڑکیاں اپنے ریوڑ کو روکے کھڑی ہیں۔ اور انہیں کوئی آگے نہیں بڑھنے دیتا۔ موسیٰ اٹھے اور ان کے ریوڑوں کو پانی پلایا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد ان میں سے ایک لڑکی شرماتے ہوئے موسیٰ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی کہ میرے والد (شعیب) آپ کو بلارہے ہیں۔ جب موسیٰ ان سے ملے تو انہوں نے کہا کہ:

اگر تم کم از کم سات برس تک میرے ریوڑ چراؤ۔ تو میں تمہیں اپنی ایک لڑکی دے دوں گا۔
موسیٰ نے یہ شرط مان لی۔ اور پورے چالیس سال تک وہاں رہے

وادی طوئی

ایک دن شام کے وقت اپنی زوجہ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ کوہ حوراب (جس کی ایک چوٹی کا نام طور ہے) کی ایک وادی (طوئی) میں انہیں ایک درخت کے اندر آگ نظر آئی۔ وہ قریب گئے تو:

فَوَدَىٰ مُوسَىٰ ۖ إِنِّي أَنَارُكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ
الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ (ط: ۱۲)

(آواز آئی۔ کہ اے موسیٰ۔ میں تمہارا رب ہوں۔ جوتے اتارو کہ تم طوئی کی مقدس وادی میں ہو)

ساتھ ہی آپ کو حکم ہوا کہ فرعون کے ہاں جاؤ اور اپنی قوم کو آزاد کراؤ۔
کہنے لگے کہ:

میری زبان اٹکتی ہے۔ اس لیے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھیجے۔ کہ وہ بڑا فصیح اللسان ہے۔
خدا نے یہ التماس منظور فرمائی۔ اور مصر میں:

”ہارون سے کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰ سے ملاقات کرو۔ وہ گیا۔ اور خدا کے پہاڑِ مسر پر اس
سے ملا۔“ (خروج ۴/۲۷)

پھر یہ دونوں فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اس سے مدعا بیان کیا۔ لیکن وہ آسانی سے ماننے والا نہ تھا۔ گو موسیٰ
علیہ السلام نے عصا کو اثر دہا بنایا۔ ید بیضا کا معجزہ دکھایا۔ ساحران فرعون کو شکست دی۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔
چنانچہ اللہ نے قوم فرعون پر کئی عذاب بھیجے۔ مثلاً:

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَ.

(اعراف: ۱۳۳)

(ہم نے ان پر طوفان۔ مڈی ڈل۔ بھوؤں۔ مینڈکوں۔ اور خون کا عذاب نازل کیا)
اور بالآخر فرعون نے زچ ہو کر بنو اسرائیل کو مصر سے جانے کی اجازت دے دی۔ جب یہ مصر سے نکل کر بحیرہ
قلزم پہ پہنچے۔ تو پیچھے سے فرعون بھی آ گیا۔

۱۔ صحرائے سینا میں ایک پہاڑ شرقاً غرباً خلیج عقبہ سے خلیج سویر تک پھیلا ہوا ہے۔ طور اسی کی ایک چوٹی ہے اور اس کا نام
حوراب ہے۔ یہ کوہ خداوند کے نام سے بھی مشہور ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پہ عصا سے ضرب لگائی۔ وہ دو حصوں میں پھٹ گیا۔ اور موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ پارا تر گئے۔

فرعون بھی آگے بڑھا۔ جب اس کی ساری فوج لہروں کی زد میں آ گئی۔ تو اوپر سے پانی مل گیا۔ اور فرعون ڈوب گیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے۔
یہ تین ماہ کے بعد طور سینا پہ پہنچے۔ (خروج۔ ۱/۱۹) یہاں اللہ نے چالیس راتوں کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو طور پہ طلب کیا۔ اور وہاں دو الواح دیں۔ جن پر دس احکام درج تھے۔

(دیکھیے: ۴۴۔ الواح موسیٰ)

نیز شریعت کے کچھ احکام نازل کیے۔ اسی وقفے میں سامری نے گنہگار بنایا تھا۔

صحرائے تیمہ

نواح سینا سے چل کر یہ لوگ صحرائے تیمہ کے ایک سرسبز و شاداب مقام قدیش برنیا میں پہنچے۔ چونکہ بنو اسرائیل نے عمالقد کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لیے اللہ نے انہیں چالیس برس کے لیے اسی مقام پہ ٹھہرائے رکھا۔ جب پرانی نسل ختم ہو گئی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نئی نسل کو لے کر کنعان کی طرف بڑھے۔ ایدوم سے گزر رہے تھے کہ حضرت ہارون فوت ہو گئے اور قریب ہی ایک پہاڑ پر دفن ہوئے۔ یہ اس روز سے جبل ہارون کہلاتا ہے۔

یہ لوگ ایدوم کے مغرب اور موآب کے مشرق سے گزر کر جاردن کے ایک دریا ارنان (Arnon) پہ پہنچے۔ یہ دریا کنعان (ارض موعدہ) کی مشرقی سرحد کا کام دیتا تھا۔ یہاں قریب ہی بحیرہ مردار کے شمال مشرقی ساحل پر ایک پہاڑ نیبو (Nebo) کہلاتا ہے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر چڑھ گئے۔ چند اکابر ان کے ہمراہ تھے۔ آپ نے انہیں ارض موعدہ دکھائی۔ پھر وہیں ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور آپ پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ (عہد بائبل کی کہانی۔ ص ۲۶)

تاریخیں

- ۱ : موسیٰ علیہ السلام کا سال ولادت ۱۵۷۱ ق م
- ۲ : موسیٰ علیہ السلام کا سال وفات ۱۴۵۱ ق م
- ۳ : مصر میں قیام چالیس سال ۱۵۷۱-۵۳۱ ق م
- ۴ : مدین میں قیام چالیس سال ۱۵۳۱-۱۳۹۱ ق م

- ۵ : مصر سے اسرائیل کا خروج ۱۳۹۱-قم
 ۶ : صحرائے عجمہ میں قیام ۱۳۹۱-۱۳۵۴-قم
 ۷ : سفر از عجمہ تا کوہ نبو ۱۳۵۴-۱۳۵۱-قم
 (کمپنیں - ص ۱۸۲، اعمال ۸۰/۷، خروج ۱۹/۲)
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع قوم کے رئیس بنے۔ آپ نے کنعان کو فتح کیا۔ اور ۲۲ سال کے بعد ۱۳۲۹-قم میں وفات پائی۔ (کمپنیں - ص ۱۸۲)
 مآخذ: ۱۔ اذاب - ص ۳۲۹-۳۳۳، ۲۔ کمپنیں - ص ۱۸۲، ۳۔ حکایت عہد بائبل - ص ۲۶، ۴۔ پیپلز - ص ۱۰۳۵، ۵۔ ہاڈ - ص ۴۸۵، ۶۔ کتاب الہدیٰ - ص ۵۷۶، ۷۔ ڈاس - ص ۳۵۶، ۸۔ شاس - ص ۴۱۴، ۹۔ قرآن شریف، ۱۰۔ بائبل،

ن

۱۸۳۔ نِسَاءُ النَّبِيِّ

دیکھیے: ۲۲۔ ”اَزْوَاجُ النَّبِيِّ“

۱۸۴۔ نَسْر

یوحیر کا ایک صنم۔

مزید تفصیل: ۱۱۵۔ ”نَوَاع“ کے تحت دیکھیے۔

۱۸۵۔ نَصَارَى

دیکھیے: ۵۶۔ ”اہل کتاب“

۱۸۶۔ نُوحٌ

نوح کا ذکر قرآن میں ۳۳ مرتبہ ہوا ہے اور آپ کی داستان کئی مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ اس کا ماحصل یہ کہ: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو نیکی کی طرف بار بار بلایا۔ لیکن وہ نہ مانی۔ چنانچہ اللہ نے ان پر اس قدر عذاب برسایا۔ کہ سینکڑوں میل تک پھیلی ہوئی تمام بستیاں ڈوب گئیں۔ حضرت نوح، ان کی مومن اولاد اور ان کے پیرو ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ جو آپ نے خدائی حکم سے پہلے ہی تیار کر رکھی تھی۔ یہ سب بچ گئے۔ لیکن تمام سرکش لوگ جن

میں آپ کا ایک فرزند بھی شامل تھا ڈوب گئے۔

بعض اقوام عالم کی روایات میں داستان طوفان مختلف ناموں سے بیان ہوئی ہے۔ کالڈیہ کے قدیم نوشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک شخص رسو تھرس نے طوفان سے بچنے کے لیے ایک کشتی بنائی تھی۔ ایسی ہی چند کہانیاں فنیقی اور بعض دیگر غربی ایشیائی

اقوام کی روایات میں ملتی ہیں۔ (ذاب۔ ص ۳۶۳)

یہ طوفان ۲۳۴۹- ق م میں آیا تھا۔ (کمینین۔ ص ۱۸۲)

نوح کا نسب نامہ یہ ہے:-

نوح بن لُح بن معرُح بن کُوث (اُخوخ)

بن یارد بن مہلائیل بن قینان

بن اُوش بن شیث بن آدم

نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے:-

☆ سام

☆ حام اور

☆ یافث

بیشتر محققین کا خیال یہ ہے کہ:

موجودہ نسل انسانی انہی تین بیٹوں کی اولاد ہے۔

قرآن کی ایک آیت کا مفہوم بھی یہی ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿۷۷﴾ (صافات: ۷۷)

(ہم نے صرف نوح کی اولاد کو دنیا میں باقی چھوڑا)

مطلب یہ کہ دنیا کی باقی آبادی یا تو ڈوب گئی تھی اور یا رفتہ رفتہ یوں ختم ہو گئی۔ جیسے: ہندوستان، آسٹریلیا،

امریکہ اور کینیڈا کے اصلی باشندے ختم ہو چکے یا ہو رہے ہیں۔ قدرت کا یہ اصول ہے کہ وہ غیر مہذب، وحشی اور نا اہل

افراد و قبائل کو ہولے ہولے ختم کر دیتی ہے۔

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَمَا بَكَتُ فِي الْأَرْضِ ط (رعد: ۱۷)

(دنیا میں وہی چیز (قوم۔ نسل) باقی رہتی ہے۔ جو لوگوں کے لیے مفید و نافع ہو)

”نوح کے بیٹے جو کشتی سے نکلے، سام، حام اور یافث تھے حام کنعان کا باپ تھا۔ یہ تینوں

نوح کے بیٹے تھے اور انہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی۔“ (پیدائش۔ ۱۰/۱۸-۱۹)

مسکنِ نوح، آلِ نوح

بائبل نیز قدیم تاریخی کتابوں اور کتبوں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام عراق کے اس حصے میں آباد تھے۔ جہاں آج کل موصل کا شہر ہے۔ اس زمانے میں خلیج فارس غالباً موصل تک پھیلی ہوئی تھی۔ مَرور زمانہ سے سمندر پیچھے ہٹا گیا۔ اور رفتہ رفتہ موصل سے عراق تک کا علاقہ پانی سے باہر نکل آیا۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ زلزلے سے سمندر میں ڈوبی ہوئی زمین شق ہو جاتی ہے۔ اور ساحل کا پانی سٹ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ارضِ عراق کا ظہور کسی ایسے ہی حادثے کا نتیجہ ہو۔

کشتی سے نکلنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور اس کی اولاد کو وہودی کے دامن میں رہنے لگی۔ چونکہ یہ محل اسی افراد تھے۔ اس لیے عرب اس بستی کو ثمانین کہتے ہیں۔ (معجم۔ ج ۳، ”ثمانین“)

جب چند صدیوں کے بعد ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو گئی۔ تو یہ ادھر ادھر ہجرت کرنے لگے۔

اکثر مورتین کا خیال یہ ہے کہ:

☆ عرب۔ فارس۔ روم اور یورپ سام کی اولاد ہیں۔

☆ افریقی حام کی۔

اور بحرِ اکالی ممالک یعنی:-

☆ انڈونیشیا، فلپائنز، جاپان، چین، انڈوچائنا، برما، منگولیا اور مشرقی روس یافت کی۔

نوح اور بائبل

بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کی کہانی ذرا تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ اس کے چند اقتباسات حاضر ہیں:-

”اور خدا نے نوح سے کہا کہ تمام بشر کا خاتمہ میرے سامنے آ پہنچا ہے۔ کیونکہ ان کے سبب

سے زمین ظلم سے بھر گئی ہے۔ تو گو پھر (سرد) کی لکڑی کی ایک کشتی بنا۔ اس کی

لبائی تین سو ہاتھ۔ چوڑائی پچاس ہاتھ۔ اور اونچائی تیس ہاتھ ہو۔ تو اپنے ساتھ

بیوی۔ اپنے بیٹے۔ بیٹوں کی بیویاں، اور جانوروں اور پرندوں میں سے دو دو (نر اور مادہ)

لے لے۔ اور ہر طرح کے کھانے کی چیزیں ساتھ رکھ لے۔ اور جب نوح چھ

سو برس کا تھا۔ تو پانی کا طوفان زمین پہ آیا۔ چالیس دن اور رات بارش برسی رہی

..... اور پانی اتنا چڑھا کہ دنیا کے سب پہاڑ ڈوب گئے..... بعد اسی پانی ایک سو
 پچاس دن تک چڑھتا رہا..... پھر پانی رک گیا اور بارش تھم گئی..... ساتویں مہینے کی
 سترہویں تاریخ کو کشتی ارارات (جودی) کے پہاڑ پہنک گئی..... اور دسویں مہینے کی پہلی
 تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آنے لگیں۔ اور چالیس دن کے بعد نوح نے کھڑکی کھول کر
 ایک کوئے کو اڑا دیا..... پھر اس نے ایک کبوتری کو چھوڑ دیا۔ لیکن اسے پہنچنے کی کوئی
 جگہ نہ ملی۔ اور وہ لوٹ آئی..... سات دن بعد اس نے پھر کبوتری کو چھوڑا۔ وہ شام کو
 واپس آئی۔ تو اس کے منہ میں زیتون کی ایک تازہ پتی تھی..... سات دن بعد اس نے کبوتری
 کو پھر چھوڑا۔ اور وہ واپس نہ آئی..... چھ سو پہلے برس کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو پانی
 سوکھ گیا..... تب سارے آدمی اور جانور کشتی سے باہر نکلے..... اور خدا نے نوح، اور
 اس کے بیٹوں کو برکت دی۔“ (مخلص۔ پیدائش باب ۶-۷)

لغوی تحقیق

مفسر سمجھ کی تحقیق یہ ہے کہ:

نوح، نوح کی تحریف ہے۔ یہ غالباً ابتدائی شمالی عراقی بولی کا ایک لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں:
 ”سکون بخش“۔

جب یہ بچہ پیدا ہوا۔ تو اس کے والد ملک نے اس کا نام ”نوح“ رکھ کر کہا کہ:
 ”یہ ہمیں سکون دے گا۔“ (پیدائش ۲۹/۵)

آل نوح

حضرت نوح علیہ السلام کے تین ہی فرزند تھے:-

۱۔ حام ۲۔ سام ۳۔ یافث

بعض مفسرین اس فہرست میں ایک اور فرزند کنعان کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ جو نافرمانی کی وجہ سے ڈوب گیا
 تھا۔ لیکن بائبل میں کنعان کو حام کا فرزند اور نوح علیہ السلام کا پوتا بتایا گیا ہے۔ (پیدائش ۱۰/۶)
 چونکہ پوتا بھی بیٹے ہی کی طرح عزیز ہوتا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ حضرت نوحؑ نے اسے ”یافثی“ (اے
 پیارے بیٹے) کہہ کر پکارا ہو۔

یہ بچے اس وقت پیدا ہوئے۔ جب حضرت نوح کی عمر پانچ سو برس ہو چکی تھی۔

مآخذ:- ۱۔ قرآن حکیم، ۲۔ بانیل، ۳۔ کتاب الہدیٰ ص ۲۶۸، ۴۔ کمینین ص ۱۸۲، ۵۔ ذاب ص ۳۶۱، ۶۔ معجم ج ۳ "ثمانین"

و

۱۸۷۔ وَدَّ

شمالی عرب کے ایک قبے "دومہ الجدل" میں بنو ہرہ کا ایک صنم۔ جسے سال شوک (۹ھ) میں حضور ﷺ کے حکم سے خالد بن ولید نے توڑ ڈالا تھا۔
مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:- ۱۱۵۔ "نواع"

۱۸۸۔ وَصِيلَه

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ
وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
وَكَثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (مائدہ: ۱۰۳)

(اللہ نے نہ تو بحیرہ بنایا ہے۔ نہ سائبہ۔ نہ وصیلہ۔ اور نہ حام۔ یہ کفار کا افترا ہے۔ اور ان میں سے اکثر عقل سے خالی ہیں)

عربوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب کوئی بکری ساتویں مرتبہ بچے جنتی تو وہ یہ دیکھتے کہ بچہ ایک ہے یا دو۔ پھر وہ نہ بچہ یا مادہ۔ اگر نہ ہوتا۔ تو اسے فوراً ذبح کر کے گھر کے مرد کھا جاتے۔ اور عورتوں کے لیے وہ حرام سمجھا جاتا۔ اگر ماہو ہوتا۔ تو اسے ریوڑ میں شامل کر لیتے۔ اگر وہ بچہ ہوتے۔ ایک نر اور ایک مادہ۔ تو مادہ اور اس کی ماں ہر دو وصیلہ کہلاتیں۔ مجددین فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ وصیلہ اس اونٹنی کو بھی کہتے تھے:

"کہ وہ شکم در پے یک دیگر زاید"

(جو لگاتار دس بچے جن چکی ہوتی)

اور اس بکری کو بھی:-

کہفت لطن دو دو بچہ مادہ در پے یک دیگر آرد

(جس کے لطن سے سات مرتبہ مسلسل دو دو بکریاں پیدا ہو چکی ہوں) (فتنی الارب۔ ج ۲ "وصل")

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :-

۶۰۔ ”تخیر“ اور

۱۱۰۔ ”سائبہ“

مآخذ: ۱۔ جلالین۔ ص ۱۰۶، ۲۔ فتی الارب ”وصل“، ۳۔ ترجمہ قرآن۔ مولانا احمد رضا۔ ص ۱۸۱۔ حاشیہ

۵

۱۸۹۔ ہاروت

(دیکھیے :- ۱۶۷۔ ”ہاروت“)

۱۹۰۔ ہارون

عمران کا بڑا بیٹا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑا تھا۔ (گنتی۔ ۵۹/۲۶)

قرآن میں اس کے متعلق صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ جب وادی طویٰ میں حضرت موسیٰ کو فرعون کے ہاں جانے کا حکم ہوا۔ تو آپ نے استدعا کی۔ کہ ہارون کو بھی میرے ساتھ جانے کا حکم دیجئے۔ کہ وہ بڑا فصیح و بلیغ ہے۔

تب ”خداوند نے (مصر میں) ہارون سے کہا۔ کہ بیابان (سینا) میں جا کر موسیٰ سے ملاقات کر۔ وہ گیا اور خدا کے پہاڑ (حوراب) پر اس سے ملا..... تب موسیٰ اور ہارون نے (مصر میں پہنچ کر) بنی اسرائیل کے سب بزرگوں کو جمع کیا۔ اور ہارون نے انہیں وہ سب باتیں بتائیں۔ جو خداوند نے موسیٰ سے کہی تھیں۔“ (خروج۔ ۲۷/۳۰)

اس کے بعد یہ دونوں فرعون کے ہاں گئے۔ اور کئی ماہ تک اسے قائل کرتے رہے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ چنانچہ اس کی قوم پر کئی عذاب نازل ہوئے اور بالآخر اس نے بنو اسرائیل کو جانے کی اجازت دے دی۔

جب حضرت موسیٰ طور پہ طلب ہوئے۔ تو حضرت ہارون نے جانشینی کے فرائض سرانجام دیے۔ جب چالیس راتوں کے بعد حضرت موسیٰ واپس آئے۔ اور قوم کو گنو سالہ پرستی میں مصروف دیکھا۔ تو آپ نے غصے میں الواح مقدسہ پھینک دیں۔ اور حضرت ہارون کو ریش و نو سے پکڑ کر گھسیٹنے لگے۔ (طہ۔ ۹۳)

جب بنو اسرائیل صحرائے تیمہ میں اقامت گزریں تھے۔ تو حضرت ہارون فرائض کہانت (مذہبی پیشوائی)

سرانجام دیتے تھے۔ (خروج۔ باب ۲۹)

مصر میں بھی حضرت ہارون اپنی قوم کے پیشوا تھے۔ نیز فرعون کی مشاورتی کونسل کے ایک ممبر۔ (باڈ۔ ص ۲۹۷)
حضرت ہارون خروج سے موت تک حضرت موسیٰ سے تعاون کرتے رہے۔ صرف ایک موقعہ ایسا آیا۔ جب حضرت ہارون اور ان کی ہمیشہ مریم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ناراض ہوئی۔

ہوایوں:-

”کہ موسیٰ نے ایک کوشی (جیشہ کی رہنے والی) عورت سے بیاہ کر لیا۔ اور اس پر ہارون اور مریم سخت ناراض ہوئے۔“ (گنتی ۲/۱۲)

ہارون کی وفات

صحرائے حبیہ میں ۳۷ سال تک قیام کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ تو وہ ایڈوم سے گزرے۔ وہاں جبل ثور (یا جبل ہارون) کے دامن میں رُکے۔ تو حضرت ہارون کی وفات ہو گئی اور آپ کو اس پہاڑ کی چوٹی پہ دفن کر دیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۲۳ سال تھی۔ آپ کے دو فرزند تھے:

۱۔ الیڈار، اور ۲۔ اتھامر

آپ کے بعد پیشوائی کا منصب الیڈار کے حوالے ہوا۔ جو آپ کی نسل میں بطور وراثت چلتا رہا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اس پر اتھامر کی اولاد قابض ہو گئی۔ جب حضرت سلیمان (۹۷۵-۹۷۰ ق م) کا زمانہ آیا۔ تو آپ نے یہ منصب دوبارہ آل الیڈار کے حوالے کر دیا۔ (ڈاب۔ ص ۷)

مآخذ:- ۱۔ ڈاب۔ ص ۷، ۲۔ باڈ۔ ص ۲۹۷، ۳۔ اعلام۔ ص ۱۹۱،

۴۔ بائبل، ۵۔ قرآن حکیم، ۶۔ شاس۔ ص ۱۳۳،

۱۹۱۔ ہامان

قرآن میں یہ نام فرعون کی کہانی میں چھ مرتبہ آیا ہے۔

شارحین قرآن کی رائے یہ ہے کہ:

ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا۔ ایک دفعہ فرعون نے اسے ایک مینار بنانے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ

اس پر چڑھ کر خدائے موسیٰ کو دیکھ سکے۔ (قصص ۳۸)

اسی نے فرعون کو بنو اسرائیل کے بچے قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ (ڈاس۔ ص ۱۶۰)

۱۔ طنج عقبہ کے شمال اور بحیرہ منہ دار کے جنوب میں ایک ضلع یا علاقہ۔

۲۔ یہ پہاڑ سطح قلم سے ۳۸۰۰ فٹ بلند تھا۔

ایران کے ایک بادشاہ کبخر و (۳۲۵-قم) کے وزیر اعظم کا نام بھی ہامان تھا۔ اس نے ایک دفعہ تمام یہود کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ لیکن خود قتل ہو گیا۔ (آستر (بائبل) باب ۳-۵)

مآخذ:- ۱- بائبل، ۲- قرآن مجید، ۳- ڈاب-ص ۲۲۳، ۴- ڈاس-ص ۱۶۰

۱۹۲- ہُوڈ

تفسیر بیضاوی (بحوالہ ڈاس-ص ۱۸۲) میں ہُوڈ کا نسب نامہ یوں دیا ہوا ہے:-

ہُوْد بن عبد اللہ بن رباح بن خلُود

بن عاد بن عوص بن ارم

بن سام بن نُوح

بعض اہل علم کے ہاں عمر بن سلح (شالغ) بن ارفخشذ بن سام بن نُوح ہی ہُوْد تھا۔

بائبل (قصۃ ۳) میں ایک یہودی ویر کا بھی ذکر آیا ہے۔ جو حضرت یوشع (۱۳۲۹-قم) کے بعد ہوا تھا۔

(قصۃ ۴-ڈاس) (ص ۱۸۲) نے ایک محقق ہربلاٹ (Herbelot) کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ شاید

ہود اسی کا نام تھا۔

لیکن قرآن کی رو سے یہ درست نہیں۔ کیونکہ قوم عاد کا زمانہ عروج ابراہیم سے پہلے اور نوح کے بعد تھا۔ اور

ویر آٹھ سو سال بعد کا آدمی ہے۔

وَ اذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢمَّ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَّ

زَادْکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۜطَةً ؕ (اعراف: ۶۹)

(اے قوم عاد! وہ وقت یاد کرو۔ جب اللہ نے تمہیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا تھا۔ اور تمہاری

شان و شوکت میں اضافہ کیا تھا)

ہُوْد علیہ السلام عاد اولیٰ (دیکھیے:- ۲۱- ارم ذات الیمام) کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ قوم احناف

(دیکھیے شمار- ۱۳) میں رہتی تھی۔ قرآن میں ہُوْد کا دس بار ذکر آیا ہے۔ اور قرآن کی گیارہویں سورہ کا نام بھی ہُوْد ہے۔

آپ نے قوم کو بار بار بدکاری کے نتائج سے ڈرایا۔ وہ نہ مانی تو تباہ ہو گئی۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاهْلٰکُوهُمْ بِرِیْحٍ صَّٰرٍ صَّٰرٍ عَٰتِیَةٍ ۝ (حاثہ: ۶)

(اور ہم نے عاد کو تند و تیز اور دھاڑتی ہوئی آندھی سے تباہ کیا تھا)

آپ کی عمر ۱۵۰ برس تھی (شاس ص ۱۴۰) اور آپ کا مزار حضر موت میں پیر مدینوت (ایک گاؤں) کے

قریب واقع ہے۔

ابن بطوطہ (سفرنامہ۔ طبع پیرس۔ ج ۱، ص ۲۰۵) لکھتا ہے کہ آپ جامع دمشق میں مدفون ہیں۔

بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ:

آپ کعبہ کے قریب ۹۸ دیگر انبیاء کے ساتھ دفن ہیں۔ (شاس۔ ص ۱۴۰)

مولانا یعقوب الحسن نے کتاب الہدیٰ کی جلد دوم (ص ۳۳۳-۳۳۶) میں حضرت ہوڈ کے متعلق چند

کتبات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مآخذ نہیں بتایا۔ اگر بتایا بھی ہے تو نامکمل۔ اس لیے میں انہیں نظر انداز کرتا ہوں۔

مآخذ:- ۱۔ قرآن شریف، ۲۔ بائبل، ۳۔ شاس۔ ص ۱۴۰، ۴۔ رحلۃ ابن بطوطہ۔ ج ۱، ص ۲۰۵،

۵۔ ڈاس۔ ص ۱۸۲، ۶۔ کتاب الہدیٰ ج ۲، ص ۳۳۳

ی

۱۹۳۔ یاجوج

دیکھیے:- ۱۶۶۔ ”یاجوج“

۱۹۴۔ یثرب

دیکھیے:- ۱۷۲۔ ”مدینہ“

۱۹۵۔ یحییٰ

قرآن شریف میں آپ کا ذکر پانچ بار آیا ہے:-

☆ عمران۔ ع ۴

☆ انعام۔ ع ۱۵

☆ مریم۔ ع ۱ (دو بار)

☆ اور انبیاء۔ ع ۶ میں۔

آپ کی کہانی سورہ مریم کی ابتدائی آیات میں یوں بیان ہوئی ہے:-

”آؤ ہم اس رحمت کا ذکر کریں۔ جو تمہارے رب نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ ہوا یوں:-

کہ زکریا نے اللہ سے نرم اور دھیمی آواز میں کہا:

کہ اے رب!

میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور پیری کی وجہ سے بالوں کا رنگ سفید ہو گیا ہے۔ میری دعا کبھی نا منظور نہیں ہوتی۔ میری بیوی بانجھ ہے اور مجھے اپنے ڈرٹا سے خوف سا آتا ہے۔ اس لیے اے اللہ مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما۔ جو میرا نیز آل یعقوب کی اوصاف کا وارث ہو۔ اور اس کے اطوار پسندیدہ ہوں۔

جواب ملا:

کہ اے زکریا!

ہم تمہیں ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اور اس سے پہلے ہم نے یہ نام کسی اور کو نہیں دیا۔

زکریا نے کہا:

کہ اے رب!

میرے ہاں فرزند کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ گیا ہوں۔

فرمایا:

ایسا ہو کر رہے گا۔ یہ میرے لیے بہت آسان ہے۔ کیا ہم نے تم کو عدم محض سے پیدا نہیں کیا؟

کہا:

اے رب!

مجھے کوئی نشان دے۔

فرمایا:

نشان یہ ہے۔ کہ تین راتوں تک کسی سے بات نہیں کر سکے گا۔

(جب ایسا ہوا) تو زکریا عبادت گاہ سے نکل کر لوگوں کے سامنے آیا۔ اور انہیں اشاروں سے

صبح و شام ذکر و تسبیح میں مصروف رہنے کی ہدایت کی۔

اے یحییٰ! تو رات کو حکم پکڑو۔ ہم نے یحییٰ کو بچپن ہی میں دانش، عقل، پاکیزگی اور تقویٰ سے

نوازا تھا۔ وہ والدین کا فرمان بردار تھا۔ اور ظالم و سرکش نہ تھا۔“ (مریم۔ ۱۵)

سورہ عمران میں ہے:

”کہ یحییٰ کلمۃ اللہ (مسح) کی تصدیق کرے گا۔ وہ قوم کا سردار، گناہ سے نفور، نبی اور صالح

ہوگا۔“ (عمران-۳۹)

انجیل میں ہے:-

”یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانے میں ایثاہ (بن بکر از بنو دین یمین) کی نسل سے

زکریا نامی ایک کاہن تھا۔ اس کی بیوی ایشع ہارون کی اولاد میں سے تھی..... ان کی اولاد نہ

تھی۔ کیونکہ ایشع یا نبھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے..... ایک دن ایک فرشتے نے اس سے کہا

..... تیری دعا سن لی گئی اور تیری بیوی سے ایک بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یوحنا رکھنا“.....

(لوقا-۱/۵-۱۳)

ایشع، حضرت مریم (والدہ مسیح) کی بہن تھی۔ یحییٰ کی ولادت مسیح سے صرف چھ ماہ پہلے ہوئی تھی۔

(ذاب-ص ۳۰۹)

جب یہ بڑا ہوا۔ تو اوٹ کے بالوں کا ایک گرتہ پہن کر اوپر بچی باندھ لیتا۔ عموماً بیابانوں میں رہتا۔ اور کبھی کبھی

بستیوں میں جا کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا۔ آسمانی بادشاہت کے قرب کا اعلان کرتا۔ اور جو لوگ گناہوں سے تائب

ہو جاتے انہیں بپتسمہ دیتا۔ یعنی انہیں نہلاتا یا وضو کراتا یا صرف پانی چھڑک دیتا۔ جب حضرت مسیح بڑے ہوئے۔ تو

آپ گلیلی سے چل کر جاردن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاں بپتسمہ لینے کے لیے گئے۔ (متی-۱۳/۳)

جب حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا آغاز ہوا۔ تو آپ نے تبلیغ ترک کر دی۔

اس زمانے میں یہوداہ پر ہیرودہ اعظم کے بیٹے ہیرودہ انٹنی پاس (Anti Pas) کی حکومت تھی۔ اس نے

اپنے سوتیلے بھائی ہیرودہ فلپ کی بیوی ہیرودیا سے شادی رچالی۔ چونکہ تورات کی رو سے یہ شادی ناجائز تھی۔ اس

لیے بادشاہ نے حضرت یحییٰ سے فتویٰ جواز مانگا۔ آپ نے انکار کیا تو:

”ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیا سے سبب سے یوحنا کو پکڑ کر باندھا اور

قید خانہ میں ڈال دیا..... پھر جب ہیرودیس کی سالگرہ ہوئی تو ہیرودیا کی لڑکی نے محفل

میں تاج کر بادشاہ کو بہت خوش کیا۔ اور بادشاہ نے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ وہ اس کی منہ مانگی مراد

پوری کرے گا۔ لڑکی نے اپنی ماں کے سکھانے سے یوحنا کا سر مانگ لیا۔ اس پر بادشاہ غمگین

ہوا۔ لیکن اپنی قسم کے سبب سے حکم دیا۔ کہ یوحنا کا سر تھال میں رکھ کر شاہزادی کے سامنے

پیش کرو۔ چنانچہ ملازموں نے اس حکم کی تعمیل کی۔“ (متی-۱۴/۱-۱۱)

۱۔ اسے عرب کے ایک بادشاہ نے شکست دے کر سلطنت چچین لی اور یہ جلاوطنی میں ۳۰ء کے قریب فوت ہو گیا۔

۲۔ یہ قید خانہ بحیرہ نمز دار کے مشرقی ساحل پر تھا۔ (شاس-ص ۳۱۰)

مسند امام احمد میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے:-

اللہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام پر دین کی پانچ بنیادی باتیں نازل فرمائی تھیں۔ یعنی:

☆ شرک سے اجتناب

☆ نماز کی پابندی

☆ روزے میں استقلال

☆ مالی قربانی اور

☆ کثرت سے اللہ کا ذکر (قصص القرآن۔ ج ۲، ص ۲۶۷)

مشہور مؤرخ ابن عساکر لکھتا ہے:

کہ حضرت یحییٰ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے معاصر تھے۔ (قصص۔ ج ۲، ص ۲۷۰)

تاریخی لحاظ سے یہ غلط ہے۔ کیونکہ بخت نصر ۶۰۰ قبل مسیح کا آدمی تھا۔ اور حضرت یحییٰ کی ولادت ۴۴۰ ق م میں اور

شہادت ۲۷ میلادی میں ہوئی تھی۔

ماخذ:- ۱۔ قصص القرآن۔ ج ۲، ص ۲۶۲-۲۷۹، ۲۔ ذاب۔ ص ۳۰۹، ۳۔ بابل،

۴۔ قرآن مقدس، ۵۔ شاس۔ ص ۶۳۰، ۶۔ ڈاس۔ ص ۶۹۳

۱۹۶۔ یعقوب

قرآن حکیم میں آپ کا ذکر ۱۶ مرتبہ آیا ہے۔

آپ اسحاق علیہ السلام کے فرزند اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ حبرون میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت ۱۸۳۶ ق م۔ مدتوں وہیں رہے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ تو آپ

جنوبی کنعان کے ایک مقام لُحَیٰ روئی میں جا ٹھہرے۔ (پیدائش۔ ۱۱/۲۵)

آپ کی چار بیویاں تھیں:-

☆ لیہ

☆ راحیل

☆ زلفہ اور

☆ یلہا

لیہ اور راحیل حضرت یعقوب کے ماموں لاہن کی بیٹیاں تھیں۔ اور باقی دو کنیزیں۔ بلہاہ راحیل کی کنیز تھی۔

اور زلفہ لیاہ کی۔

ان تمام سے یہ اولادیں ہوئیں:-

۱۔ پلہاہ سے دان اور نفتالی۔

۲۔ زلفہ سے جد اور אשר۔

۳۔ لیاہ سے رُوبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار اور زبلون۔

۴۔ راحیل سے یوسف اور بن یامین۔ (پیدائش ۲۹-۲۳/۳۵)

یہ کل بارہ بھائی تھے۔ جو اسرائیل کے بارہ قبائل کے اجداد تھے۔

ان کے نام بہ ترتیب ولادت یہ ہیں:-

۱۔ رُوبن ۲۔ شمعون ۳۔ لاوی

۴۔ یہوداہ ۵۔ دان ۶۔ نفتالی

۷۔ جد ۸۔ אשר ۹۔ اشکار

۱۰۔ زبلون ۱۱۔ یوسف ۱۲۔ بن یامین

ان تمام میں حضرت یوسف کو بڑی اہمیت۔ شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ آپ نبی بھی تھے اور فرعون کے وزیر مال بھی رہے۔ آپ کی ولادت اس وقت ہوئی۔ جب حضرت یعقوب کی عمر ۹۱۔ برس تھی۔ یعنی ۱۷۴۵۔ ق م میں۔ آپ کی عمر صرف ۱۷۔ برس تھی کہ آپ کے بھائیوں نے سازش کر کے آپ کو ایک کنوئیں میں پھینک دیا۔ ۱۷۲۸ ق م میں آپ بازار مصر میں فروخت ہوئے۔ کچھ عرصہ عزیز مصر (اور ڈلیخا) کے گھر میں رہے۔ پھر زنداں میں بھیج دیے گئے، اور ۱۵۱۷۔ ق م میں آپ وزیر مالیات مقرر ہوئے۔ جب ۸۷/۸ برس بعد مصر اور نواحی ممالک میں قحط پڑ گیا۔ تو بردار ان یوسف غلہ لینے کے لیے چار مرتبہ مصر گئے۔ چوتھی دفعہ ان کے ہمراہ حضرت یعقوب بھی تھے۔ یہ سفر ۱۷۰۶ ق م میں ہوا تھا۔ حضرت یوسف نے اپنے والد اور بھائیوں کو مصر کے ایک شہر رامسس میں آباد کر دیا۔ آپ کے والد وہاں سترہ برس زندہ رہے اور آپ کے بھائی اس قدر پھلے پھولے۔ کہ جب ۲۱۵ برس بعد (۱۴۹۱ ق م) حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کو غلامی فرعون سے نکالنے کے لیے مصر میں پہنچے۔ تو ان لوگوں کی تعداد جن کی عمر بیس برس یا اس سے زیادہ تھی، چھ لاکھ کے قریب ہو چکی تھی۔ (کمپنین ص ۱۸۲، اور گنتی ۱/۳۵-۳۶)

حضرت یعقوب کی والدہ کا نام رقبہ تھا۔ یہ پتھو ایل بن نحور بن آزر کی بیٹی تھی۔

”اسحاق چالیس برس کا تھا۔ جب اس نے رقبہ سے بیاہ کیا۔..... جب اسحاق ساٹھ برس

کا ہوا۔ تو رقبہ کے لطن سے اکٹھے دو بچے پیدا ہوئے۔ پہلے کا نام عیسور رکھا گیا اور دوسرے کا

یعقوب۔ اس نے پیدائش کے وقت عیسوی ایڑی پکڑی ہوئی تھی۔“

(ملخص۔ پیدائش۔ ۲۰/۲۵۔ ۲۶)

بڑے ہو کر یعقوب ۷۰ ان میں اپنے ماموں لابن کے ہاں بیس سال ریوڑ جراتارہا۔ جب وہاں سے رخصت ہوا۔ تو اس کے ساتھ بڑے بڑے ریوڑ اور گیارہ فرزند تھے۔ یہ بیت ایل میں رُکے۔ جو یروشلم کے شمال مشرق میں ۱۴ میل دور واقع تھا۔ بارہواں بچہ (بن یامین) اسی بستی سے نکلنے کے بعد بیت لحم کی راہ میں پیدا ہوا۔ اور اس کی پیدائش پر راحیل کو اتنی تکلیف ہوئی، کہ وہ وفات پا گئی اور راہ کے کنارے دفن ہوئی۔ (پیدائش۔ ۲۰/۲۵)

اس کے بعد حضرت یعقوب حبرون میں مقیم ہو گئے۔ یہ بستی بیت المقدس سے بیس میل جنوب میں ہے۔ اور الخلیل کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہیں ۱۸۰ سال کی عمر میں حضرت اسحاق کی وفات ہوئی۔ حضرت یوسف کو اس کے بھائیوں نے حضرت اسحاق کی وفات سے گیارہ برس پہلے کنوئیں میں پھینکا تھا۔ حضرت یعقوب کی وفات مصر میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۴۷ سال تھی۔ (ڈاب۔ ص ۲۶۸)

آپ کی نعش کو بڑے احترام سے ارض کنعان میں پہنچایا گیا۔ اور وہاں آپ حبرون میں دفن ہوئے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:-

۲۴۔ ”اسرائیل“ اور

۶۸۔ ”بنو اسرائیل“

ماخذ:- ۱۔ بائبل، ۲۔ قرآن حکیم، ۳۔ ڈاب۔ ص ۲۶۸، ۴۔ کتاب الہدیٰ۔ ج ۲، ص ۴۹۲،

۵۔ اعلام۔ ص ۱۹۹،

۱۹۷۔ یعقوب

یمن کے بنو ہمدان کا ایک صنم۔ جو اس قبیلے کے ایک سردار مالک بن مرثد بن حُشم..... بن ہمدان نے عمرو بن لُحی سے لے کر اپنے ایک قبائلی گاؤں خیواں میں نصب کر دیا تھا۔ (تجمل۔ ج ۸)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:-

۱۱۵۔ ”نواع“

۱۹۸۔ یَعْقُوبُ

یہ بُت عمرو بن لُحی نے یمن کے ایک رئیس اَنَم بن عمرو المرادی کو دیا تھا۔ اس نے اسے بُومَذَج کے ایک ٹیلے پہ نصب کر دیا۔ اس ٹیلے کے گرد بُومرادی دو شاخیں اَنَم و اعلیٰ بھی آباد تھیں۔ یہ سب اس کی عبادت کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بُومرادی کے اکابر نے چاہا۔ کہ اس بُت کو اپنے قبیلہ (بُومرادی) کے آبائی مسکن میں لے جائیں۔ لیکن یہ بات اس قبیلہ کی دو شاخوں اَنَم و اعلیٰ کو ناگوار گزری۔ اور وہ بُت کو اٹھا کر بلاد بنو حارث میں چلے گئے۔ جب اشراف مُرادی کے کہنے پر بھی بنو حارث نے بُت کو واپس نہ کیا۔ تو بُومرادی نے حملہ کر دیا۔ اس میں حملہ آوروں کو شکست ہوئی۔ یہ جنگ یوم بدر کو ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد بنو غطفان اس بُت کو چھین کر اپنے وطن نجران لے گئے۔

باقی تفصیل کے لیے دیکھیے:-

۱۱۵۔ ”سُورَاع“

مآخذ:- معجم البلدان۔ ج ۸، ص ۵۱۰

۱۹۹۔ یُوسُف

ہم ”یعقوب“ کے تحت لکھ چکے ہیں کہ حضرت یعقوب اپنے ماموں لاہن کو ملنے کے لیے حان (شام کا ایک شہر) گئے تھے۔ وہاں اس کی دو بیٹیوں لیاہ اور راحیل سے شادی کر لی۔

لیاہ سے چھ بچے پیدا ہوئے:-

۱۔ رُوبِن ۲۔ شَمْعُون ۳۔ لاوِی

۴۔ یہوداہ ۵۔ اشکار ۶۔ زَبُلُون

اور راحیل سے دو۔ یعنی:-

۱۔ یُوسُف اور ۲۔ بَن یامین

باقی چار بچے دو کنیزوں سے پیدا ہوئے تھے۔

زلفہ سے جد اور اشُر

اور بہاہ سے دان اور نفتالی (پیدائش ۲۵/۲۳-۲۹)

حضرت یعقوب اپنے ماموں کے ہاں بیس برس رہے۔ وہاں آپ کے گیارہ بچے پیدا ہوئے تھے۔ جن میں یُوسُف سب سے چھوٹا تھا۔ جب آپ حان سے نکل کر خرمون کی طرف روانہ ہوئے۔ تو بیت ایل (یوروشلم سے ۱۴ میل شمال مشرق میں) میں راحیل سے بن یامین

پیدا ہوا۔ معارا حیل فوت ہو گئی۔ اور اُسے راہ کے کنارے دفن کر دیا گیا۔

(پیدائش۔ ۲۰/۳۵)

اس کے بعد حضرت یعقوب یروشلم سے بیس میل جنوب کی طرف خبرون میں مقیم ہو گئے۔ یہ شہر آج کل اٹلیل کہلاتا ہے۔ اور ۱۹۶۷ء سے یہود کے قبضے میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کا آغاز خبرون سے ہوتا ہے۔ بائبل کہتی ہے اور قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے:

کہ حضرت یوسف سترہ برس کی عمر میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں چرا یا کرتا تھا۔ اور حضرت یعقوب اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ انہی دنوں حضرت یوسف نے ایک خواب دیکھا۔ کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے آپ کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ اس پر آپ کے بھائیوں نے ایک منصوبہ تیار کیا۔ سیر و شکار کے بہانے انہیں جنگل میں لے گئے۔ وہاں ایک کنوئیں میں پھینک دیا اور ان کے کرتے پہ خون چھڑک کر اپنے والد سے کہا:

کہ یوسف کو بھیڑ یا کھا گیا ہے۔

اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام مدتوں روتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی نظر جاتی رہی۔ جب وہ حضرت یوسف کو کنوئیں میں پھینک چکے تو تھوڑی سی دیر کے بعد وہاں سے ایک قافلہ گزرا۔ جو پانی لینے کے لیے اس کنوئیں پر رکا۔ ڈول ڈالا۔ تو حضرت یوسف ڈول اور رسی کے سہارے باہر نکل آئے۔ اہل قافلہ انہیں مصر لے گئے۔ اور وہاں کے بازار میں بیچ ڈالا۔

(پیدائش۔ باب۔ ۳۷)

فرعون کے ایک منصب دار فوطی فار (عزیز) نے انہیں خرید لیا۔ اس وقت حضرت یوسف کی عمر سترہ برس تھی۔ نہایت وجیہ و حسین۔ عزیز کی بیوی زلیخا، انہیں اپنی طرف مائل کرنے لگی۔ ایک دن بند کمرے میں انہیں کرتے سے پکڑ کر کھینچا اور کرتہ پھٹ گیا۔ عین اس وقت عزیز گھر میں داخل ہوا۔ پوچھا:

کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

زلیخا کہنے لگی:

کہ یوسف نے میری عزت پہ ہاتھ ڈالا ہے۔

پاس سے ایک بچہ بول اٹھا:

کہ اے عزیز! یوسف کے کرتے کو دیکھو۔ اگر وہ اگلی طرف سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا چکی ہے۔
اور اگر پشت سے پھٹا ہوا ہے۔ تو وہ جھوٹی ہے۔

عزیز نے کرتے کو دیکھ کر زلیخا کو سخت ڈانٹا۔ لیکن وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔ باز نہ آئی۔
بالآخر عزیز نے مصلحت اسی میں دیکھی۔ کہ حضرت یوسف کو زنداں میں منتقل کر دے۔ عزیز
ہی جیل کا داروغہ تھا۔ وہاں اس نے یوسف کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں، اور اسے قیدیوں کا
سر دار بنادیا۔

ایک رات دو قیدیوں نے دو خواب دیکھے۔
ایک نے دیکھا۔ کہ وہ انگور خجور رہا ہے۔
دوسرے نے دیکھا۔ کہ اس کے سر پر روٹیوں کا ایک ٹوکرا ہے۔ جنہیں پرندے کھا رہے ہیں۔
یوسف نے پہلے کو کہا:
کہ تو جلد فرعون کا ساتی مقرر ہوگا۔
اور دوسرے کو کہا:

کہ تو صلیب پہ لٹکا دیا جائے گا۔ اور پرندے تیرے سر کا گوشت کھائیں گے۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دن فرعون نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھیں۔ جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی
تھیں۔ ساتھ ہی گندم کے سات سبز اور سات خشک خوشے دیکھے۔ دانشوران دربار سے اس
کی تعبیر پوچھی۔ لیکن وہ نہ بتا سکے۔

اس پر اس کا ساتی (سابق قیدی) بول اٹھا۔ کہ جیل میں ایک قیدی، جس کا نام یوسف ہے،
تعبیر بتانے میں جواب نہیں رکھتا۔

چنانچہ فرعون نے تعبیر کی خاطر حضرت یوسف کی طرف ایک قاصد بھیجا۔
آپ نے تعبیر یہ بتائی:

کہ اگلے سات برس بے اندازہ غلہ پیدا ہوگا۔ پھر قحط پڑ جائے گا۔ لوگ اپنا سب اندوختہ
(موٹی گائیں) کھا جائیں گے۔

یہ سن کر بادشاہ نے اسے اپنا وزیر بنالیا۔ اور حکم دیا کہ آنے والے قحط کی تباہ کاریوں کو روکنے کا
ابھی سے اہتمام کریں۔

جب سات سال بعد قحط پھوٹ پڑا۔ تو آپ کے بھائی غلے کے لیے مصر میں جا نکلے۔ آپ نے انہیں پہچان لیا اور پوچھا:

کہ کیا تمہارا کوئی اور بھائی بھی ہے؟

کہا: ہے۔

فرمایا: کہ اگلی مرتبہ اسے بھی ساتھ لے آنا۔ ورنہ غلہ نہیں ملے گا۔ ساتھ ہی کارکنوں کو حکم دیا۔ کہ ان کی رقم ان کے بوروں میں رکھ دو۔

جب وہ گھر پہنچے۔ اور دیکھا کہ بوروں میں رقم بھی رکھی ہوئی ہے۔ تو وہ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ اس کے بعد بن یامین کو ساتھ لے کر مصر گئے۔ حضرت یوسف نے بن یامین کو الگ کر کے اپنا تعارف کرایا اور پھر اسے اپنے ہاں روک لینے کی سکیم یہ بنائی۔ کہ شاہی پیانہ اس کے بورے میں رکھ دیا۔ جب وہ روانہ ہونے لگے۔ تو کسی کارندے نے آواز دی۔ کہ ٹھہرو۔ شاہی پیانہ گم ہو گیا ہے۔

انہوں نے کہا:

کہ ہم چور نہیں ہیں۔

وہ کہنے لگا:

کہ اگر تمہارے بوروں میں سے پیانہ نکل آئے تو پھر؟

کہنے لگے:

کہ بیشک اسے گرفتار کر لو۔

چنانچہ سب بورے کھولے گئے اور پیانہ بن یامین کے بورے سے نکل آیا۔

اس پر وہ کہنے لگے:

کہ اس کا ایک اور بھائی بھی چور تھا۔ بہر کیف چونکہ اس کا باپ بہت ضعیف اور مصیبت زدہ ہے۔ اس لیے آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں۔ اور اسے جانے دیں۔

حضرت یوسف نے جواب دیا:

کہ ہم چور کے علاوہ کسی اور کو پکڑنے کے مجاز نہیں ہیں۔

اس پر سب سے بڑا بھائی کہنے لگا:

کہ میں اپنے والد کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ اس لیے تم جاؤ ساری کہانی انہیں سناؤ۔

اور پھر مجھے اطلاع دو۔ اگر حضرت والد نے اجازت دے دی تو میں لوٹ آؤں گا۔ ورنہ یہیں رہوں گا۔

جب بھائیوں نے گھر جا کر اپنے والد کو ساری کہانی سنائی۔ تو آپ نے فرمایا: کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ تم سب واپس جاؤ۔ غلہ بھی لاؤ۔ اور یوسف کو بھی تلاش کرو۔

چنانچہ وہ واپس گئے۔ جب دربار میں حاضر ہوئے تو حضرت یوسف نے اپنا تعارف کرایا۔ اس سے ان کے سر شرم و ندامت سے جھک گئے اور معافی مانگنے لگے۔ حضرت یوسف نے کہا:

لَا تَشْرِبْ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط (یوسف: ۹۲)

جاؤ میں نے تمہیں فی سبیل اللہ معاف کیا۔ میری یہ قمیض ساتھ لے جاؤ۔ اسے میرے والد محترم کے چہرے پہ ڈالو۔ فوراً ان کی نظر لوٹ آئے گی۔ اور پھر انہیں اپنے ساتھ لے آؤ۔ جب یہ پیغام حضرت یعقوب کو ملا۔ تو وہ سفر کو تیار ہو گئے۔

چنانچہ یہ سارا قافلہ مصر کو چل دیا۔

وہاں پہنچے تو حضرت یوسف نے اپنے والدین (اس وقت غالباً لیاہ زندہ تھی۔ جو یوسف کی سوتیلی ماں تھی) کو تخت پہ بٹھایا۔ اور گیارہ بھائی نیچے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد سورج۔ چاند (والدین) اور گیارہ ستارے (بھائی) اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اور یوسف بول اٹھے:-

يَا بَنِي هَذَا قَاوِيلُ رُءُ يَأَى. (یوسف: ۱۰۰)

(اے بزرگوار باپ۔ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر)

واقعات کی تاریخیں

۱۔ یوسف کی ولادت: ۱۷۳۵-قم

۲۔ مصر میں یوسف کی فروخت: ۱۷۲۸-قم

۳۔ یوسف کی تقرری بطور وزیر مالیات: ۱۷۱۵-قم

۴۔ حضرت یعقوب مصر میں پہنچے: ۱۷۰۶-قم

۵۔ یوسف کی وفات: ۱۶۳۵ ق م

وفات کے وقت حضرت یوسف کی عمر ۱۱۰ سال تھی۔

”انہوں نے اس کی لاش میں خوشبو بھری اور اسے مصر ہی میں تابوت میں رکھ دیا۔“

(پیدائش۔ ۲۶/۵۰)

یوسف کی شادی

جب یوسف ۱۷ سالہ ق م میں وزیر مال مقرر ہوئے۔ تو فرعون نے ان کی شادی فوطی فار (زلیخا کا خاوند) کی لڑکی آسنا تھ سے کرادی۔ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔

☆ پہلا منشی تھا۔ اور

☆ دوسرا افرائیم (پیدائش۔ ۵۰/۴۱)

یہ دونوں بچے قحط کے سالوں (۱۔ ۷۰۸ ق م) سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔

(ذاب۔ ص ۳۱۵)

حضرت یوسف علیہ السلام تقریباً تو ۷۰ برس مصر میں جیے۔ اور ان کے پوتے بھی ان کے سامنے جوان ہوئے۔

فرعون یوسف

مصر میں فرعونوں کے اکتیس خاندان برسر اقتدار رہے تھے۔ آخری خاندان کو اسکندراعظم نے ۳۳۱ ق م میں ختم کیا تھا۔ حضرت یوسف کے زمانے میں چند رھویں خاندان کے ایک فرعون آسرتسین سوم کی حکومت تھی۔ یہ ۲۶ سال مسند آرا رہا۔ جب حضرت یعقوب مصر میں وارد ہوئے۔ تو اس وقت اپوس کی حکومت تھی۔

بعض مؤرخین کا خیال یہ ہے کہ:

اپوس اور آسرتسین ایک ہی بادشاہ کا نام ہے۔ (ذاب۔ ص ۵۲۴)

نیز دیکھیے:-

۲۴۔ ”اسرائیل“

۶۸۔ ”بنو اسرائیل“

۱۵۳۔ ”فرعون“

۱۷۷۔ ”مصر“

۱۹۶۔ ”یعقوب“

مآخذ:- ۱۔ ہاڈ۔ ص ۳۹۳، ۲۔ ڈاب۔ ص ۵۳۳، ۳۔ ہاڈیل
۴۔ قرآن حکیم، ۵۔ اعلام۔ ص ۲۰۲، ۶۔ کتاب الہدیٰ۔ ص ۵۳۶

۲۰۰۔ یونس

دیکھیے: ۱۳۳۔ ”صاحب الحوت“

۲۰۱۔ یسود

دیکھیے: ۵۶۔ ”اہل کتاب“

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

کتابیات

- ۱- معجم البلدان : یاقوت حموی۔ طبع مصر
- ۲- البدایہ و النہایہ : حافظ ابن کثیر۔ طبع مصر ۱۳۳۸ھ
- ۳- تلخیص فہوم اہل الاثر : ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی۔ طبع برقی پریس۔ دہلی۔ ۱۸۸۶ء
- ۴- تفسیر کبیر : فخر الدین رازی۔ طبع مصر۔ ۱۳۳۳ھ
- ۵- الملل و النحل : ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر۔ احمد الشہرستانی۔ طبع مصر۔ ۱۹۳۱ء
- ۶- الامامة والسیاسة : ابن قتیبہ دیناوری۔ مصر ۱۹۳۷ء
- ۷- الفہرست : ابن الندیم۔ مطبع استقامہ۔ مصر
- ۸- کتاب الاغانی : ابوالفرج اصفہانی۔ بولاق ۱۸۶۸ء
- ۹- تفسیر : ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔ قاہرہ ۱۳۲۱ھ
- ۱۰- قصص الانبیاء : ابوالسحاق احمد بن محمد الثعالبی۔ قاہرہ ۱۳۱۵ھ
- ۱۱- تفسیر الجواهر : علامہ جوہری طہطاوی مصری۔ مصر ۱۳۳۷ھ
- ۱۲- منتهی الارب : عبدالرحیم صفی پوری۔ لاہور ۱۳۳۵ھ
- ۱۳- کتاب المعارف : ابن قتیبہ دیناوری۔ مصر
- ۱۴- رحلہ : ابن بطوطہ۔ بیس
- ۱۵- انوار توفیق الجلیل : رفاعة بیگ طہاوی۔ مصر ۱۲۸۵ھ
- ۱۶- دائرة المعارف الاسلامیہ : علامہ فرید وجدی۔ مصر
- ۱۷- کتاب المسالك و المالك : ابوالقاسم عبید اللہ عرف ابن خرداد بہ لاندن ۱۸۹۰ء
- ۱۸- حیات الحيوان : دیمیری۔ محمد بن موسیٰ مصری۔ قاہرہ ۱۳۱۳ھ
- ۱۹- عجائب المخلوقات : محمد بن زکریا قزوینی۔ تدوین و سٹن فلڈ
- ۲۰- تفسیر جلالین (مع کمالین) : جلال الدین سیوطی و جلال الدین محلی۔ طبع میرٹھ

- ۲۱۔ کتاب الاستیعاب : حافظ عبدالبر قرطبی۔ حیدرآباد ۱۳۳۶ھ
- ۲۲۔ فقہ اللسان : سید کرامت حسین کٹوری۔ نول کشور۔ لکھنؤ ۱۹۱۵ء
- ۲۳۔ فتوح الحرمین : مولانا جامی۔ طبع لاہور
- ۲۴۔ تذکرۃ المفسرین : علامہ زاہد الحسینی کیمپوری۔ ۱۹۶۵ء
- ۲۵۔ تمدن عرب : موسیو لیبان۔ اردو ترجمہ۔ از سید علی بگرامی۔ طبع حیدرآباد دکن
- ۱۹۳۶ء
- ۲۶۔ تشکیل انسانیت : ترجمہ مولانا عبد المجید سالک۔ لاہور ۱۹۵۵ء
- ۲۷۔ معرکہ مذہب و سائنس : ترجمہ مولانا ظفر علی خان۔ حیدرآباد دکن۔ ۱۹۱۶ء
- ۲۸۔ لغات القرآن : عبدالرشید نعمانی دہلوی۔ دہلی ۱۹۴۳ء
- ۲۹۔ نسب نامہ رسول : ملاپ پریس لاہور۔ ۱۸۸۰ء
- ۳۰۔ خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ : حاجی محمد فخر الدین حسین خان۔ مطبع مجتہبی دہلی۔ ۱۳۱۰ھ
- ۳۱۔ بائبل : لاہور۔ ۱۹۱۶ء
- ۳۲۔ اعلام القرآن : مولانا عبد الماجد دریابادی۔ دریاباد۔ ۱۹۵۹ء
- ۳۳۔ دائرۃ معارف اسلامیہ : پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور
- ۳۴۔ تفہیم القرآن : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ لاہور
- ۳۵۔ اصحاب کھف : مولانا ابوالکلام آزاد۔ ادبستان۔ لاہور
- ۳۶۔ حکمائے عالم : (ترجمہ) غلام جیلانی برق
- ۳۷۔ رہ نمائے مقامات مقدسہ : حاجی محمد اشرف۔ (ذریعہ اسماعیل خان) لاہور۔ ۱۹۳۱ء
- ۳۸۔ تفسیر حقانی : مولانا عبدالحق دہلوی۔ لاہور۔ ۱۹۵۱ء
- ۳۹۔ ترجمہ قرآن حکیم : مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ طبع تاج کمپنی۔ لاہور
- ۴۰۔ مہاجرین : مولانا معین الدین ندوی۔ اعظم گڑھ۔ ۱۹۳۸ء
- ۴۱۔ رحمۃ للعالمین : قاضی سلیمان منصور پوری۔ لاہور ۱۹۳۹ء
- ۴۲۔ تاریخ القرآن : پروفیسر عبد الصمد صارم ازہری۔ لاہور ۱۹۶۷ء
- ۴۳۔ اکمال فی اسماء رجال : محمد بن عبد اللہ خطیب بن محمد۔ اردو ترجمہ۔ کتاب منزل لاہور۔
- ۱۹۶۳ء

- ۳۴۔ طبقاتِ سلاطین اسلام : (فارسی ترجمہ) عباس اقبال۔ تہران۔ ۱۳۱۲ھ
- ۳۵۔ مشکوٰۃ : (اردو ترجمہ) کتاب منزل لاہور۔ ۱۹۶۳ء
- ۳۶۔ ایران بہ عہد ساسانیان : (اردو ترجمہ) ڈاکٹر پروفسر محمد اقبال۔ دہلی۔ ۱۹۴۱ء
- ۳۷۔ تاریخِ حرمین : مولانا محمد مالک کاندھلوی۔ اشاعتِ مکتبہ عثمانیہ شندوالہ دہلی۔ ۱۳۹۰ھ
- ۳۸۔ کشتیِ نوح : مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ قادیان۔ ۱۹۰۲ء
- ۳۹۔ ادب العرب : پروفسر ڈبیر احمد۔ بریلی۔ ۱۹۲۹ء
- ۵۰۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا : لندن۔ شکاگو۔ ۱۹۳۹ء
- ۵۱۔ کنسائز انسائیکلو پیڈیا آف : سٹیفن اورینڈی روناٹ۔ (Nandy Ronart) نیدر لینڈ۔ ۱۹۵۹ء
- ۵۲۔ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف : گب اور کریمر۔ لاہور۔ ۱۹۵۳ء
- اسلام
- ۵۳۔ ڈکشنری آف اسلام : تھامس پیٹرک۔ لاہور۔ ۱۹۶۳ء
- ۵۴۔ عہد بائبل کی کھانی : نیلسن پچر۔ نیویارک۔ ۱۹۵۹ء
- (انگریزی)
- ۵۵۔ بائبل ڈکشنری : اے۔ آر فارسٹ Michigan۔ ۱۹۶۱ء
- ۵۶۔ پیپلز بائبل انسائیکلو پیڈیا : چارلس رینڈل۔ شکاگو۔ ۱۹۲۱ء
- ۵۷۔ ڈکشنری آف دی بائبل : ولیم سمٹھ۔ نیویارک
- ۵۸۔ کمپین آف دی بائبل : لندن۔ ۱۸۹۲ء
- ۵۹۔ رولرز آف مکہ : جیرالڈ ڈی گاری۔ لندن۔ ۱۹۵۱ء
- ۶۰۔ گاگ۔ ماگ : ابراہیم احمد یوانی۔ کراچی۔ ۱۹۶۷ء
- (یاجوج۔ ماجوج)
- ۶۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام : لیڈن۔ ۱۹۵۷ء
- ۶۲۔ کامپن انسائیکلو پیڈیا : شکاگو۔ ۱۹۵۶ء
- ۶۳۔ ہسٹری آف پرشیا : سر پرسی سائیکس۔ لندن۔ ۱۹۳۰ء

- ۶۳۔ ستوری آف نیشنز : سی۔ ڈبلیو۔ سی۔ اومان۔ لندن ۱۹۳۵ء
- ۶۵۔ زوال زومہ : ایڈورڈ گین۔ لندن ۱۷۷۳ء
- ۶۶۔ ارض القرآن : سید سلیمان ندوی۔ اعظم گڑھ ۱۳۳۲ھ
- ۶۷۔ قصص الانبیاء : مولانا حفظ الرحمن بہاروی۔ دہلی ۱۳۶۲ھ
- ۶۸۔ کتاب الہدیٰ : مولانا یعقوب الحسن۔ مدارس ۱۳۳۵ھ



مصنف کی دیگر کتب

من کی دنیا	دانش رومی و سعدی
دو قرآن	میری آخری کتاب
تہجم البلدان	یورپ پر اسلام کے احسان
تاریخ حدیث	فرمانروایان اسلام
عظیم کائنات کا عظیم خدا	مضامین برق
بھائی بھائی	حرف مخرمانہ
رحمہ ایمان	سلاطین اسلام
دانش عرب و عجم	



ناشرانِ تہجرانِ محنت
 الفیصل
 غوثی شریعت اہل حلالہ و حلالہ